خطوط سرسید

مرتبہ

سید صاحب المخاطب بہ نواب مسعود یار جنگ بہادر

بی اے آکسن - آئی - ای - ایس بیرسٹر ایٹ لا ناظم تعلیمات سرکار آصفیہ

حیدر آباد دکن

مطبوعہ

نظام الدین حسین پرنٹر

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

(عالی جناب مولوی عبداللہ جان وکیل سہارنپور کے قلم سے)

زندہ دارد مرد را آثار مرد
نام گل باقی است چوں گرد گلاب

رواج قدیم ہے اور اب تک بدستور جاری ہے کہ جب کسی کتاب کی اشاعت ہوتی ہے تو اس کے آغاز میں ایک دیباچہ پایا جاتا ہے۔ "دیباچہ" کے معنی ہیں "چہرہ"۔ "روکار" یا یوں کہا جائے کہ "خاکہ"۔ دیباچہ میں مضمون کتاب کی طرف اشارہ، اس کی تصنیف یا تالیف یا اشاعت کی غرض اور کتاب کی خصوصیات کا اجمالی ذکر ہوتا ہے۔ دیباچہ لکھنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ کتاب کو ناظرین سے روشناس کرا دیا جائے۔ انگریزی کے الفاظ "انٹروڈکشن" یا "پریفیس" اس مطلب کو زیادہ وضاحت سے ظاہر کرتے ہیں۔ جب تک کتابوں کی اشاعت مصنفین یا مولفین کے سامنے یا خود ان کے ہاتھ سے ہوتی رہی اُس وقت تک دیباچہ کا لکھنا خود مصنف یا مولف کا کام رہا اور وہی حضرات اس کو انجام دیتے رہے اس کام کے لیے مصنف یا مولف سے بہتر اور کوئی قلم ہو بھی نہیں سکتا۔ جب کتاب کی اشاعت

مصنف یا مولف کے بعد ہوئی لاجرم دیباچہ نگاری کا کام دوسرے لوگوں کو ہی کرنا پڑا ہمارا یہ دیباچہ بھی اپنی اسی موخرالذکر قسم میں داخل ہے۔

سید راس مسعود صاحب نے اپنے بزرگوار جنت نشان دادا "جوادالدولہ عارف جنگ ڈاکٹر سر سید احمد خاں بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ایل ایل ڈی۔ بانی محمڈن کالج علی گڑھ کے کچھ مکتوبات فراہم کیے ہیں اور آمادہ شائع ہوئے ہیں راقم آثم نے جامع مکتوبات کے حکم سے دیباچہ لکھا ہے۔

اگر سید راس مسعود صاحب جامع کتاب اس وقت پر بھی ان مکتوبات کی جمع کرنے اور ان کے چھپوانے کا اہتمام نہ کرتے تو بلاشبہ مزید مدت گزرنے پر سید اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات کے بیش بہا ذخیرہ کا وجود بھی دنیا میں قائم نہ رہتا اور ملک اس کے استفادے سے ہمیشہ کے لیے محروم رہ جاتا جامع کتاب نے اس کتاب کی تدوین میں بالیقین محنت و تلاش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہوگا۔ اس پر بھی ہم کو بہت اندیشہ ہے اور اندیشہ ہی نہیں بلکہ یقینِ کامل ہے کہ جتنے مکتوبات اس وقت جمع ہوگئے ہیں اس سے بہت زیادہ تعداد و ضخامت میں اور مکتوبات یا تو ضائع ہو چکے ہیں یا مکتوب الیہم کی بے پروائی یا ناواقفیت سے مدوّن ہونے سے رہ گئے ہیں۔ خود راقم کے پاس صاحب مکتوبات کے بہت خطوط سالہا سال تک متواتر آتے رہے ہیں اور حسرت آمیز تاسف سے اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ان میں ایک پرچہ محفوظ نہیں۔ جب تک مکتوبات کا حاصل شدہ مجموعہ طبع ہونے کے لیے صاحب مطبع اور خوشنویس کے سپرد نہیں ہوگیا۔ جامع کتاب کے ارادہ اور مجموعہ موجود کی تدوین کا حال مجھ کو مطلق معلوم نہیں ہوا۔ عجب نہیں یہ کیفیت اور بہت حضرات کی بھی ہو جو صاحب مکتوبات سے دلی ارادت رکھنے والے ہوں۔ کیا بعید ہے کہ اس مجموعہ کی اشاعت کے بعد سر سید رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ اور مکتوبات بھی ہاتھ آجائیں اور کسی آیندہ اشاعت میں جمع و یکجا

بن سکیں جس سے اس مجموعہ کی جامعیت اور وسعت میں قابل قدر اضافہ ہو۔

صاحب مکتوبات کی تحریرات میں شاید یہی ایک صنف ادبی ہے جو ابتک شائع نہیں ہوئی ورنہ ان کی تحریرات بالعموم خود ان کے روبرو انھیں کے اپنے اہتمام سے شائع ہو چکی ہیں اور ساری مہذب دنیا نے قبولیت دلی کے ساتھ ان کو اپنی آنکھوں میں جگہ دی ہے۔ اگر یہ مکتوبات فراہم ہو کر مشہور نہ ہوتے تو ان کی تحریرات کے ذخیرہ میں ایک نوع خاص کی قابل افسوس کمی رہ باقی اور امتداد مدت سے اس کمی کا پورا ہونا محال ہو جاتا۔

سرسید علیہ الرحمۃ اپنے قوم اور ملک کے ایک بڑے رفارمر (مصلح) مانے گئے ہیں اپنے وقت میں وہ ابتداً ہندوستان کے عقلائے مشاہیر میں سمجھے جاتے تھے اور پھر ان کا نام دانایان ہند کی فہرست میں سب سے اوپر آگیا تھا۔ ان کے آخر زمانہ میں ان کی وجاہت و فراست کا کوئی دوسرا آدمی سارے ملک میں نہیں تھا۔ اکابرین دنیا ان کا ذکر کرنے میں "علی گڑھ سیج" یعنی فرزانہ علی گڑھ" یا "سرسید دی گریٹ" (سید اعظم) کے لقب سے ان کو مخاطب کرتے۔ یہ القاب گویا ان کا علم ہو گئے تھے اور ملک میں عموماً فرط محبت و عظمت میں وہ محض "سرسید" کہہ کر یاد کیے جاتے تھے۔ یہی ان کا نام ہو گیا تھا۔ ان کی فطرت عالیہ اور نظر بلند کا جوہر لطیف متعلقات امور کو ان کے پیش نہاد خاطر رکھتے تھے اور اصلاح ملک و قوم یا خدمات مذہبیہ سے ان کے مساعی جمیلہ کو ذرا فرصت نہیں ملتی تھی۔ یہی ان کی تحریرات کا میدان تھا اور اسی میں ان کی ساری عمر ختم ہو گئی۔

ہم کو نہایت مسرت ہے کہ صاحب مکتوبات کی روح یا ان کے خاندان کے کسی فرد کو ان مکتوبات کی فراہمی اور اشاعت میں بھی کسی بیرونی محنت کی امداد کا شرمندہ احسان ہونا نہیں پڑا۔ یعنی اپنے محترم دادا کی یادگار کی تکمیل خود

انھیں کے رشید پوتے کے ہاتھ سے انجام پاتی ہی۔

جب کسی کتاب کا دیباچہ لکھنے کے لیے صاحب کتاب کے سوا کسی دوسرے کو قلم اُٹھانا پڑتا ہی تو یہ دشوار ہی کہ کتاب کی روشناسی کرانے میں وہ صاحب کتاب کے حالات کو بتخیل قلم انداز کرسکے لاریب ہم کو یقین کامل ہوگیا ہی کہ صاحب مکتوبات کی عزّت و عظمت کی شہرت کا سکہ اس ملک کے ہر فرد کے دل پر ایسا گہرا نقش جمائے ہوئے ہی کہ اس دیباچہ میں ان کے نام نامی کے آجانے کے بعد اور کسی تشریح یا ذکر کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہم کو اس کا بھی اعتراف ہی کہ جن لوگوں نے سید اعظمؒ کا زمانہ پایا ہی، جو لوگ ان کی زیارت سے شرف اندوز ہوئے ہیں، جو لوگ ان کے فیض صحبت سے بہرہ یاب و مستفیض ہوئے ہیں یا جن لوگوں نے ان کی تحریرات و تصنیفات کو پڑھا ہی، ان کی معلومات میں ان مختصر سطور سے کسی مفید اضافے کی توقع نہیں کی جاتی۔ ہم کو دلی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہی کہ ایسے قابل قدر حضرات کرام کی تعداد بہ تقاضائے گردش زمانہ کم ہوگئی ہی اور روز بروز کم ہوتی جاتی ہی۔ جو جو حضرات اس قابل عزت طبقہ میں موجود ہیں عجب نہیں کہ ان کا درجہ سید اعظمؒ کی عقیدتمندی میں ہم سے بلند ہو اور بعض حضرات کی معلومات اس بزرگ مصلح قوم کے حالات کے متعلق ہم سے بہت زیادہ وسیع ہوں مگر ذکر حبیب سے طبیعت میں جو فطرتاً ایک شگفتگی و انبساط کے ساتھ زندہ دلی پیدا ہوتی اُس میں یہ سب حضرات بھی سرسید مرحوم کی یاد سے ہمارے حصہ دار اور شریک غالب ہوں گے۔ ان سطور میں ہمارا اصلی روئے سخن اُن نونہالانِ قوم کی طرف ہی جنھوں نے صاحب مکتوبات (سرسید علیہ الرحمۃ) کا زمانہ نہیں پایا یا جن کو اپنی ضروریات زندگی یا تعلیم مروجہ کے مشاغل کثیرہ میں اس کتاب کے ہیرو کے تحریرات و تصنیفات کی بالاستیعاب دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ اس زمانہ کے ہر طبقہ

ہیں شاید ایک متنفس بھی ایسا نہو گا جس کے کان سرسید کے نام سے آشنا اور جس کا دل اُس مصلح قوم کی عظمت بزرگانہ کی شان سے بھرا ہوا نہ ہو۔ ان کے لیئے سرسید مرحوم کا اجمالی تذکرہ غیر مانوس نہ ہو گا، بلکہ غالب گمان یہ ہے کہ اُن کے مختصر اور اجمالی حالات سے بھی دیکھنے والوں کو معلومات مفیدہ میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہو اور اس سے اُن کے دل میں حب قومی کی ایک گرمی اور اس بزرگ قوم کی تقلید و تتبع سے گونہ دلچسپی پیدا ہو اور بدرجۂ اقل یہ لوگ "تصانیف احمدیہ" سے کسی حد تک مستفید ہو سکیں۔

مارچ ۱۸۹۸ء کی ستائیسویں تاریخ تھی جب اس مربی قوم اور سرپرست ملک سرسید اعظم نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اپنی قوم کو خداوند کریم کے رحم پر چھوڑ کر اس دنیا سے دائمی مفارقت کی اور سفر آخرت کا راستہ اختیار کیا۔ اس وقت ان کی عمر اسّی اکاسی برس کی سمجھی جاتی تھی۔ اس حساب سے ان کی پیدائش پچھلی صدی کے آغاز میں سنہ ۱۸۲۰ء سے کچھ پہلے کی ہو گی۔

یہ وقت وہ تھا کہ مغلیہ سلطنت کا تیل جل چکا تھا۔ اُس خاندان کے آخری بادشاہ کی حکومت کا چراغ لال قلعہ دہلی کی چاردیواری کے اندر ہی اندر برائے نام ٹمٹما رہا تھا۔ جس طرح شاہ شطرنج اور اس کی ساری سپاہ کا جولاں گاہ عرصۂ بساط ہوتا ہے، اسی طرح سلطنت مذکور کے حدود قلعہ دہلی کی فصیل تھی۔ شاہی متوسل، وظیفہ خوار ملازمین دربار البتہ شہر میں رہتے تھے۔ قلعہ کے اندر شاہی دربار ہوتے تھے۔ نذریں گذرتی تھیں۔ موقعہ موقعہ پر قصائد پیش ہوتے تھے۔ مجالس مشاعرہ کا انعقاد ہوتا تھا۔ قدیم مراسم و آداب شاہی کی نگہداشت اور پابندی تھی۔ مگر قلعہ کے باہر سواد شہر اور گرد و نواح میں ہوا کا رخ بالکل بدلا ہوا تھا اور ذرہ ذرہ سے آواز آ رہی تھی "زمانہ دگرگونہ آئیں نہاد" اس میں شک نہیں کہ جس وقت

بھی شہر دہلی ہر قسم کے علوم ایشائی کا مرکز تھا۔ بڑے بڑے علما۔ منقولات و منقولات کے مفسرین۔ محدثین۔ فقہا۔ اصولیین۔ حکما۔ ونکیین۔ اپنے اپنے بزرگ موجود تھے جو اپنی ذات میں انتہا درجہ کا درجہ رکھتے تھے۔ اس وقت تک ملک میں جہاں کہیں ان علوم قدیمہ کی کچھ کچھ آثار پائے جاتے ہیں وہ انھیں کے سرچشمہائے فیوض کی آبیاری کی یادگار ہیں۔ یہ سلسلۂ شریعت سمجھنا چاہیئے۔ سلاسل طریقت کے کاملین ہر سلسلے کے مشائخ۔ فقرا مجاذیب۔ اصحاب حال وقال مشغوفین کا ٹھکانا بھی یہی شہر دہلی تھا۔ درگاہوں اور بزرگوں کے مزاروں پر زوّار اور شایقین ذکر شغل کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ عرسوں اور مجالسِ حال وقال کی بڑی رونق رہا کرتی تھی۔ علوم طب کے لحاظ سے دہلی گویا یونان قدیم بنا ہوا تھا۔ فارسی انشا پردازی نے تو دہلی میں دوسرا جنم لیا تھا۔ اردو زبان کا یہ شہر مولد اور مسقط الراس ہی تھا۔ دلی کی سرزمین میں شوخی و موزونیت کے جوہر کا عنصر غالب تھا۔ اردو شاعروں کی وہاں کیا کمی ہوتی۔ جن بڑے بڑے شعرا کی عالمگیر شہرت میں لکھنؤ کی نسبت کا طرہ لگا ہوا ہے وہ بھی عموماً یا سرزمین دہلی کے پیدا وار ہیں یا ان کی روحانی اولاد یعنی تلامذہ میں ہیں۔ جادو رقم خوشنویسوں کا ٹھکانا دہلی ہی تھا ذہنیہ علوم قدیم کے علاوہ ہر قسم کے فنون۔ صنائع دستکاریوں حرفتوں کا معدن و منبع بھی شہر دہلی ہی تھا۔ یہ سب کچھ تھا مگر ملک کے سب افراد کیا چھوٹے کیا بڑے بالخصوص مسلمان من حیث القوم بحالت مجموعی اپنی پرانی حکومت کے خیالی غرور اپنی روایات قدیمہ کی شیخی۔ اپنی فرضی وضعداری اور رسوم کہنہ کے نشے میں چور تھے۔ ان کو نہ اپنی حالت موجودہ کا احساس تھا نہ اس امر کا اندازہ کہ موجودہ لیل و نہار میں ان کی حالت آیندہ کیا ہونے والی ہے۔ یہ تھی ملک کی عام حالت جس میں سر سید علیہ الرحمۃ کا اس دنیا میں آنا ہوا

اسی فضا، انھیں حالات سے گرد وپیش یا آب و ہوا میں اسی قسم کی جھنتوں میں ان کا نشو و نما ہوا۔ یہ سمجھنا کہ ان کی گھٹی میں بھی ان چیزوں کا عنصر دخمیر ہوگا کچھ بھی بیجا نہیں معلوم ہوتا۔ سرسید کو عنفوان شباب ہی میں شاید ملازمت سرکاری کا بوجھ بھی اُٹھانا پڑا۔ عجب نہیں کہ ملازمت کی تلاش و اختیار کرنے پر ان کو دینوی مکروہات اور خانگی ضرورتوں نے مجبور کیا ہو سرسیدؒ نے علوم عربیہ کے ادب، فقہ و حدیث کی متوسطات کو اُس وقت پڑھا ہے اور سبقاً سبقاً پڑھا ہے جب وہ فتحپور میں برسوں بہ حیثیت صدر امین ملازمت سرکاری خدمت انجام دیکر دوبارہ دہلی میں تبدیل ہو کر آئے ہیں۔ اس سے پہلے کیا زمانۂ طالبعلمی میں ملازمت سے قبل اور کیا ملازمت کی ابتدائی مدت میں لاجرم ان کی تعلیم رسمیہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت محدود رہی ہوگی اور رسمیہ کتب فارسی اور مبادیات عربی سے آگے نہیں بڑھی تھی ہم کو اس امر کا بالکل پتہ نہیں لگا کہ سرسیدؒ نے علم تفسیر کو کسی سے پڑھا ہو یا صحاح کی پوری کتابوں کی سند کسی اُستاد سے حاصل کی ہو یا عربی علوم کی اونچی طبقے کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہو۔ ہماری یہ آرزو ہے کہ سرسیدؒ کا کل مبلغ علم اور اس کی دونوں حصوں یعنی تحصیل ابتدائی کو جو انھوں نے ملازمت سے قبل زمانہ طالب علمی میں حاصل کی اور دوسرا حصہ تحصیل متوسطات عربیہ کو ناظرین خصوصیت کے ساتھ ملحوظ خاطر رکھیں۔ اس سے آگے چل کر سرسید کی عظمت و کمال کے اندازہ کرنے میں معتد بہ مدد ملے گی۔ سرسید اعظمؒ کے تعلیم نصاب و درس نظامیہ کے شعبہ میں کتنی ہی محدود کیوں نہ ہو اس سے ان کی عظمت اور کمال نفسی کا اور زیادہ قوی ثبوت ملتا ہے۔ فطرت نے جو دل و دماغ اور طبیعت اُن کو عطا کی تھی وہ طبائع ملکی سے جدا قسم کی اور امتیاز میں بہت ہی زیادہ بلند تھی۔ اپنے عطیات میں فیاض ازل جس طرح بخیل نہیں وہ اپنی فیاضی میں بھی علوم ظاہری کے کسب و

اکتساب کی بھی محتاج نہیں۔ دنیا میں جو اس قدر متنوع الاقسام مخلوق ہمارے سامنے موجود ہو ان میں سے ہر ایک نوع کی پیدائش سے نیچر کے جداگانہ اغراض و غایات ہیں اور ان اغراض و غایات کے پورا کرنے کا مادہ ہر نوع کی ذات میں فطرت سے مودع ہی۔ یہی قاعدہ ہر فرد بنی نوع بشر سے متعلق ہی۔ خداوندکریم کو جب دنیا میں کسی شخص کی ذات سے کوئی خاص کام لینا ہوتا ہی تو اس کام کی تکمیل کے لیے جوہر استعداد خاص اُس شخص کی طبیعت و فطرت میں ازل سے ودیعت فرما دیتا ہی۔ اس جوہر اور تقاضائے فطری کی شہادت اُس شخص کی حرکات و سکنات اقوال، افعال و خیالات میں پہلے دن سے پائی جاتی ہی۔ سید اعظم کی پیدائش میں اُستاد ازل نے علم لدنی کا مادہ بھر دیا تھا۔ ان کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے سے صاف دکھائی دیتا ہی کہ ان کی خلقت سے مشیت ایزدی کا منشا یہ تھا کہ ان کے ذریعہ اور ان کے ہاتھوں مذہب اسلام کا چہرہ خارجی گرد و غبار کی آلائشوں سے صاف ہو، دنیا کو اس کے خط و خال و محاسن کی اصلی کیفیت صاف صاف بعین الراس نظر آنے لگے۔ اہل اسلام کے تمدن اخلاق معاشرت کے حالات ردیہ کی اصلاح ہو۔ صدیوں سے جو اوہام پرستی، خود پسندی، نزابی اخلاق۔ ناعاقبت اندیشی ان کی رگ و پے میں خون بن کر جاری و ساری ہیں ان کی اصلاح ہو۔ ان میں اپنی ضرورتوں اور نیک و بد کے سمجھنے کا مادہ پیدا ہو ان کو اپنی ذلت کا احساس اور ترقی کا خیال ہو۔ اس غرض کو لیے ہوئے ان کا دنیا میں آنا ہوا اور قدرت نے اس خدمت کے سرانجام کے لیے پورے سامان سے ان کو مسلح کر دیا۔ یعنی سچی آزادی اور حقیقی صداقت کا جوہر آپ کی ذات و طبیعت میں بھر دیا۔ اس جوہر کو نام و نمود۔ ریاکاری۔ تصنع۔ مکاری۔ جھوٹ فریب اور خود غرضی کے داغ دھبّوں سے پاک رکھا۔ عقل سلیم لی جس میں مکاری کا دخل

نہ تھا۔ ذہن دیا گیا جو رسا تھا۔ فکر عطا ہوئی جو غائر تھی۔ نظر وہ نصیب ہوئی، جو خوردبین بھی تھی اور دوربین بھی۔ ان کے اخلاق کریمہ کو شجاعانہ دلیری کے خمیر سے مخمر کردیا گیا۔ دل اُنھوں نے وہ پایا تھا جس میں قومی درد قومی محبت کے سوا اور کوئی عنصر نظر نہ آتا تھا۔ جس برگزیدۂ ازل کو قدرت نے وہبی طور پر ان صفات سے متصف کرکے دنیا میں بھیجا ہو، وہ ظاہری علوم اکتسابیہ کا ہرگز ہرگز محتاج نہیں رہتا آیندہ واقعات سے اس دعوے کے ایک ایک جزو کا قطعی اور بدیہی ثبوت بافراط ملیگا۔

اُس زمانہ میں تصنیف وتالیف کے بارہ میں یہ آزادی یا تعیم نہ تھی جو آج کل ہرجگہ پائی جاتی ہی۔ اس کام کا دائرہ نہایت درجہ تنگ ومحدود تھا مَنْ صَنَّفَ فَقَدِ اسْتَهْدَفَ کی ہیبت بڑے بڑے ذی علم اور اہلِ قلم کے دلوں پر چھائی ہوئی تھی۔ نئی تصنیف وتالیف کا حق صرف انھیں بزرگوں تک محدود تھا جن کے فضل وکمال علمیہ وعملیہ کا سکّہ لوگوں کے دلوں پر ایسا کچھ بیٹھ گیا ہو کہ کسی کو ان کے قول کی نسبت "سمعنا واطعنا"، کہنے کے سوا اور کچھ کہنے اور خیال کرنے کا موقعہ ہی نہ ہو۔ یہ حق گویا ان کا رجسٹری شدہ پیٹینٹ تھا اس پر بھی جو کوئی تحریر نکلتی اس کے لیے لازم تھا کہ سلف کی تعلیمات وعادات کی کسوٹی پر کسی ہوئی ہو۔ اس کا کوئی شوشہ، دائرہ۔ مرکز یا کشش پچھلوں کے کھینچے ہوئے مسطر کی لکیروں سے ذرّہ برابر اِدھر اُدھر نہ ہونے پاوے اور مذہبی حصار کی خیالی فصیل کے اندر محصور اور اُس کی آڑ پکڑے ہوئے ہو۔

ہمارے ہیرو سرسید اعظم علیہ الرحمہ کی بچپن طبیعت ان خیالی طلسموں کے اثر سے کب متاثر ہونے والی تھی؟ اُنھوں نے عین سر آغاز جوانی میں جبکہ شاید ان کی رسمی طالبعلمی کا دور بھی ابھی ختم نہ ہوا تھا۔ تصنیف وتالیف کے میدان میں مبارز

بن کر قدم بڑھایا اور "لمن القلم الیوم۔ لمن القلب الیوم" کا رجز دنیا کو سنایا۔

ملازمت سرکاری میں فرائض منصبی کے انجام کی مصروفیت۔ اذکار ذاتی کے اژدحام۔ ملکی روایات کا مسلمہ دباؤ۔ یا سوسائٹی کا رعب داب کبھی ان کے فطری رجحان طبیعت کو ایک منٹ کے لیے دبا نہیں سکا۔ باوجود کثرت مشاغل اور انبوہ موانع کے ابتدائے عمر سے جو ان کا قلم حرکت میں آیا تو۔ اور اُس نے روشنائی میں غوطہ لگایا ہی تو ان کے آخری دم تک نہ اس کے حرکت منقطع ہوئی نہ وہ سوکھنے پایا۔ ان کے قلم اور نبض کی حرکت گویا ایک دوسرے کی لازم ملزوم بن کر ہمدم اور ہم قدم رہیں۔ ان کی تحریرات کے مدت تخمیناً ساٹھ برس ہوگی۔ اس عرصہ کی ان کی مختلف تحریرات کی غرض و غایت گو باسباب ظاہر فی الجملہ مختلف دکھائی دیتی ہوں مگر اصولاً سب متحد الغرض ہیں اور وہ غرض متحد تھی اسلام اور اسلامیوں کے بہی خواہی اور اصلاح اور اس کا داعیہ تھا۔ سچی ہمدردی اسلام والمسلمین۔

پہلے پہل انھوں نے جو اپنے گھر کے اخبار "سید الاخبار" نام کے چلانے کے علاوہ چند مختلف المضامین کتابوں کے ترجمے کرکے شائع کیے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور و مقبول کتاب "کیمیائے سعادت" کے ایک حصے کا ترجمہ کیا۔ اسی طرح مشہور رسالے تحفہ اثنا عشریہ کے بعض ابواب کا انھوں نے ترجمہ کیا اور اُس کا نام "تحفہ حسن" رکھا۔ جر ثقیل پر کوئی پرانا رسالہ تھا اس کا بھی انھوں نے ترجمہ کیا اور "فوائد الافکار فی اعمال الفرجار" اس کا نام رکھا اور اس ترجمہ میں اپنی طرف سے بھی کچھ نہ کچھ اضافہ شاید اصل مسودات پر کیا۔ اس قسم کے تراجم کے علاوہ اُس زمانہ میں اُنھوں نے اپنے زور طبیعت سے چند مذہبی رسالے بھی لکھے۔ ان رسالوں سے ایک حد تک اس

امر کا اندازہ کیا جا سکتا ہی کہ ابتدا گیا اُس وقت ہیں جب رسالے لکھے گئے تو ہمارے سرسید رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدات مذہبی کیا تھے۔ تصوف کی مثلاً تصور شیخ کے متعلق "کلمیقہ" نام ایک رسالہ ہی جس میں اُنھوں نے بعض ایسے متصوفین کرام کے اس قول کی تائید کی ہی کہ تصور شیخ وصول الی اللہ کا ایک مستحکم ذریعہ ہی۔ یہ تحریک ایک مکتوبات کے رنگ میں ہی۔ جو اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہی۔ ایک اور رسالہ "طریق سنت در رد بدعت" جس کو فرقۂ اہل حدیث کے عقائد کی تائید اور اہل بدعت کے معمولات کی تردید سمجھنا چاہیئے۔ اس رسالے سے مصنف کی آزادی رائے اور جرات اخلاقی کا ثبوت ملتا ہی۔ اسی قسم کا ایک اور رسالہ "کلمۃ الحق" نام سے موسوم ہی اور جو پیری مریدی کے رسوم مرسومہ کی اصلاح میں لکھا گیا ہی۔ یہ رسالہ بھی گویا مسبوق الذکر رسالہ کا ہم مضمون یا اُس کے لگ بھگ ہی۔ اسی اصول پر ایک اور رسالہ "جلاء القلوب بہ ذکر المحبوب" نام ہی۔ اس میں جناب سرور کائنات کی ولادت سعید۔ معراج، معجزات اور رحلت کے متعلق روایات صحیحہ مستندہ کو جمع کر کے اُن بے اصل اور فرضی باتوں کی تردید کی گئی ہی جو مجالس میلاد نبوی صلعم میں پڑھی جاتی تھیں۔ اسی زمانہ میں سرسید نے ایک رسالہ "قول المتین در ابطال حرکت زمین" لکھا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ اُس وقت تک سرسیدؒ حرکت زمین کے قائل نہ تھے۔ اس رسالے میں گویا اُن لوگوں کی تردید کی گئی جو اُس وقت زمین کے متحرک ہونے کے قائل تھے۔ بعد کو خود سرسید نے اپنے رسالہ کے خلاف حرکت زمین کے اسباب میں تہذیب الاخلاق کے صفحوں پر مضمون لکھا ہی۔ اس سے ان کی حق پسندی کی تائید ہوتی ہی۔ اسی زمانہ کی اور تحریرات بھی سرسید اعظمؒ کی

گر ہم نے ان سب کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی یہ اور اُس زمانہ کی اور جو جو
تحریرات مختلفہ ہیں ہم ان سب کو ان کی تصانیف کے مبادیات میں داخل
سمجھتے ہیں؛

سر سیّد اعظم رحؒ کے دل میں باوجود جوش آزادی اور جدت رائے کے
اکابرین سلف اور اُن کے کارناموں کی جو عظمت تھی اس کی مثال ہم کو اپنے
زمانہ میں اور کہیں نہیں ملی۔ قدامت پرستی کا جو اثر ان کی طبیعت میں پایا جاتا تھا
وہ صرف اسی حدتک محدود تھا۔ گذشتہ زمانہ کے جو جو اکابرین گذرے ہیں ان
اوران کے ہر قسم کے کارناموں کی عزت بلا امتیاز قومیت و مذہب سر سیّد
اعظم رحؒ کے پاک دل میں ایسی ہی جاگزیں تھی جیسے نگین میں نام۔ خود ہم نے
بہت دفعہ سر سیّد کو دیکھا ہی کہ جب کبھی ان کے زمانہ کے ذی کمال ذی دفار
بزرگوں کا ذکر ان کی مجلس میں آتا تھا تو وہ اُن کی یاد سے ایسے متاثر ہو جاتے
تھے کہ اکثر دفعہ ان کے آنسو جاری ہو جاتے تھے اور صاف دکھائی دیا کرتا تھا
کہ باوجود سعی کے ضبط کا دامن ان کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا ہی۔ اور جس
ذوق شوق سے سر سید اعظم رحمۃ اللہ علیہ ان بزرگوں کے حالات و کمالات
کا ذکر کرتے تھے اس میں خاص کیفیت پائی جایا کرتی تھی جس سے سر سید نہایت
متکیّف دکھائی دیا کرتے تھے۔ ۱۸۸۴ء میں جب سر سید علیہ الرحمۃ نے پنجاب کا دوسرا
دورہ کیا ہی تو انجمن اسلامیہ لاہور کی طرف سے حضرت مولانا فیض الحسن صاحب
مرحوم نے ایک عربی قصیدہ سر سیّد کے استقبال و تعریف میں بطور سپاسنامہ
کے لکھا تھا جس کے پڑھنے کا حق خود مولانا ممدوح ہی کو حاصل تھا کہ تصنیف را
مصنف نیکو کند بیاں۔ جب مولینا نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر وہ قصیدہ پیش کرنا
چاہا تو سر سید اعظم رحؒ نے اپنی کرسی سے اُٹھ کر مولانا کے ہاتھ سے وہ قصیدہ چھین لیا

اور فرمایا کہ مولانا آپ تشریف رکھیے میں آپ کے سامنے قصیدہ پڑھتا ہوں اور ان کو وہ قصیدہ باوجود تمامتر اصرار احباب کے نہیں پڑھنے دیا۔ غالباً مولانا کے اس قدر بزرگداشت وعظمت کا خیال اور اس کی اتنی مراعات اُنھوں نے صرف اس وجہ سے کی ہو کہ جب سرسید نے اپنی ملازمت میں اپنے درس عربیہ کی تجدید اپنے وطن دہلی میں مکرر آنے کے بعد کی ہو تو شاید ادب کے کچھ سبق یا کچھ کتابیں ان سے پڑھی ہوں۔ مولانا فیض الحسن صاحب ممدوح اُس کے بعد شاید کئی سال تک علی گڑھ میں سرسید کی تحریک سے اور ان کی ماتحتی میں سیٹنفک سائٹی کے ملازم بھی رہے تھے۔ غرض جن کی عزت وعظمت سرسید کے دل میں ایک دفعہ جگہ پکڑ جاتی تھی پھر امتداد ہو یا انقلاب حالات سے وہ مندرس ہونے نہیں پاتی تھی۔ ہم نے کانفرنس کے اجلاسوں میں بارہا دیکھا ہو کہ کسی صاحبِ کمال کو اگر کانفرنس میں آنے کا اتفاق ہو گیا ہو تو سرسید نے سب سے زیادہ ان کے بزرگداشت اور عظمت کو ملحوظ خاطر رکھا ہو اور عین اجلاس میں صدر پر ان کو جگہ دی ہو۔ سرسید اعظم کے مایۂ وطن پرستی اور احترام قدامت کا پہلا اور نمایاں ظہور "آثار الصنادید" کے لکھنے میں ہوا۔ آثار الصنادید کا جمع کرنا اور لکھنا اُنھوں نے اُس وقت شروع کیا جب وہ فتحپور سیکری سے بطور جوڈیشل عہدہ دار صدر امینی پر تبدیل ہو کر دہلی آئے ہیں۔ یہی وہ زمانہ ہو جس میں اُنھوں نے علوم عربی کی متوسطات کو از سر نو دیکھا۔ اس کا ذکر ہم اوپر بھی کر آئے ہیں۔ اس زمانے کو ہم سرسید اعظم کی تصنیفات کا دوسرا اور متوسط دور سمجھتے ہیں۔ یہ کتاب اپنی نوعیت میں ایک نو ایجاد جدت رکھتی تھی۔ اور اسلاف محترمین کے ایک صنف کے کارناموں کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ اس کتاب کے لکھنے میں جو جو دماغ سوزیاں جسمانی مشقتیں اور زر خطیر کا خرچ

مولف نے برداشت کیا اس کی قدر اپنے ملک میں تو کیا ہوتی اور کون کرتا مگر ہاں ممالک یورپ انگلستان اور فرانس میں اس کی واجبی قدر و منزلت کی گئی اور ان دونوں زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے اور پہلا ایڈیشن ختم ہو جانے کے بعد دوسرا ایڈیشن کچھ اضافوں اور اصلاحات کے بعد شائع ہوئے اہل انگلستان نے اس کتاب کی اتنی عزت کی کہ صرف کتاب کو دیکھکر ایمان بالغیب کے طور پر مولف کو رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا ممبر منتخب کیا اور سوسائٹی مذکور کا آنریری فیلو مقرر کیا اس کتاب سے مولف کی عظمت اور جلال کے عالیشان تعمیر کا سنگ بنیاد قائم ہو گیا۔

اپنی تالیفات کے دور متوسط میں دوسری کوشش سرسید اعظم رح کی "آئین اکبری" کی تصحیح کے متعلق تھی اور اس کام کو اُنھوں نے یادگار سلف کے شوق میں نہایت ذوق و شوق سے انجام دیا تھا۔ عجب نہیں کہ خود اُن کو اپنے اس کام پر ایک حد تک نازش بھی رہی ہو۔ انصاف شرط ہی، جس قابلیت اور محنت سے اور جس طرح پر مصحح نے اس کام کو پورا کیا وہ اپنی نوعیت میں مصحح کی بلند نظری سے اتنا رفیع الشان ہو گیا ہی کہ معمولاً کسی اور کے خیال کی رسائی وہاں تک ہونا اب شاید محال نہ بھی جاوے مگر نہایت دشواری سے خالی نہیں۔ خاصکر بہ لحاظ اُس وقت کے جب وہ تصحیح کی گئی۔ "تصحیح" کے لفظ سے بادی النظر میں ذہن ادھر بھی منتقل ہوتا ہی کہ لفظی اور کتاب کی غلطیوں کی اصلاح و تصحیح ہوئی ہوگی۔ مگر ہمارے ہیرو کی نظر تصحیح اس سے بہت زیادہ بلند و وسیع تھی۔ اُنھوں نے اپنی تصحیح سے گویا ایک مردہ میں تازہ جان ڈالدی ہی۔ ایک خزینۂ مدفون کو نکالکر پیش نظر کر دیا ہی جو اجزا معطلہ تھے اُن کو کارآمد بنا دیا ہی اور اکثر مہملات کو بامعنی غیر مفہوم چیزوں کو

مذاق اہل الفہم کر دیا ہی یہ کتاب معلوم ہی کہ اکبر بادشاہ کے عہد کا مجموعہ قوانین ہی اور اس کے تالیف اور تصنیف میں ابو الفضل کے علم انشا پردازی کی مینا کاری نے اپنے جوہر دکھائے ہیں۔ امتداد مدت اور نقل النقل ہوتے ہوتے بار بار کی مختلف چھاپوں سے الفاظ و عبارت میں طرح طرح کی اغلاط جگہ جگہ پکڑ گئے تھے۔ ہمارے مصحح نے جگہ جگہ سے متعدد نسخہ جات فراہم کرکے نہایت عرقریزی اور غور فکر کے بعد ان اغلاط کو رفع کیا اور اختلافات کو اُٹھایا صرف یہی نہیں بلکہ جہاں جہاں اصل مصنف کی اپنی غلطیاں یا فروگذاشتیں پائی گئیں ان کو بھی رفع کیا۔ جہاں عہد اکبری کی مصطلحات خاص مجہول الکیفیت معلوم ہوئیں اُن کو تحقیق کے بعد صاف کر دیا۔ اصل کتاب میں جو غیر زبانوں کے الفاظ غیر مانوس معلوم ہوئے اُن کے معانی لکھوائے اصل کتاب میں جا بجا اُس وقت کے مروجہ اوزان و نقود کا ذکر آیا تھا اور وہ اُس وقت اس ملک میں بالکل غیر متعارف اور مجہول الحقیقت تھے سر سیّد نے نافذہ وقت اوزان و نقود رائجہ سے مقابلہ کرکے ان کی تصریح کر دی۔ کتاب میں جن جن سکّوں کا ذکر آیا تھا ان کے دونوں رخ کی تصویر اپنے مصحح نسخے میں درج کرکے ان کی عبارتوں کو صاف الفاظ و عبارت میں لکھدیا۔ ان پر کہیں کہیں مفید حواشی لکھے اور اُس وقت کے بعض اُن سکوں کا بھی ذکر لکھا جو اصل کتاب میں مذکور نہ تھے۔ کچھ مفید و ضروری تصاویر مزید کا اپنے مصحح نسخے میں اضافہ کیا اور اُس کو جتا دیا۔ اصل کتاب زیادہ افہام تفہیم کے قابل بنانے کی غرض سے اور طرح طرح کے اضافے بھی کتاب میں کیے۔ مصحح کے نمایاں کاموں کی مجمل فہرست لکھدینا تو بہت آسان ہی۔ مگر ہر شخص خوب سمجھ سکتا ہی کہ ان کاموں کے سرانجام میں کام کرنے والے کو

کیا صعوبات اُٹھانا پڑی ہونگی۔ اور کتنی عرقریزی و دماغ سوزی کے بعد وہ کام انجام پذیر ہوا ہوگا؟

اصل کتاب "آئین اکبری" اپنی مروجہ صورت میں اس تصحیح سے پہلے ہی انگریزی زبان میں ترجمہ ہوکر قدرشناسان انگلینڈ کی مقبولیت کا تمغہ حاصل کرچکی تھی۔ مگر نقادان یورپ نے سرسید علیہ الرحمۃ کی تصحیح و محنت کی اصلی اور واجبی عزت و قدر کی کہ پچھلے ترجمے کو بیکار سمجھ کر اس مصححہ نسخے کا مع اضافات سرسید کے ازسرنو ترجمہ کراکر شائع کرایا جس سے وہ پہلا ترجمہ گویا منسوخ کردیا گیا۔

آئین اکبری کی تصحیح کے متعلق ایک عجیب واقعہ یاد آگیا۔ نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خاں مرحوم المتخلص بہ "غالب" عرف مرزا نوشہ کے مجموعہ نظم فارسی میں ایک مثنوی ملی ہو جو بہ عنوان "تقریظ آئین اکبری مصححہ سید احمد خاں صدر الصدور مراد آباد" شائع ہوئی۔ ہم اس تقریظ کو بجنسہ یہاں نقل کرتے ہیں جس سے پایا جاوے گا کہ مرزا غالب کے ایسے نازک دماغ شاعر کے دل پر بھی سرسید کی فطرت عالیہ اور بلند منشی کا سکہ کیسا بیٹھا ہوا تھا غالب لکھتے ہیں ؎

مژدہ یاراں راکہ ایں دیریں کتاب
یافت از اقبال سید فتح باب

دیدہ بینا آمد و بازد قوی
کہنگی پوشید تشریف نوی

وینکہ در تصحیح آئیں رائے اوست
ننگ و عار ہمت والائے اوست

دل بہ شغلے بست و خود را شاد کرد
خود مبارک بندہ آزاد کرد

گوہرش را آنکہ نہ تواند ستود
ہم بدیں کارش ہمیداند ستود

بر چنیں کارے کہ اصلش ایں بود
آں ستایدکش ریا آئیں بود

منکہ آئین ریا را دشمنم!
در وفا اندازہ دان خود منم

گر بدیں کارش نگویم آفریں — جاے آں دارد کہ جویم آفریں
باید آئینان نمانم در سخن — کس نہ داند انچہ دانم در سخن
کس مخر باشد بہ گیتی ایں متاع — خواجہ راچہ بود امید انتفاع
گفتہ باشد کیں گرامی دفتر است — تا چہ بیند کاں بدیدن درخور است
گر ز آئیں میرود با ما سخن — چشم بکشا و اندریں دیر کہن
صاحبانِ انگلستاں را نگر — شیوہ و اندازِ اینان را نگر
تا چہ آئینہا پدید آوردہ اند — انچہ ہرگز کس ندید آوردہ اند
زیں ہنرمنداں ہنر بیشی گرفت — سعی بر پیشینیاں پیشی گرفت
حقِ ایں قوم است آئیں داشتن — کس نیارد ملک بہ زیں داشتن
داد و دانش را بہم پیوستہ اند — ہند را صد گونہ آئیں بستہ اند
آتشے کز سنگ بیروں آورند — ایں ہنرمنداں زخس چوں آورند
تا چہ افسوں خواندہ اند اینان بر آب — دود کشتی راہمیراند در آب
گہ دخاں کشتی بہ جیحوں مے برد — گہ دخاں گردوں بہاموں مے برد
غلطکِ گردوں بہ گرداند دخاں — نرہ گاو و اسپ را ماند دخاں
از دخاں زورق بہ رفتار آمدہ — باد و موج ایں ہردو بیکار آمدہ
نغمہ ہاے بے زخمہ از ساز آورند — حرف چوں طائر بہ پرواز آورند
مے نہ بینی کہ ایں دانا گروہ — در دو دم آرند حرف از صد کروہ
مے زند آتش بباد اندر ہمے — مے درخشد باد چوں اخگر ہمے
رو بہ لندن کاندراں رخشندہ باغ — شہر روشن گشتہ در شب بے چراغ
کاروبارِ مردمِ ہشیار بیں — در ہر آئیں صد نو آئیں کار بیں
پیش ایں آئیں کہ دارد روزگار — گشتہ آئینِ دگر تقویم پار

ہست اے فرزانۂ بیدار مغز | در کتاب این گونہ آئینہاے نغز

چون چنین گنجِ گہر بیند کسے | خوشہ زان خرمن چرا چیند کسے

طرزِ تحریرش اگر گوئی خوش است | نے فزون از ہرچہ میگوئی خوش است

ہر خوشے را خوشترے ہم بودہ است | گر سرے است افسرے ہم بودہ است

مبدءِ فیاض را مشمر بخیل | نور میریزد رطب ہا زان نخیل

مردہ پروردن مبارک کار نیست | خود بگو کان نیز جز گفتار نیست

غالب آئینِ خموشی دلکش است | گرچہ خوش گفتی نگفتن ہم خوش است

در جہان سیّد پرستی دینِ تست | از ثنا بگذر دعا آئینِ تست

این سراپا فرّہ و فرہنگ را | سیّد احمد خانِ عارف جنگ را

ہرچہ خواہد از خدا موجود باد | پیشِ کارش طالعِ مسعود باد

اس نظم میں مرزا نوشہ مصحح کی محنت کی داد دینے کی جگہ ان کے اس کام کو کوہ کندن و کاہ برآوردن کا مصداق بتاتے ہیں۔ اصل کتاب کے مضمون اور قوانین مندرجہ کتاب کو انگریزوں کے قوانین ملکی ملک داری اور تجارت مفیدہ کے مقابلہ میں ہیچ کارہ کہتے ہیں۔ اصل کتاب کی انشاپردازی کی بھی گوناگون تحقیر کرتے ہیں۔ جو شاید ان کی نظر میں زیادہ شگفتہ اور دلکش نہ ہوگی۔ غرض اصل کتاب پر تو اُنھوں نے سرتا سر نکتہ چینی کی ہے۔ یہاں تک کہ اس میں یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ اس کا خریدار ہی کون ہوگا اور حضرت مصحح کو اس سے انتفاع کی امید ہی کیا ہو سکتی ہے؟ با این ہمہ وہ سرسید اعظمؒ کی عالی گہری بلند نظری ہمت عالیہ اور اُن کے استقبال عظیم الشان کے قائل اور مثنوی کے دوسرے ہی شعر میں مصحح کی قوت نظریہ اور محنت شاقہ کے ثناگستر ہیں۔ جس طرح مرزا کا خیال کتاب کی کساد بازاری یا قحط خریداری کے نسبت

غلط ثابت نہیں ہوا اسی طرح مصحح کے استقبال عظیم الشان کے نسبت مرزا کا لفظ صحیح ثابت ہوا۔ ایک لطیفہ یہ ہی کہ ثنوی کے شعر آخر میں لفظ "مسعود" کچھ ایسی ترکیب سے آگیا ہی کہ اگر بجائے رندمشرب مرزا غالب مرحوم کے کسی مذہبی عالم عامل یا پیشوا کے کلام میں یہ لفظ اس طرح اور ایسے مقام پر آجاتا تو آج لوگ اس کو جامع کتاب کے متعلق اور ان کے جمع مکتوبات کے نسبت پیشینگوئی کا رنگ چڑھا دیتے۔

اسی نوع تجدید رسوم مندرسہ کی مد میں سرسید اعظم کا ایک اور کام "تاریخ فیروز شاہی" مولفہ ضیاالدین برنی کی تصحیح کا ہی۔ اس کی تصحیح کو بھی مصحح نے نہایت اہتمام و جانفشانی سے انجام دیا۔ تکمیل تصحیح کتاب کے ساتھ اپنے طرف سے ایک بسوط دیباچہ لگایا جس میں شاہان سلف کے مختلف تاریخوں کا بالعموم اور فیروز شاہ کی تاریخ و حالات کا خصوصیت کے ساتھ نہایت مدلل و منقول تذکرہ درج کیا اور اس میں کتاب کے مولف ضیا برنی کا حال بھی تحقیق و تدقیق کے ساتھ لکھا ہی۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے شکرگزاری و احسانمندی کے ساتھ اس محنت کی یہ قدردانی کی کہ اپنے خرچ و اہتمام سے کتاب مذکور مع دیباچہ مصحح کے چھپوا کر شائع کیا۔

سرسید کے اصلی جذبات فطریہ یعنی ہمدردیٔ مسلمانان اور سچائی کے ساتھ وفاداری سرکار کے نمایاں ظہور کا موقعہ غدر ۱۸۵۷ء کے پرشور زمانہ سے پیدا ہوا۔ غدر کی افراتفری نے یوں تو سارے ملک میں ہیجان برپا کر دیا تھا۔ مگر ضلع بجنور جہاں اس وقت سرسید کی تعیناتی تھی وہاں نوابی اور بعض رعایا کی خانہ جنگیوں نے اس طوفان شورش میں وہ تلاطم پیدا کر رکھا تھا کہ کسی شخص کی عزت آبرو و مال جان کے تحفظ کی کوئی صورت اطمینان نہ تھی

خود سرسید کو نہ وہاں ٹھہرنے کا کوئی موقعہ تھا نہ بھاگنے کی جگہ اس رستخیز
میں اُنھوں نے سرکار اور ملک کی جو جو خدمات کیں ان کا اس مختصر تحریر میں
لکھنا مشکل ہی۔ یہاں سرسیّد کی تصنیف و تالیف کے ضمن میں ہم اُن کے رسالہ
"اسباب بغاوت" کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ یہ پہلا موقعہ سرسیّد کی زندگی میں
تھا جس میں ان کی صداقت۔ ہمدردی اور اخلاقی دلیری کی شعاعوں کا ظہور
ہوا۔ مصنف نے اس رسالے میں سرکار انگریزی کے عمال کے طرز عمل پر
مخلصانہ نکتہ چینی کرکے گورنمنٹ کو ناصحانہ مشورہ دیا تھا۔ سرسید کے بڑے
بڑے اہل الرائے دوستوں کا خیال یہ تھا کہ اس تحریر سے سرسیّد خود باغی قرار
پا جاویں گے۔ سرسید نے یہ جواب دیا کہ بات سچی ہی اور اس سے اہل ملک کی
بھلائی کی امید بھی ہی۔ اگر اس کام میں میری جان و مال جاتا بھی رہے تو
کچھ مضائقہ نہیں۔ مصنف کی دانشمندی و اخلاص کا ثبوت اس واقعہ سے
ملتا ہی کہ اُنھوں نے اس رسالے کی جتنی کاپیاں چھپوائیں ان میں صرف
ایک نسخہ تو گورنمنٹ ہند میں ایک بھیجا باقی سب کی سب ولایت کو پارلیمنٹ
میں بھیجدیں۔ انھیں لوگوں کے اصلاح خیال کے لیے یہ رسالہ لکھا گیا تھا۔ اپنے
نام نمود کے لیے ملک اور اہل ملک کو یہ کتاب دکھلائی تک نہیں۔ بالآخر اس
سعی جمیلہ کی سرکار نے بہت قدر و منزلت کی۔ اسی زمانہ میں اُنھوں نے
سرکشی بجنور کی ایک تاریخ بھی لکھی مگر اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

مسلمانوں کے جوش ہمدردی نے سرسیّد کو نعل در آتش کر رکھا تھا۔ حالت
قوم کے جس پہلو پر ان کی نظر جاتی اُس میں رذالت کے سوا اور کوئی چیز کے آثار
معلوم نہوتے تھے وہ اضطرار کے ساتھ اسی کی صلاح و اصلاح میں مصروف
ہو جاتے تھے۔ اسی دھن میں اُنھوں نے اپنے زمانۂ قیام غازی پور میں سائنٹیفک

سوسائٹی قائم کی اور بہت بڑے پیمانہ پر اس کی بنیاد رکھی۔ اُس وقت کی صاحب وزیر ہند سوسائٹی مذکور کے مربی اور لفٹنٹ گورنر صاحبان ممالک غربی وشمالی و پنجاب نے اس کا نائب مربی ہونا منظور کیا۔ اس سوسائٹی کے لیے بہت بڑے پیمانے پر چندہ کا اہتمام کیا اور اسی غرض سے اُنھوں نے ان دنوں کلکتے کا سفر کیا۔ جہاں اُنھوں نے سوسائٹی کے اغراض ومقاصد اور اُس کے آئندہ فوائد پر فارسی زبان میں ایک فصیح وبلیغ نہایت موثر لکچر دیا۔ لکچرار کی فارسی تحصیل پر نظر کرتے ہوئے جو معمولی ابتدائی درسی کتابوں گلستاں بوستاں یا شاید اسی پایہ کی ایک آدھ اور کتاب سے آگے نہیں بڑھی تھی۔ حیرت درحیرت ہوتی ہو کہ ان کو اس زبان پر ایسی قدرت کہاں سے حاصل ہوگئی تھی؟ یہ لکچر باعتبار اپنی رفعت شان کے ان کے مبلغ تعلیم سے اتنا ہی بلند نظر آتا ہو جتنا سطح سمندر سے کوہ ہمالہ کے کنچن جنگا چوٹی ہو۔ یہی کیفیت سرسیّد کی اور فارسی تحریروں کی ہو جو وقتاً فوقتاً شائع ہوچکی ہیں اور ان مکتوبات میں جن کا یہ دیباچہ ہو بعض ان کے فارسی زبان کے خط بھی اس پایہ کے پائیں گے۔ یہ سب کرشمہ استعداد و قابلیت ازلی کا تھا۔ جس کی طرف ہم اوپر اشارہ اجمالاً کر آئے ہیں۔ غرض اس سوسائٹی کے لیے اُس وقت کے لحاظ سے معتدبہ چندہ ہوا۔ اور غازی پور میں ایک اسکول بھی قائم ہوا جو اب تک وکٹوریہ ہائی سکول کے نام سے چل رہا ہی۔ ایسا ہی ایک سکول ان کی یادگار کا مرادآباد میں بھی قائم ہوا تھا۔ سرسیّد کی تبدیلی غازی پور سے علی گڑھ کی ہوگئی۔ سوسائٹی کی روح رواں تو صرف سرسیّد تھے اس لیے سوسائٹی کا سب سامان ان کے ساتھ علی گڑھ چلا آیا۔ اس سوسائٹی میں مدتوں تراجم وغیرہ کا کام ہوتا رہا

اور اب ایک شاندار باغ اور اس کے اندر ایک وسیع کوٹھی سوسائٹی کی علی گڑھ میں موجود ہے اس میں مطبع مسلم یونی ورسٹی انسٹی ٹیوٹ بطور ہمارے کالج کی ایک اہم شاخ کے موجود ہے۔

سرسیّد کے متعدد لکچر اور موقت الشیوع رسالے وقتاً فوقتاً جاری ہوتے رہے اور اکثر ان میں بار بار شائع بھی ہو چکے ہیں۔ ان سب کا اس جگہ ذکر کرنا دشوار ہے۔

سرسیّد کی تصانیف میں ایک خاص تصنیف جو اپنی ذات میں جدت و اہمیت کو دوش بدوش لیے ہوئے ہے وہ انجیل کے عہد عتیق اور عہد جدید کی تفسیر ہے۔ مسلمانوں میں سرسید منفرد ہیں جنھوں نے انجیل کی تفسیر اسلامی اصول پر لکھنے کی جرات کی ہے۔ اس کے سرآغاز میں اُنھوں نے ایک عجیب و غریب حیرت انگیز مگر نہایت درجہ معقول سبق آموز مقدمہ دیا ہے جس کی رفعت و شان اُس کے مطالعہ ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ افسوس ہے کہ یہ تفسیر پوری نہوئی

مسائل مذہبیہ کے متعلق سرسید کے دو رسالے اور ہیں ایک حلت طعام اہل کتاب پر دوسرا ابطالِ غلامی کے باب میں۔ ان دونوں رسالوں میں مصنّف نے نہایت مضبوط دلائل شرعیہ آیات و احادیث سے اپنے دعاوی کو ثابت کیا ہے۔ حلت طعام کے بارے میں اُنھوں نے نہایت آزادی کے ساتھ اپنے قول کی صداقت کا ثبوت علی رؤس الاشہاد خود اپنے عمل سے دیا اور پھر ساری دنیائے اسلام نے اپنے عمل عامہ سے اس کی صداقت کو تسلیم کیا ابطالِ غلامی میں بھی اُنھوں نے نہایت واضح اور مضبوط دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اصلِ اسلام میں عرفی غلامی کا کہیں پتہ نہیں۔

سرسیّد کی عمر بھر کی تصانیف سے بہ لحاظ اصول و فروع اسلام یہ لحاظ

داخلی و خارجی تعلقات و اثرات اسلام اور بہ لحاظ حمایت و اثبات صداقت اسلام کے سب سے اقدم سب سے اہم خطبات احمدیہ ہے جو اپنے مضمون کی معقولیت سنگینی اور متین ہونے کے اعتبار سے سلف وخلف کی سب تحریرات میں ایک خاص امتیازی شان رکھتی ہے اور جو مسلم وغیر مسلم انصاف پسند طبائع کے لیے مفید ہونے میں یکسانیت کا پہلو لیے ہوئے ہے اور جس میں معترضین اسلام کے اعتراضات کی عقلیہ و مستند شافی جوابات ہیں۔ جس میں سیرت اور تاریخ کا بھی رنگ ہے اور تحقیق حقیقی کا جوہر بھی ہے یہ کتاب ایسی محنت تلاش اور جانکاہی سے لکھی گئی تھی کہ مصنف جیسے شیدائے قوم کے سوا اور کسی متنفس سے اس کا سرانجام ہونا محال تھا۔ غیر مذاہب غیر ملک کے مصنفین اور اہل علم و اہل قلم نے جس عزت و عظمت کے ساتھ اس کتاب کے تبصرے لکھے اور اس کی تعریفیں کیں اس کی مثال بھی دنیا میں ملنا دشوار ہے۔ باعتبار اپنی جامعیت و معقولیت کے یہ کتاب عدیم النظیر اور فقید المثال ہے جو محنت مصنف نے اس کی تالیف میں انگلستان میں بیٹھے ہوئے کی ہے۔ اس کا پتہ اس مجموعہ مکتوبات کے اُن خطوط سے ملتا ہے جو عین اس کی تالیف کے زمانے میں مولف نے اپنے ہمدم وہمقدم عزیز دوست نواب محسن الملک مرحوم کے نام لکھے ہیں۔ اس کتاب کا تفصیلی حال لکھنے کی اس دیباچہ میں گنجائش اور موقعہ نہیں ہے اور ہم صرف سرسید کی تصنیفات تالیفات کی فہرست لکھ رہے ہیں۔ اس لیے اس کتاب کا صرف نام ظاہر کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

سرسید کی تصانیف میں ان کے اپنے سفرنامے (انگلستان اور پنجاب کے، جن میں ان کے مختلف لکچر۔ تقریریں اور مضامین دقیقہ کا حال بھی درج ہے۔ نظر انداز نہیں کیے جا سکتے۔ سرسید کے اس صنف تحریرات سے اہل ملک

کے لیے ایک جادۂ مستقیم قائم ہو گیا ہی۔

شاید سب سے بہتر سرسید کے اصلی خیالات کا اظہار ان مضامین سے ہوتا ہی جن کو اُنھوں نے علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ اور تہذیب الاخلاق کے متعدد جلدوں میں وقتاً فوقتاً شائع کیا ہی۔

ان کی تصانیف میں مشہور اور عظیم الشان تصنیف اِن کی اپنی تفسیر القرآن ہی جو افسوس ہی کہ پوری نہونے پائی۔ تفسیر کا آخری حصہ جس میں سورۂ کہف سورۂ مریم اور سورہ طٰہٰ کی تفسیر ہی۔ مفسر کی وفات کے بعد شائع ہوا ہی۔ اس کا مسودہ کاغذات میں بعد وفات سرسید کے ملا اور اسی طرح چھپوا دیا گیا گیا۔ اس سے سولہ پارہ کلام پاک کی پوری تفسیر ہو گئی۔ معظمات مسائل کی بحث اس حصہ تفسیر میں آگئی ہی۔ سلسلہ تفسیر میں ایک اور چھوٹا رسالہ "التحریر اصول التفسیر" بھی جو سرسیّد اور نواب محسن الملک کے اس مضمون پر مراسلت ہی اور شائع ہو چکی ہی۔ نظر انداز ہونے کے قابل نہیں۔

خود سرسیّد نے "تصانیف احمدیہ" کے نام سے اپنی کل تصانیف کو ایک جگہ جمع کرنے کی فکر کی تھی اور اُس کے کچھ حصص مرتب ہو کر شائع بھی ہوئے تھے مگر غالباً اس کی تکمیل نہیں ہو سکی۔ اور مشکل بھی تھا۔ کیونکہ زندگی میں سرسید کا قلم لکھنے سے باز نہیں آیا اور ان کے ہاتھوں۔ ان سب کا تجمع ہونا دشوار تھا۔ البتہ اب اس کی تکمیل ہو سکتی ہی اگر کوئی صاحب اس کا بیڑا اٹھا دیں۔

ہم نے اوپر جو سرسید کی تصنیفات و تالیفات کا ذکر کیا ہی۔ ہم معترف ہیں کہ یہ جامع نہیں ہی۔ ہمارے ذہن میں اس وقت بھی ان کی کچھ نہ کچھ تحریرات مستحضر ہیں جن کا اوپر ذکر نہیں ہوا اور اب اُن کے ذکر سے طول عمل کے پیدا ہونے کا احتمال ہی اس لیے زیادہ تفصیل کو بالقصد نظر انداز کیا

جاتا ہے۔ یہ ضرور ہمارا خیال ہے کہ سرسید کی سب تحریرات اپنے اپنے اوقات پر خود ان کے روبرو شائع ہو چکی ہیں۔ اگر ان کے قلم کی یادگاروں میں سے کوئی چیز اشاعت سے بچی ہے تو صرف ان کے مکاتیب ہیں۔

جس طرح ان کی عمر کی مساعی بہ لحاظ ہر طرح سے کامیاب اور مشکور ہوئی ہیں ان کی ہر قسم کی تحریرات نے بھی ملکی غیر ملکی دوستوں دشمنوں، دنیا داروں۔ اور دین داروں قدامت پرستوں اور اس زمانہ کے جدت پسندوں کے دلوں پر رفتہ رفتہ اور دیر سویر اپنی مقبولیت کا سکہ بٹھا دیا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ کسی خاص جزئیے پر اگر کسی کو ان کی رائے سے اختلاف ہوا بھی ہے تب بھی کسی نے ان کی نیت یا ان کے اخلاص و ہمدردی یا صداقت کی متعلق شبہ نہیں کیا۔ زیادہ سے زیادہ اُس کو غلطی رائے پر جو اجتہادی غلطی سے زیادہ نہیں محمول کیا ہے۔ ہم کو معلوم ہے کہ ابتداً لوگوں نے ان کو خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا سمجھا۔ ان کی تکفیر کے فتوے بڑے اہتمام سے جاری کیے اور کرائے گئے۔ مشہور ہے کہ اسی غرض سے لوگوں نے بحری و بری سفر کیے۔ ان کو شیطان دجّال کرسٹان سبھی کچھ کہا گیا۔ مگر رفتہ رفتہ یہ مخالفت مٹ گئی اور ان کے مخالفین بھی ان کے قول و فعل سے بسبب ضرورت استناد کرنے لگے۔ یہی ان کے مقبول لیڈر اور مستند ہونے کی دلیل ہے۔ ان کے طریق عمل نے اس بحث کا بھی خاتمہ کر دیا کہ آیا کلام کی تاثیر میں متکلم کے صدق مقال کو زیادہ دخل ہے یا سامع کے مذاق کو؟ یعنی ان کے استقلال سے یہ امر صاف ہو گیا کہ سامع کے مذاق کا جو کچھ اثر کلام متکلم پر ہوتا ہے وہ بجلی کی ایک چمک سے زیادہ دیرپا نہیں ہو سکتا۔ اصلی اور مستقل اثر خود کلام کی حقیقی صداقت سے پیدا ہوتا ہے۔

۱۷۔ ان کی سب تقریروں اور تحریروں میں ایک خصوصیت خاصہ یہ رہی ہے

کہ ان کا کلام حشو و زوائد۔ لغو۔ فضولیات سے معرّا ہوتا تھا۔ ان کا نصب العین ہمیشہ یہ رہا ہی کہ سامعین ان کے مفہوم و مقصود کو پورے طور پر سمجھیں۔ اس بنا پر اُنھوں نے اپنے کلام میں حد درجہ کی سادگی اختیار کی جو ہر پہلو سے سہل ممتنع کا حکم رکھتی تھی۔ وہ مشکل سے مشکل علمی مسائل کو سہل سے سہل الفاظ میں ایک آدمی کے ذہن نشین کر دیتے تھے۔ ان کے الفاظ میں انتہا درجے کی فصاحت اور مضمون میں بدرجہ اتم بلاغت ہوتی تھی۔ مگر اُنھوں نے نمائشی لفاظی اور دور از کار انشاپردازی اور عبارت پیچیدہ کی رنگینی کو کبھی پاس نہیں آنے دیا۔ ہم کو ان کی بہت سی تقریروں کے سننے کا اتفاق ہوا ہی کبھی سامعین کو یہ خیال بھی ہوا ہی کہ تقریر کے وقت سرسید کی طبیعت میں جوش کے آثار بھی پائے جاتے ہیں مگر اُنھوں نے اپنی مدعا کے اصلی محاسن کو آواز کے غیر طبعی اور مصنوعی زیر و بم ہاتھ پیر کے غیر معمولی حرکات۔ خارجی اور بیکار استعارات و کنایات۔ ضرب الامثال و حکایات، غلط اقتباسات نقل اشعار یا اسی طرح کے اور بیرونی تصنعات سے لیپ پوت کرنے سے ہمیشہ محفوظ رکھا ہی۔ عام مقرروں خطیبوں کی عادت مرسومہ کے خلاف ان کی یہ کوشش معلوم ہوتی تھی کہ ان کی بات اور اصل مدعا اپنی حقیقی خط و خال کے ساتھ ہر طبقہ کی شائقین کے ذہن میں یکساں طور پر اتر جاوے۔

یہی صفت ان کی مکتوبات میں جو اب شائع ہوتے ہیں موجود ہی۔ ان کے علاوہ جو اور خطوط ان کے ہماری نظر سے گزرے وہ بھی اسی صفت کے حامل ہیں جس طرح سرسید کے شائع شدہ تحریرات اپنے غرض تامہ کے حاصل کرنے میں قاصر نہیں رہیں۔ اور دنیا نے ان سے طرح طرح کے فوائد حاصل کیے ہیں ہم کو یقین ذاتی ہی کہ یہ مکتوبات بھی ناظرین کے حق میں کسی پہلو سے کم مفید

نہوں گے اور ان کے ناظرین بقدر اپنے اپنے انجاد کے ان سے مستفید ہوئے
جب سے دنیا میں تہذیب انسانی کا دور دورہ ہوا ہے وہ تہذیب چاہے بھی جس رنگ کی رہی ہو یہ طریقہ مقبول عام چلا آتا ہے کہ اپنے اپنے وقت کے اکابرین، لیڈروں اور بزرگوں کے کارناموں اور سوانح عمری کے علاوہ ان کے ملفوظات۔ مکتوبات کو اُن کے مریدین معتقدین یا ان کے پیرو لوگ خاص اہتمام سے جمع کرکے شائع کرتے ہیں۔ دنیائے اسلام بھی اپنے بزرگوں اکابرین دین۔ ائمہ کرام مجتہدین مجددین علمائے عظام۔ متصوفین مشائخ اور رہنما حضرات کے فیوض و احسانات کی قدر دانی کے اعتراف میں اس امر خاص کے متعلق کسی قوم سے ہٹے یا پیچھے نہیں رہے۔ متقدمین کی نسبت متاخرین نے اس میدان میں بہت زیادہ قدم بڑھایا ہے۔ شاید یہ وجہ ہو کہ پچھلے زمانے میں تالیف و تصنیف کی اشاعت کے ذرائع اس قدر سہل الحصول اور عام نہ تھے جو بعد میں ہوتے گئے۔ پچھلی صدی کے اندر سرسیدؔ کا وجود باجود ہم لوگوں کے لیے بہت بڑی رحمت یزدانی کا حکم رکھتا تھا۔ اگر اس سیل و نہار اور طبع و انطباع کی موجودہ سہولتوں کے ہوتے ہوئے سرسیدؔ کے مکتوبات کی فراہمی اور اشاعت کا اہتمام نہ ہوتا تو درحقیقت ساری قوم کے ماتھے پر ناقدر دانی اور ناسپاس گزاری کا ٹیکہ لگا رہ جاتا۔ اور دنیا اُس ریفارمر کے اس صنعت تحریر کے افادہ سے ہمیشہ کے لیے محروم رہ جاتی۔ صاحب مکتوبات رشید پوتے کا یہ سارے قوم کے سر پر احسان ہے کہ اس ضروری کام کا بوجھ سید راس مسعود صاحب

بالتفابہ جامع مکتوبات نے اپنے کندھوں پر لیکر قوم کو اس کے اخلاقی قرض سے سبکدوش کردیا ہے۔ اللہ تعالی اُن کو جزائے خیر دے اور اس مجموعہ کو بھی صاحب مکتوبات کی اور تصانیف کی طرح مقبول عام کرے۔

عبداللہ جان

لودیانہ - ۸ فروری ۱۹۲۲ء

نواب محسن الملک مرحوم کے نام

مولوی سید مہدی علی اٹاوہ کے رہنے والے پہلے صوبہ متحدہ میں ڈپٹی کلکٹر تھے اسکے بعد حیدر آباد دکن میں جاکر پولیٹکل سکریٹری ہوئے وہیں محسن الملک کا خطاب پایا اور اسی نام سے مشہور ہوئے ۱۸۹۳ء میں پنشن پائی۔ سرسیّد کے ہمدم و ہمراز تھے۔ ۱۸۹۹ء میں مدرسۃ العلوم علی گڑھ کے سکریٹری ہوئے ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو انتقال ہوا علی گڑھ میں دفن ہوئے

جناب مخدومی مکرمی سلامت!

بعد سلام مسنون التماس ایں کہ جس رنج و محبت سے آپ نے مجھ کو اور میں نے آپ کو رخصت کیا۔ ہمارا آپ کا دل جانتا ہے۔ اب خدا سے دعا ہے کہ انشا اللہ تعالیٰ مع الخیر والعافیت پھر ہم سب اہم سب سے ملیں گے۔ میرا مفصل حال اخبار سوسائٹی سے معلوم ہوگا۔ میں بفضل الٰہی مع الخیر قریب عدن پہونچتا ہوں۔ چند گھنٹے قبل عدن کے پہونچنے کے ہند کی ڈاک لے لی جاتی ہے اس سبب سے یہ خط ڈاک میں ڈال دیا۔ چند گھنٹے بعد عدن پہونچے گی انشا اللہ تعالےٰ۔ مجھ کو علاوہ مفارقت احباب کے یہ رنج بڑا ہے کہ میرے پیچھے لوگ عقل کے دشمن سین ٹیفک سوسائٹی کو باقی نہ رکھیں گے۔ پس میں چاہتا ہوں کہ آپ سوسائٹی کی طرف زیادہ متوجہ ہوں اور اس کو سنبھالنے اور ممبروں کے بڑھانے میں زیادہ کوشش فرماویں۔ مرزا پور کے لوگوں نے اگرچندہ نہیں دیا تو اُن کو ممبر بنالئے۔ بہر حال سوسائٹی کے معاملے میں حد سے زیادہ خیال و کوشش فرماویں۔

بخدمت حافظ جی صاحب سلام۔

زیادہ بجز یادشما۔ یادشما۔ یادشما چہ نویسیم۔ والسّلام

خاکسار سید احمد

۱۶۔ اپریل ۱۸۶۹ء مقام جہاز بڑودہ

قریب عدن

—۲—

جناب مخدوم مکرم۔ محب من سلامت۔ بعد سلام مسنون الاسلام
ایں کہ آپ کا عنایت نامہ مورخہ بلا تاریخ پہونچا۔ جس قدر خوشی مجھ کو آپ کی
عنایت نامہ پہونچنے سے ہوئی ہی بیان نہیں کر سکتا۔ یہ مقولہ کہ" الخط
نصف الملاقات غلط۔ بلکہ پوری ملاقات کا لطف ہوتا ہی۔ مفارقت میں
اس کی قدر معلوم ہوتی ہی۔ میں برابر اپنے حالات لکھ کر بھیجتا رہتا ہوں۔
اخبار میں چھپنے دیجیئے۔ بعد معاودت انشاءاللہ نظر ثانی کر کر رسالہ سفر مرتب
کر کر چھاپوں گا۔ میں حتی المقدور نہایت مفصل حالات لکھتا ہوں۔ اور جو جو
مراتب آپنے لکھے ہیں وہ آخر کو بالتفصیل لکھوں گا۔ بعد آنے کے معلوم ہوا
کہ سفر چنداں سخت نہیں ہی۔ نہایت آرام کا سہل ہی اور کوئی چیز مذہبی
ایسی نہیں ہی کہ مسلمان اُس کو اپنے خاطر خواہ نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ ایک
شیعہ جو مشرک کو نجس حقیقی جانتا ہو وہ بھی اپنے مذہب کے موافق رہ سکتا
ہی۔ مگر کسی قدر اہتمام و تردد سے۔ ذبیحہ مسلمان کا دستیاب ہو سکتا ہی۔
غرض کہ کوئی بات مشکل نہیں ہی۔ بعضے امور بلا تکلف اور بعض امور بہ تکلف
انجام پاتے ہیں۔ چاہتا ہوں کہ حالات سفر جو اخبار میں چھپتے ہیں آپ اُن کو
بطور کتاب یکجا نقل کرواتے جائیں اور جس امر کی نسبت زیادہ
تفصیل کی حاجت ہو مجھ کو لکھ کر دریافت فرمائیں اور اُس کو اُس میں

اضافہ کر دیں۔ تاکہ آپ کی صلاح سے کتاب بھی درست ہو جائے اور سب
چیز کو حاوی بھی ہو۔ اور میرے آنے تک کتاب مرتب طیار رہو گی اور صرف
چھپنا شروع ہوگا۔ میں بعض بعض عمدہ مکانات کے نقشے بھی لاؤں گا اور
وہ بھی کتاب میں چھپوائے جائیں گے ۔ بہرحال بعد نظر ثانی یہ کتاب
حاوی تمام چیز کو ہوگی ۔ دو ہندو واسطے امتحان سول سروس کے بمبئی
سے اور آئے ہیں ۔ افسوس ہی کہ مسلمان پیچھے رہے جاتے ہیں چار بنگالی
ایک دفعہ سول سروس میں پاس ہوئے ہیں۔ محمود مدرسۂ قانونی میں
داخل ہو گیا ہی۔ مجھ سے اور یہاں کے اراکین سے روز بروز ملاقات
ہوتی جاتی ہی۔ بلکہ اس قدر ملاقات کا موقع اور جگہ ہی کہ شاید میں اُن
سب سے نہ مل سکوں گا۔ جس اخلاق سے یہاں کے امرا اور اراکین ملے
ہیں اس کا بیان بیان سے باہر ہی۔ کچھ میرے ہی ساتھ یہ اخلاق نہیں ہی
بلکہ حقیقت میں وہ لوگ با اخلاق اور سادہ مزاج اور بے غرور ہیں ہیں
ہر دم اپنے ملک کی بھلائی کے خیال میں ہوں اور عنقریب کچھ کچھ انشاء اللہ
تعالیٰ مشتہر کرنا شروع کرتا ہوں۔ وزیر ہند میرے آنے کے دو تین بعد
باہر چلے گئے ہیں۔ اوّل ان سے ملاقات خاص ہو لے تب کچھ تحریک
بہتریٔ ہندوستان شروع ہوگی ۔ قبل اس کے ایک عریضہ مع اشتہار
کتاب کے روانۂ خدمت عالی کیا ہی۔ ملاحظہ سے گزرا ہوگا ۔ اور امید ہی
کہ زر مطلوبہ روانہ فرمایا ہوگا۔ مجھ کو نہایت افسوس ہی کہ بعض احباب
نالائق مثل مولوی ________ع نے میرا ارادہ دربارہ تحریر جواب کتاب
میور صاحب جو نسبت آں حضرت صلعم لکھی ہی سست کر دیا اور بر وقت
روانگی سامان اور چندہ کرنے نہیں دیا۔ یہاں اس کے جواب کا اس قدر

سامان ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً وہ عالم انگریز جس نے وہ کتاب لکھی ہے جس کا پہلے میں نے ذکر کیا ایسا عمدہ شخص اس کے جواب کے لائق ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ کتب خانہ انڈیا آفس میں نے دیکھا۔ ہوش جاتے رہے۔ کتب خانہ نہیں ہے کتابوں کا شہر ہے۔ مجھے وہاں جانے کی اور پڑھنے کی جو چاہوں اور نقل کی سب کی اجازت ہو گئی۔ ابھی کتب خانہ برٹش میوزیم نہیں دیکھا۔ سُنا ہے کہ وہ اس سے بھی بہت بڑا ہے۔ بہرحال میں کچھ نہ کچھ نسبت جواب کتاب ولیم میور صاحب کے ضرور کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیشہ عنایت نامہ بھیجتے رہیں۔ اس کے پہونچنے سے جس قدر خوشی اور روحانی فرحت ہوتی ہے بیان نہیں ہو سکتی۔ حافظ جی صاحب کی خدمت میں میرا بہت بہت سلام پہونچے۔ میرے ہمراہی سب بخیریت ہیں۔ آپ کو تسلیم عرض کرتے ہیں۔ محمود کہتا ہے کہ میرا سلام مت لکھو۔ میں خود جدا عریضہ لکھوں گا۔ دو تصویریں مرسل خدمت ہیں۔ میں خود حاضر نہیں ہو سکا۔ اس لیے میری تصویریں آپ کی قدمبوسی کو پہونچتی ہیں۔ والسلام

خاکسار

سیّد احمد۔ ۴ر جون ۱۸۶۹ء روز جمعہ مقام لندن

—— ۳ ——

جناب مخدوم و مکرم و معظم سلامت۔ بعد سلام مسنون الاسلام عرض ہے کہ سب سے اوّل آپ کو یہ خوش خبر سناتا ہوں۔ حضور ملکہ معظمہ نے مجھ کو بخطاب کمپینین آف دی سٹار آف انڈیا معزز و ممتاز فرمایا اور تمغائے سٹار آف انڈیا مرحمت ہوگا۔ اب میں احباب کی دعا سے

"سیّد احمد خاں بہادر سی ایس آئی" ہو گیا۔ مجھ کو یقین ہے کہ اس امر سے آپ سب سے زیادہ خوش ہوں گے۔ اس لیے کہ باقی احباب کو ذرا عقل کم ہے۔ یہاں کے تمام معزز انگریز دوستوں نے اس قدر مبارکباد دی اس درجہ کی دی ہے اور ایسا معزز خیال کیا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

لارڈ لارنس گورنر جنرل بہادر نے میرے لیے جلسہ منعقد کیا ہے اور بڑے بڑے روساء و مدبران کو بلایا ہے۔ ۲۳ تاریخ وہ جلسہ ہوگا۔ وہی شخص جس کی کتاب کا اشتہار میں نے پہلے روانہ کیا ہے وہ ایک اور کتاب لکھنی چاہتا ہے۔ جس میں وہ اُن اعتراضوں کا بالتخصیص جواب دے گا جو معراج اور شق صدر کی بابت بعض لوگوں نے کیے ہیں۔ اس کی تحریر میں وہ مجھ سے مدد چاہتا ہے اس لیے آپ کی خدمت میں التماس ہے کہ بمجرد پہونچنے عریضہ ہذا کے کتب مفصلۂ ذیل میں سے مقامات مندرجہ ذیل بہت خوش خط نقل کروا کر بھیج دیجیے (خدا کے واسطے اپنے ہاتھ سے نہ لکھیے گا) یقین ہے کہ حافظ جی صاحب یہ تکلیف گوارا کریں گے۔ اگر کوئی لفظ غریب ہو تو ضبط اعراب بھی اُس کا فرما دیجیے اور مشکل لفظ کا حل یا ترجمہ تاکہ یہاں لغت میں دیکھنے کی حاجت نہ پڑے۔

۱ نمبر صحاح ستہ اور موطا امام مالک میں سے کل حدیثیں متعلق شق صدر اور معراج نقل فرما دیجیے بالکل پوری نقل ہو مع کامل سند یعنی اسماء راویوں کے۔ کچھ اختصار یا خلاصہ نہ کیا جاوے

۲ نمبر تفسیر کبیر میں سے آیات مفصلۂ ذیل کی بجنسہٖ تفسیر۔

سبحان الذی اسری بعبدہٖ الیٰ انہ ہو السمیع البصیر۔

سورۂ نجم از اول الیٰ آیت لقد رای من آیات آیہ الکبریٰ۔

۳ نمبر۔ تفسیر آیہ وما جعلنا الرویا التی ارینٰک الخ۔

۴ نمبر۔ علاوہ اس کے اگر کوئی بات آپ مناسب سمجھیں ارقام فرماویں۔

ان دونوں مسئلوں کے جواب میں جو کچھ اس کی (یعنی مصنف کتاب انگریزی کی) رائے ہو وہ ہمارے فائدے سے خالی نہیں۔ فرض کرو کہ کوئی بات وہ ایسی لکھے جو عام مذہب کے برخلاف ہو ہمارا کیا وہ ایک انگریز نے لکھی ہو مگر جس قدر کہ وہ تعریف و تائید اور صحت ان واقعات کی صداقت و صحیح بیان کرنا پیغمبر صادق صلعم کا انگریزی روش پر بیان کرے گا ہمارے لیے نہایت مفید ہوگا۔ اور مسلمانان انگریزی خواں کو بہت فائدہ ہوگا اُن کے کان میں کچھ اچھے اچھے خیال ہمارے مذہب کی جانب سے جا دیں گے اب تو انگریزی میں بجز رائے کے اور کچھ نہیں ہی۔ والسلام

خاکسار سید احمد

مقام لندن۔ ۱۲ر جون ۱۸۶۹ء

از برخورداران و مرزا خدا داد بیگ سلام پذیر اباد۔

بخاری میں شرح صدر دو جگہ ہی۔ کتاب المعراج میں اور کتاب الصلوٰۃ میں۔ دونوں جگہ سے نقل بھیجیے گا۔ کتاب المعراج کے اخیر میں ایک حدیث ہی جس میں یہ لفظ ہیں "ہذا رویا عین رأت عین رسول اللہ صلعم" اُس حدیث کو بھی نقل بھیجیے گا فقط

۴

جناب مخدوم مکرم بندہ۔ آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۲ تاریخ پایا

"اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی" جس قدر دل کو مسرت آپ کے خط سے ہوئی ہے بیان نہیں کر سکتا۔ اگر یوسف زلیخا کو یا لیلیٰ مجنوں کو لکھتی تو شاید اسی قدر خوشی ہوتی، جس محبت سے لکھا تھا وہ اثر ان لفظوں میں موجود تھا اور آنکھ سے برابر دل میں پہونچتا تھا۔ جس محبت سے آپ نے اشعار لکھے تھے ان کو پڑھ کر میں ایسا محو محبت ہوا کہ گویا یہ سمجھنا دشوار تھا کہ وہ شعر میں نے آپ کے حق میں لکھے ہیں اور اس کیفیت سے وحدت وجود کے مسئلے کا عقدہ حل ہوتا تھا۔

میانِ احمد و مہدی نہ ہیچ ہست حجاب   تو خود حجاب خودی احمد از میان برخیز

یہ بے تصنع آپ سے کہتا ہوں کہ آپ کی شکستہ رقم نے اور بھی زیادہ لطف دیا۔ دو تین دفعہ پڑھنا پڑا۔ ایک دفعہ کے پڑھنے میں جو لفظ رہ گیا۔ تھا دوسری دفعہ میں نکلا اور بہت زیادہ مزا دیا۔ اسی وقت میرے دل میں مرزا مرحوم کا یہ شعر گزرا ؎

زلکنت میتپد نبض رگ لعل گہربارش
شہید انتظار جلوۂ خویش است گفتارش

پہلے خط بھیج چکا ہوں اسٹار آف انڈیا کی خوش خبری سنا چکا ہوں میں انڈیا آفس میں صاحب سکریٹری وزیر ہند کے پاس گیا تھا۔ انہوں نے مجھ کو کونسل کے کاغذات میں میری کتاب "اسباب بغاوت" مع تمام وکمال انگریزی ترجمے کے دکھلائی، اسے دیکھ کر بہت دل خوش ہوا۔ جو کچھ رائیں اس کی بدولت قرار پائیں اس کا بیان بے فائدہ ہے۔ اہل ہند ناقدرداں، دوست کش اور اپنے خیر خواہ کے دشمن ہیں۔ مگر میں خوش ہوں کہ میرے ہموطنوں کی بھلائی ہوئی۔ اب ایک اور کتاب انتظام

گورنمنٹ آف انڈیا پر لکھ رہا ہوں۔ انڈیا کونسل کے بعض ممبروں نے فرمایا۔
کہ ہم ایک دن فرصت کا مقرر کر کے ہندوستان کے باب میں گفتگو کریں گے
کچھ تھوڑی سی گفتگو نسبت انتظام پنجاب اور فائدہ میونسپل کمیٹی بہم ہوئی۔ اگر وہ
کتاب میری چھپی اور مجھ میں اس کے چھاپنے اور انگریزی عبارت کی اصلاح
میں جو خرچ ہوگا اُس کے خرچ کا مقدور رہا تو آپ دیکھیں گے کہ میں کیا
لکھ رہا ہوں اور اس کتاب سے کس قدر فائدہ ہوگا۔ اور کیسا صاف صاف
لکھ رہا ہوں بغیر چھاپہ ہونے کے اُس کی شہرت اور تمام لوگوں کی توجہ اور
ہر جگہ اس پر بحث و گفتگو نہیں ہو سکتی اور بغیر اس کے کچھ فائدہ نہیں۔ آپکے
نزدیک جو جو باتیں قابل گفتگو زبانی کی ہوں یا قابل اندراج کتاب اُن کو
بہت جلد ارقام فرمائی۔ جس دن کہ جناب ڈچس ارگایل (یعنی اہلخانہ وزیر
ہند) نے دعوت میں مجھے بلایا ہی اُس رات وہاں مسٹر پالک صاحب سے
ملاقات ہوئی تھی اُنھوں اپنا پتہ لکھدیا۔ دوسرے دن میں وہاں گیا وہ
گھر پر نہ تھے۔ ملاقات نہیں ہوئی۔ آپ کو معلوم ہی کہ کرایہ کی بگھی میں کیا
خرچ پڑتا ہی دس روپیہ روز میں نے کہا مرے۔ اس لیے دوبارہ نہیں گیا۔
پھر کسی دن جاؤں گا۔ اس وقت میرے پاس تیس ۳۰ چٹھیاں ملاقات کی اور
دس پندرہ ٹکٹ رکھے ہیں اور یہ سب امرا اور لارڈ اور سر ہیں۔ صرف
خرچ سواری کے ڈر کے مارے کہیں نہیں گیا اور نہ خیال کر سکتا ہوں
کہ کیونکر سب سے ملوں گا۔ جو لوگ کہ میرے گھر پر آجاتے ہیں لاچار اُن کے
ہاں یا جس کے پاس نہایت ضرور جانا چاہیے وہاں جاتا ہوں سو ابتک
سوائے ایک دفعہ کے دوسری دفعہ کی نوبت نہیں پہونچی۔ ایک آدمی
ڈیڑھ سو روپیہ مہینے میں یہاں بخوبی بہ آرام گزر کر سکتا ہی۔ الا جب کہ آنا

جانا چاہیے اور لوگوں سے ملے اور عزت کے ساتھ جانا آنا چاہیے تو صرف
سواری کا خرچ چار سو روپیہ ماہواری پڑیگا۔ کبھی ایک گھوڑا اور کبھی دو گھوڑے
کی بگھی نصیب ہو گی۔ بعضے ایسے موقعے ہوتے ہیں کہ وہاں ضرور دو گھوڑوں
پر جانا چاہیئے۔ شب گزشتہ کو صرف محمود کی ایک انگریز نے دعوت کی تھی
دو گھنٹے اُن کو وہاں لگے اور ایسے سڑیل گاڑی اکہ ہیں وہاں گئے تھے
جیسے بنارس میں دو دو تین تین آنہ کرایہ کے اکے ہوتے ہیں۔ سات شلنگ
یعنی سات روپیہ آٹھ آنے خرچ ہوئے۔ اب موافق یہاں کی رسم کے
دوسرے یا تیسرے دن صاحب خانہ سے ضرور ملنے جانا چاہیے اس قدر
پھر خرچ ہو گا۔ صرف ایک دوست کے ہاں بلا تکلف جانے میں سات روپیہ
خرچ ہوئے۔ پس مجھ کو خرچ کی بڑی فکر ہی اور نہایت اندیشہ ہی کہ کیا ہو گا۔
اس لیے حد سے زیادہ تنگی سے خرچ کرتا ہوں۔

تصویریں تمام بادشاہوں کی اور سلطان روم کی جلسے کی سب ہیں
نہایت عمدہ کتاب جس میں قرینہ قرینہ سے سب تصویریں تمام بادشاہان
روئے زمین کی حسب خواہش لگی ہوں اور کتاب البم فرمائشی جب خاطر
خواہ طیار ہو تو سوڈیڑھ سو روپیہ خرچ ہو گا۔ میں نے تو قسم کھائی ہی اگر آپ کو
شوق ہو تو زر عنایت ہو بندہ سب طرح طیار کرا کر بھیجدے گا۔ حماقت سے
اُس فرنگی کی کتاب چھپوالی ہی فقط تو خود چندہ میں دئے اور اگر اُن لوگوں
کے پاس سے روپیہ نہ آیا تو کئی سو روپیہ کا دھبہ لگے گا۔ کیونکہ جن احباب
کو لکھا ہو اُن میں بعض ایسے بھی ہیں جن سے اُس کی تعمیل کی توقع نہیں ہی
اور وہ کتاب قریب نصف کے چھپ چکی ہی دو ہفتے میں تمام ہو جاوے گی
اور چھاپہ خانہ کا بل میرے نام پہ پہونچے گا۔ مولوی امداد العلی صاحب کا

نہایت شکر گزار ہوا کہ بخیر یاد کیا۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ تمام اہل ہند اور خصوص مسلمان بخیر یاد کریں بلکہ اپنا غلام سمجھیں التزام تقلید غیر کو شرک فی صفۃ النبوۃ کہنے سے توبہ کرتا ہوں توبہ توبہ مگر دل سے نہیں ؎

زیں توبۂ ناصواب توبہ۔

محمود سے میں نے کہا کہ تمہاری طرف سے کچھ لکھ دوں، اُس نے کہا کہ آپ کچھ نہ لکھیے میں خود خط لکھ رہا ہوں۔ جناب مولوی معین الدین صاحب کا سلام پہونچنے سے مجھے اسٹار آف انڈیا کی خوشی سے کچھ کم خوشی نہیں ہوئی میرا بہت بہت سلام مسنون عجز و نیاز مشحون دست بستہ عرض کر دیجیے گا۔

والسّلام

خاکسار محبت گزین شما سید احمد مقام لندن۔ ۱۸ر جون ۱۸۶۹ء

دیکھو نالائق ..... نے اب تک کوئی خط نہیں لکھا۔ یہ پرچہ چاک کر اُس نالائق کے پاس بھیج دینا۔

بخدمت حافظ جی صاحب سلام۔ جو تکلیف پہلے خط میں دی ہو وہ معاف فرما دیں۔

۵

قبلہ گویم یا خدا یا کعبہ یا پیغمبرش
اصطلاحِ عشق بسیار ست و من دیوانہ ام

قبلہ میرے۔ مخدوم میرے۔ محبوب میرے۔ محب میرے (اب تو صاف لکھدوں جو ہو سو ہو ۱۲) سلامت۔ آپ کا عنایت نامہ پایا اور عجیب کیفیت میں مبتلا کیا۔ کبھی اپنے آپ کو دیوانہ سمجھتا ہوں۔ کبھی تم کو دیوانہ جانتا ہوں۔ جو کچھ آپ نے لکھا ہو کبھی اُس پر بزور یقین لاتا ہوں، پھر شک میں پڑ جاتا ہوں۔

اگر آپ لندن میں آویں تو مجھ کو اور بالخصوص محمود کو جو خوشی ہو اُس کا اندازہ غیر ممکن ہی۔ مگر میں تو ان سب باتوں کو اب تک واہیات سمجھتا ہوں۔ آپ کا عنایت نامہ پہونچنے کے بعد میں مسٹر پالک صاحب کے گھر گیا۔ اتفاق سے وہ نہیں ملے۔ اور آج ڈاک ہندوستان کی روانہ ہونے والی تھی اس لیے یہ خط لکھنا ضرور پڑا ورنہ ایک ہفتہ اور تاخیر ہو جاتی۔ دس ہزار روپیہ قرض ملنا نہایت مشکل ہی۔ میں یہاں تکلیف ابھی اُٹھا چکا ہوں۔ باوجودیکہ جائداد رہن کی اور پانچ ہزار کا سود بحساب ۱۴ فی صدی اور پانچ ہزار کا سود بحساب ۸ فی صدی دیتا ہوں۔ جس شخص نے قرضہ دینے کا آپ سے اقرار کیا واہیات اقرار کیا ہی اُس کا وعدہ وفا کرنا میری دانست میں ناممکن ہی پس جبکہ جڑ ایسی بودی ہی تو اُس پر عمارت بنانے کا خیال محض لغو اور بے فائدہ ہی۔

گورنمنٹ قرضہ لینے کو منع نہیں کرے گی اور نہ اجازت لینے کی ضرورت ہی کیونکہ اس میں مشکل پڑ جاوے گی۔ درخواست رخصت میں صرف اس قدر لکھنا بطور اطلاع کے کافی ہوگا کہ بعد آجانے منظوری رخصت اور طیار ہو جانے کے سفر ولایت کو میں فلاں شخص سے اس قدر روپیہ قرض لونگا کیونکہ بعد حصول رخصت اور بوقت چھوڑنے کام کے اس ضلع سے قرض لینا خلاف قانون نہیں سمجھتا۔ یہ صورت اُس وقت ہی جبکہ دہندہ قرض ہمارے علاقہ کا ساکن ہو۔ ورنہ اس کی بھی کچھ ضرورت نہیں۔ یہاں تک میں خط کو لکھ چکا تھا کہ جناب لارڈ لارنس بہادر گورنر جنرل و وائسرائے ہندوستان میرے ملنے کو تشریف لائے۔ اب کہ وہ تشریف لے گئے تو پھر خط لکھنا شروع کیا۔ ہر سال لڑکے اسکالرشپ لیکر جاویں گے۔ اپنے چچا زاد بھائی پر تاکید

کرو کہ پڑھنے پر محنت کرے اور بنارس کالج میں بھیجدو آخر سال میں انٹرنس کا امتحان ہوگا اُس میں پاس ہو جائے۔ اگرچہ اسکالرشپ ہونے کو امتحان کی ضرورت نہیں مگر سرولیم میور صاحب کی رائے ہی۔ جو باتیں آپ نے لکھی ہیں بجز دس ہزار روپیہ کے قرض ملنے کے اور کوئی مشکل نہیں ہی۔ اگر حقیقت میں تم چاہو تو بخوبی یہاں آسکتے ہو اور کچھ بہت روپیہ درکار نہیں ہی دو ہزار روپیہ خرچ آمد و رفت اور دو سو روپیہ ماہواری خرچ قیام ایں جا نہایت کافی ہی۔ پانچ ہزار روپیہ میں ایک برس بھر بخوبی سیر کرسکتے ہو۔ اور اگر پڑھو تو اس عرصہ میں نہایت قابل انگریزی میں ہو جاؤ گے۔ میں نے یہاں انگریزی کا شوق نہیں کیا اور نہ ارادہ۔ (مواعظ احمدیہ فی اسرار ملتہ محمدیہ) لکھ رہا ہوں، انگریزی میں ترجمہ ہو رہا ہی۔ خدا پورا کرے۔ اُس کے مضمون کو دیکھ کر تعجب تو آپ بھی کریں گے۔ لیکن اور بہت سے کافر مسلمان ......ہ

نہ کافرم نہ مسلماں نہ دل بدستا نہ دینم

خدائے بر دل من دارد آگہی کہ ......ہ

افسوس کہ کوئی یہاں مددگار نہیں ہی

میں نے یہاں بڑی غل مچائی ہی کہ ہندوستانی افسروں کو جو ولایت آنا چاہیں اُن کو رخصت پوری تنخواہ پر ملنی چاہیئے۔ اکثر ممبرانِ انڈیا کونسل کان بھی میری فریاد پر رکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنی درخواست پیش کی ہی۔ نقل اُس کی آپ کے ملاحظہ کو روانہ کرتا ہوں اگر یہ ہو گیا تو بلاشبہ آپ کو رخصت پوری تنخواہ پر مل سکے گی۔ اب اس وقت ڈاک کا وقت تنگ ہوتا ہی آیندہ ڈاک میں اور حال لکھوں گا۔

والسّلام

خاکسار سیّد احمد

از لندن - ۹ جولائی ۱۸۶۹ء روز جمعہ

— ۶ —

مخدوم و مکرم بندہ سلامت - بعد سلام مسنون التماس یہ ہی کہ جس کتاب
کے چھاپ ہونے کا اشتہار میں نے بھیجا تھا وہ تمام ہوگئی - ہفتہ یا دو ہفتہ کے
بعد اُس کے نسخے آپ کے پاس روانہ کروں گا - آپ دیکھیں گے کہ مصنف
نے کیسا انصاف اور کیسا سچ اختیار کیا ہی - گو بعض خیالات اُس کے تمہارے
خیالات کے مطابق نہ ہوں وہ مسلمان نہیں ہی انگریز ہی - جب آپ اُس کی
کتاب دیکھیں گے تو جانیں گے کہ وہ انگریز ہزاروں مسلمانوں سے بہتر ہی
اب ایک اور بات ضروری ہی جو لکھتا ہوں - انگریزوں نے مسلمان
بادشاہوں اور مسلمان حکومتوں کی تاریخیں نہایت ناانصافی اور تعصب
سے لکھی ہیں اور کوئی برائی نہیں ہی جو مسلمانوں کی طرف منسوب نہ کی ہو
ہماری قوم کے جوان لڑکے انگریزی میں اونہی تاریخوں کو پڑھتے اور دیکھتے
ہیں جس سے بڑا نقص پیدا ہوتا ہی اور جو بات کہ از راہ ناانصافی اور
تعصب کے مسلمانوں کی نسبت لکھی گئی ہی اُس کو وہ سچ اور واقعی سمجھتے
ہیں - اس لیے ایسی قسم کی انگریزی کتابوں کا پیدا ہونا - جن میں مسلمانوں کا
حال نہایت سچائی اور انصاف سے لکھا گیا ہو نہایت مفید بلکہ نہایت ضروری ہی
دو بہت بڑے واقعے دنیا میں ہوئے ہیں جن سے مسلمانوں کو نہایت
بڑا تعلق ہی - ایک واقعہ فتح اندلس کا ہی جس میں سات سو برس تک مسلمانوں
کی انگریزوں پر یعنی عیسائیوں پر حکومت رہی اور جو انصاف اور تعلیم و تربیت
مسلمانوں نے اُس قوم کی کی نہایت ہی عجیب اور قابل فخر ہی دوسرا واقعہ

کروسیڈ کا ہی۔ یعنی آٹھ لڑائیاں جو مسلمانوں اور تمام عیسائی لوگوں سے بیت المقدس پر ہوئیں۔ میں نے اُن عالم صاحب سے کہا ہی کہ ان دونوں واقعوں کی دو مختصر تاریخیں وہ لکھدیں اور اُن کی رائے میں جو سچ اور انصاف ہو اور جس کا قصور اُس میں اُن کی منصفانہ رائے میں ہو سب لکھیں اور چونکہ وہ عالم صاحب نہایت منصف اور بہت بڑا عالم ہی۔ اور جرمن۔ لیٹن۔ فرنچ۔ گریک زیادہ جانتا ہی اور سب مصنفوں کی کتابیں پڑھکر رائے قائم کرتا ہی۔ صرف انگریزی کتابوں پر اُس کو بھروسہ نہیں ہی اس لیے امید ہی کہ جیسی بلا تعصب اُس نے یہ کتاب لکھی ہی ویسی ہی وہ بھی لکھے گا۔ ان دونوں کتابوں کے چھپنے اور طیار ہونے میں آٹھ سو روپیہ تخمیناً خرچ ہوگا فی کتاب چار سو روپیہ۔ پس میں چاہتا ہوں کہ آپ وہاں کے احباب سے آٹھ سو روپیہ چندہ کرکر میرے پاس بھیجدیں۔ چندہ کرنے میں شہرت نہیں چاہیئے اور صرف احباب مخلصین سے چندہ ہو۔ مثلاً آپ میر ظہور حسین زین العابدین، مرزا رحمت اللہ اور اور احباب سے ملاقات کریں اور زبانی بات چیت کریں، اور جس کی جو توفیق ہو اُس سے لیکر جمع کریں۔ نہایت افسوس اور رنج کی بات ہی کہ میں احباب کا نام لکھتا ہوں اور اُس میں مولوی س۔ ا۔ خ کا نام نہیں لکھا اور چونکہ اب وہ اپنے تئیں اتقا میں جنید و شبلی و ابی حنیفہ سے مقدم اور اور لوگوں کو یا فاسق۔ یا گنہگار یا کافر مرتد سمجھتے ہیں اور دانائی اور دور اندیشی میں بھی اپنی برابر کسی کو نہیں جانتے اور ایک حقارت کی نگاہ سے ہر ایک کو دیکھتے ہیں۔ اس لیے میں نہیں چاہتا کہ آپ اُن سے کچھ تذکرہ اس کا کریں اور حقیقت میں وہ شریک نہیں ہونے کے اور نہ دیں گے آیندہ آپ کو اختیار ہی۔

ایک عجیب بات سنیئے کہ جو کتاب چھپ چکی ہی اُس میں مصنف نی لکھا ہی کہ جو الزام جلا دینے کتب خانۂ مصر کا نسبت حضرت عمرؓ لگایا جاتا ہی۔ غلط ہی۔ یونانی و رومی تاریخوں سے ثابت کیا ہی کہ وہ کتب خانہ جولیس سیزر کے وقت میں جلا (بیوقوف۔ شیخی پسند بعض ناواقف مسلمان مورخوں نے اُس واقعہ کو مسلمانوں نے جب فتح مصر کی اُس کے ساتھ لگا دیا) اس امر کا ایسا مستحکم ثبوت دیا ہی کہ وہ کتب خانہ جولیس سیزر نے جلایا۔ جس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔

(مواعظ احمدیہ کا)[1] ایک وعظ تیار ہو گیا۔ انگریزی میں ترجمہ ہو گیا۔ اب انگریزی میں چھاپہ شروع ہو گا۔ اردو کتاب کے چھاپہ میں یہاں بہت لاگت لگتی ہی۔ بعد چھاپہ چند نسخے آپ کے پاس بھیجوں گا۔ (تا دانم کہ مخدوم چہ می گوید) خدایا مخدوم مہدی اگر مرا کافر و مرتد داند باک نیست زیرا کہ ایں معاملہ مرا با تست نہ با مخدوم من مہدی۔ لیکن محبت من از و محبت او ازیں گم نگردان او خدا دانندہ رازہائے پوشیدہ درون سینہ ہا تو میدانی کہ من با تو و با دین حقہ اسلام دادہ تو چہ میکنم و چہ اعتقاد دارم۔ پس اگر مرا محبوب من مہدی لا مذہب یا کافر گوید یا کیج اللہ یا اداد العلی مرتد داند مرا چہ باک تو بر من مہربان باش۔

دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست والسلام

خاکسار سید احمد ۲۲ جولائی ۱۸۶۹ء لندن

جناب مخدوم مکرم

[1] خطبات احمدیہ کی طرف اشارہ ہے معلوم ہوتا ہی کہ پہلے اس کتاب کا نام "مواعظ احمدیہ" تجویز ہوا تھا۔

بعد سلام مسنون عجز و نیاز مشحون عرض یہ ہی کہ آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۸ پہونچا۔ عجب اتفاق ہی کہ میرا نیاز نامہ مورخہ ۴ جون آپ کے پاس پہونچا اور جو عریضہ معہ اشتہار کتاب اُس سی پہلے روانہ کیا تھا وہ نہیں پہونچا۔ غالباً پہلا عریضہ سوتھمپٹن کی راہ گیا جو نہایت پھیر کا راستہ ہی۔ مگر اُمید ہی بعد اُس کے پہونچ گیا ہوگا۔ ایک انگریز نے جس کا نام مسٹر جان ڈیون پوٹ ہی حمایت مذہب اسلام میں ایک عجیب و غریب کتاب لکھی ہی۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حال لکھا ہی اور جس قدر اتہام و الزام انگریزوں نے آنحضرت صلعم پر اور قرآن پر اور مذہب اسلام پر لگائے ہیں اُس کا جواب دیا ہی۔ چونکہ یہ کتاب بالکل انگریزوں کے مخالف تھی اُس کا چھاپہ ہونا اور فروخت ہونا مشکل تھا۔ میں نے کل لاگت چھاپہ کی دینی قبول کی اور احباب سے ۵۵ اُس کی لاگت ادا کرنے کو طلب کیے تھے۔ پس اگر وہ خط نہ پہونچا ہو تو آپ فی الفور ۵ بھیجدو۔ وہ کتاب تیار ہو گئی۔ چھپ چکی۔ آیندہ میل میں روانہ کروں گا تصویر مسٹر ڈیون پوٹ کی بھیجتا ہوں۔ نہایت تعظیم و ادب اور محبت رکھنے کے لائق آدمی ہی۔

جن لفظوں میں میں نے غیر ذبح کی ہوئی مرغی کھانے کا ذکر لکھا اور جس سے آپ کو افسوس ہوا اُس کا عذر کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔ ہات جوڑ کر ہندوستانی شرعی طور پر توبہ کرتا ہوں۔ افسوس کہ مجھے ایسے لفظ لکھنے نہ آئے جن سے آپ کو افسوس نہ ہوتا۔ برائے خدا معاف کیجیے جب میں وہ لفظ لکھ رہا تھا تم میرے دل میں اور میری آنکھوں کے سامنے تھے۔ میں جانتا تھا کہ تم ناپسند کروگے۔ بھائی کیا تم یہ بات پسند کرتے ہو کہ میں بڑا

کروں اور اُس کو اس لیے چھپاؤں کہ لوگ بُرا نہ کہیں۔ ہم کو اپنے خدا سے معاملہ ہے جس کے ہاتھوں سے ایسے تنگ آئے ہیں کہ کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔ جو کام کرتے ہیں وہ دیکھتا ہے۔ جو بات کہتے ہیں سن لیتا ہے۔ جو دل میں لاتے ہیں جان لیتا ہے ایسا پیچھے ہے کہ نہ جہاز میں چھوڑے نہ زمین پر چھوڑے نہ رات کو الگ ہو نہ دن کو الگ ہو نہ غیر ذبح مرغی کھاتے وقت پیچھا چھوڑے۔ پس جب میں نے نہایت سچے دل اور درست اعتقاد سے ایسے دوست اور سچے رفیق خدا سے شرم نہ کی تو پھر بھائی مہدی علی سے کیا ڈر کرتا۔ میں اُس کو قران مجید سے جائز سمجھتا ہوں نہ روایت شاذہ سے۔ بہرحال میں اس میں گفتگو نہیں کرتا شاید میں غلطی پر ہوں صرف معافی چاہتا ہوں اور آپ سے نہایت سچے دل سے التجا کرتا ہوں کہ بعضے آقاؤں کے نہایت بدخصات اور بدکردار غلام ہوتے ہیں وہ آقا اپنے غلام پر ناراض تو ہوتے ہیں مگر اُس غلام کو غلام سمجھے جاتے ہیں اسی طرح گو آپ میری حرکات ناشایستہ سے ناراض ہوں مگر مجھ کو اپنا غلام سمجھتے رہیں۔ "برمن منگر بر کرم خویش نگر" یہ الفاظ میں نے نہیں لکھے میرے دل نے لکھے ہیں۔

والیٔ مصر کے ساتھ بعض علماء مصر بھی تھے انگریزوں کے ساتھ بغیر ذبح کیے ہوئے جانور چپٹ کرتے تھے۔

میں دو دفعہ پالک صاحب کے پاس گیا۔ اُن سے ملاقات نہیں ہوئی۔ چار پانچ روز ہوئے کہ وہ ازراہ عنایت میرے مکان پر مجھ سے ملنے آئے بہت عنایت سے ملے۔ اور بہت دیر تک بیٹھے رہے۔ میں نے عرضی پیش کی۔ اور بہت کچھ کہا اور جو امداد کا وعدہ اُنھوں نے کیا تھا وہ یاد دلایا۔ اُنھوں نے بہت غور سے سُنا اور غور و فکر کرتے رہے اور کہا کہ ہمارے پاس بھی اُن کی

انگریزی چھٹی آئی ہے۔ میں نے صاحب کلکٹر بہادر مرزاپور کے نام چھٹی لکھنے کو کہا۔ بعد تمام گفتگو کے یہ جواب دیا کہ ہم لکھیں گے اور مہدی علی کو بھی خود لکھیں گے اب وہ مفصل میں چلے گئے دو مہینہ بعد آویں گے اور وعدہ کر گئے ہیں بعد آنے کے تم سے بہت دفعہ ملوں گا اور بہت بات چیت کروں گا۔ پس اگر انھوں نے اس عرصہ میں کچھ نہ کیا تو جب وہ واپس آویں گے پھر ذکر کروں گا۔

میں آپ کے لیے تصویرات جمع کر رہا ہوں اور نہایت سلیقہ سے عمدہ البم میں لگاؤں گا اور مکانات کی تصاویر بھی لیتا جاتا ہوں۔ آپ اس قدر عذرات منافرانہ درباب ادائے قیمت کیوں لکھتے ہیں۔ میں نے خود تم سے قیمت طلب کی ہے۔ میں تم کو اپنے بھائی کے برابر سمجھتا ہوں۔ تم سے روپیہ لینے یا منگانے میں بروقت ضرورت یا بحالت لاچاری کچھ شرم نہیں ہے۔ بلاشبہ مجھ کو خرچ کی نہایت تنگی ہے۔ اُن تصویروں میں جو خرچ ہوگا تم کو دینا ہوگا۔ بلکہ سو ڈیڑھ سو روپیہ اس کام کے لیے پیشگی بھیجدو تو اور بھی بہتر ہے۔ مگر میں نے جمع کرنی شروع کر دی ہیں۔

کتب خانہ انڈیا آفس کی کوئی چھپی ہوئی فہرست نہیں ہے۔ کتب خانۂ ایشیاٹک سوسائٹی میں عربی۔ فارسی نہایت قلیل متعدد کتابیں ہیں۔ کتب خانۂ برٹش میوزیم ایک نہایت بڑا جنگل کتابوں کا ہے۔ کئی الماریاں صرف فہرست کی ہیں اُس میں سے تفسیر یا فوت التاویل کا حال دریافت کر کر آیندہ میل میں لکھوں گا۔

میور صاحب کی کتاب کے جواب کا سامان نہیں ہو سکا اب اُس کی توقع نہیں ایک انگریزی خواں اور ایک طالب علم جو مقامات نشان دادہ کو کتب میں تلاش و نقل کر سکتا میرے ساتھ ہوتے تو ایک برس میں اُس کا جواب لکھ

لاتا۔ اب نہیں ہو سکتا۔ مگر میں اُس کے مختلف مقامات پر چھوٹے چھوٹے رسالے
لکھ رہا ہوں اور اُسی کا نام "مواعظ احمدیہ" رکھا ہی پہلا وعظ تیار ہو گیا۔ اُس
کا مضمون یہ ہی کہ مسلمانوں کی کتابوں میں معتبر و غیر معتبر اور صحیح و غلط روایتیں
شامل ہیں اور وہ اس قابل نہیں ہیں کہ اُن کی ہر ایک بات کو اصلی مذہب سمجھا
جاوے۔ پس جن لوگوں نے ہماری کتابوں کی روایتیں چن کر ہمارے مذہب
پر یا جناب پیغمبر خدا صلعم کی نسبت الزام و اتہام دیا ہی وہ حماقت ہی۔ کیونکہ اوّل
یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ روایت صحیح و معتبر بھی ہی یا نہیں۔ مگر اُس کا طرز گزارش
سیدھا صاف نہیں ہی، پیچ دار شمشیر برہنہ ہی۔ اُس کے مصنف کے دل میں بجز
مذہب اسلام کی محبت اور کسی کی محبت نہیں ہی اُس نے اِس طرح پر یہ
وعظ لکھا ہی۔ جیسی کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے محبت توحید میں "تقویۃ الایمان"
لکھی ہی۔ ایک مقام پر لکھا ہی کہ ائمہ مجتہدین کے مسائل اجتہادی اور قیاسی اصلی
مذہب مسلمانوں کا نہیں ہی، وہ صرف ایک قانون داں کی رائے ہی۔ اگر ہزار
ابو حنیفہ و شافعی کے مسائل اور اجتہادات غلط ہوں تو مذہب اسلام کی نسبت
میں کچھ فرق نہیں آیا۔ پس کسی مجتہد کی رائے پر اعتراض کر کر مذہب اسلام کو
غلط قرار دینا بجز حماقت کے اور کچھ نہیں۔ باقی حالات آیندہ ڈاک میں لکھوں گا
حافظ جی صاحب کی خدمت میں بہت بہت سلام عرض کر کر کہنا کہ آپ بھی
میری غیر مذبوحہ مرغی سے ناراض ہوئے ہوں تو للّٰلہ معاف فرمایئے گا۔ والسلام

خاکسار سیّد احمد

۶ اگست ۱۸۶۹ع روز جمعہ مقام لندن

آج دربار ہی اور میں اسٹار آف انڈیا لینے جاتا ہوں

برخوردار حامد۔ تسلیمات عرض کرتا ہی۔ مرزا خدا داد سلام مسنون عرض

کرتے ہیں۔

۸

مخدومِ من و محبوبِ من سلامت۔ تسلیم نہ صرف تسلیم بلکہ دل و جان تسلیم نامۂ محبت مورخہ ۱۸ جولائی یافتم مسرتے کہ بہ آں پذیرفتم پایانے نہ دارد۔ ای وقتِ تو خوش کہ وقت ما خوش کردی۔ اشعار آبدار آں محبت نامہ بجانم خلید وروانم جنبید مگر ایں اتحاد روحانی وجسمانی را باید نگریست کہ احمد و مہدی دریک بحر و مضمون گنجیدہ اند۔

مشتاق جمال تست ایں احمد شیدا ہم

در مصرع اوّل کہ خطاب بہ من فرمودہ اند اگر بجائے لفظ دیدارت۔ احوالت بودے نہایت مناسب حالِ من بودے۔

آنی کہ با حوالت خلقے است تماشائی

وہذا ہو الحق "آنم کہ با حوالم خلقے است تماشائی" اگر غم است ہمیں قدر است کہ نمی دانم کہ خدائے من تماشائے کدام احوال من میکند۔ اللہ ہو الغفور الرحیم

گناہ من ار نیامدی در شمار
ترا نام کے بودی امرزگار

اے خدائے من۔ اے رحیم و غفور من۔ اے محبوب و مطلوب من خلق را بگزار ہر چہ خواہد تماشائے من کنند تو مرا نیک تماشا کن ؎

نمیگویم دریں گلشن گل باغ و بہار از من
بہار از یار و گل از یار باغ از یار و یار از من

آہ چہ گفتم وکجا رفتم خدائے من از من جدا نیست۔ مرا گزاشتن نمی تواند پس چرا پریشاں شوم وچرا اندیشہ ہا کنم۔ حمد وثنائے او سرایم کہ ہمیں حمد وثنائے

خو د است منصور اناالحق گفت پا یہ بلند داشت من صرف الحق بگو یم۔ ا د خدا از من بشنو و مستجاب کن آمین۔

ان دنوں میں ذرا میرے دل کو سوزش ہی۔ ولیم میور صاحب نے جو کتاب آں حضرتؐ کے حال میں لکھی ہی اُس کو میں دیکھ رہا ہوں۔ اُس نے دل کو جلا دیا۔ اور اُن کی ناانصافیاں اور تعصبات دیکھ کر دل کباب ہو گیا اور مصمم ارادہ کیا کہ آں حضرت صلعم کی سیر میں جیسا کہ پہلے سے ارادہ تھا کتاب لکھدی جائے اگر تمام روپیہ خرچ ہو جاوے اور میں فقیر بھیک مانگنے کے لائق ہو جاؤں تو بلا سے قیامت میں یہ تو کہکر پکارا جاؤں گا کہ اُس فقیر مسکین احمد کو جو اپنے دادا محمد صلعم کے نام پر فقیر ہو کر مرگیا حاضر کرو۔ "مارا ہمیں تمغۂ شاہنشاہی بس است" میں نے فرانس اور جرمن سے اور مصر سے کتب سیر منگانی شروع کر دیں چٹھیاں روانہ ہو گئیں۔ سیرت ہشامی مطبوعہ اور چند کتابیں لیٹن کی خریدلیں۔ ایک آدمی مقرر کر لیا جو لیٹن کا ترجمہ کر کر مضمون بتلاسکے تین مقدمات لکھنے شروع کر دیئے۔ اول جغرافیہ عرب۔ دویم انساب عرب۔ سویم۔ ثبوت آں حضرتؐ کی نسل کا۔ حضرت ابراہیم تک۔ سب سے مشکل کام جغرافیہ ہی اور تمام چیزوں کے متعلق اسلام و سیر کی ثبوت کی بنیاد ہی۔ خیر اب دعا کرو خدا مدد کرے اور انجام کو پہونچا دی۔

ہر چہ باداباد من کشتی در آب اندا ختم

ایک نہایت عمدہ ثبوت نسل ابراہیم سے ہونے کا یہ ہی کہ بنی ہاشم اور دیگر اقوام عرب میں جو اولاد حضرت ابراہیم سے ہیں رسم ختنہ جاری تھی آپ تلاش کریں کہ کسی کتاب میں یا حدیث و سیر و یا تفسیر میں کوئی ایسی قوم بھی عرب میں پائی جاتی ہی جس میں رسم ختنہ نہ ہو۔ عرب میں سوائے اولاد حضرت ابراہیم

کے اور قومیں بھی آباد تھیں۔ اگر یہ بھی ثابت ہو جائے کہ اُن قوموں میں رسم ختنہ نہ تھی تو نہایت عمدہ بات ہی۔ نقول مقامات جو سابق میں طلب کی ہیں یقین ہی کہ ابتک روانہ ہو چکی ہوں گی۔ بشرطیکہ حافظ جی صاحب نے مہربانی کی ہو گی۔ میرا سلام اور بہت بہت سلام اُن سے کہیے۔ اس بات کے دریافت ہونے سے کہ صاحب کمشنر بہادر نے آپ کے خلعت کے لیے رپورٹ کی حد سے زیادہ خوشی ہوئی۔ خدا مبارک کرے۔ اس کی منظوری سے انشا اللہ تعالےٰ جلد خوشی حاصل ہو گی۔ بھائی مہدی تم پانیر اخبار الہ آباد میں سے ایک آرٹیکل کا ترجمہ سنو۔" وہ لکھتا ہی کہ آج کل ہندوستان میں خاندان مسلمانوں کے روز بروز گھٹتے جاتے ہیں۔ چنانچہ صرف بنگالہ میں تمام سلطنت کے ملازمین میں چند مسلمان ہیں وہ بھی ضعیف ہیں جلد پنشن لین گے اور اُن کی جگہ یقینی کوئی مسلمان نہیں ہونے کا اور آیندہ بجز چپراسی اور دفتری کے کوئی مسلمان معزز عہدے پر نہیں ہو گا"۔ دیکھو جو میں کہتا تھا اور جس کا غم کرتا تھا اب سب لوگ وہی کہتے ہیں یہ آرٹیکل بہت بڑا ہی اور کہیں سے دستیاب ہو تو منگا کر بالکل سنو۔ بہر حال جو عزت تم کو خدا نے دی وہ تمام قوم کی عزت ہی۔ خوشی ہی ایک قومی دوسری خاص محبت و محبوبیت کی اللہ تعالیٰ ہمیشہ با اقبال رکھے۔ حامد کچھ دل پڑھنے پر نہیں لگاتا۔ بہر حال گھر میں پڑھتا ہی۔ سو روپیہ مہینے کا آدمی نوکر ہی۔ جو تین گھنٹہ آکر حامد کو اور لیٹن محمود کو پڑھا جاتا ہی۔ مگر حامد کا دل نہیں لگتا ہی۔ دربار ملکہ معظمہ کی حاضری کے لیے مجھ سے کہا گیا۔ مگر میں نے بعض مصلحت کی نظر سے کہا ہی کہ پھر کسی دربار میں حاضر ہوں گا۔ ہمیشہ دربار ہوتے ہیں۔ یہاں کے امرا سے دوستانہ ملاقات نہایت بے تکلف ہوتی ہی اور کھانے پر جانا ہوتا ہی۔ ہمیشہ محمود میرے ساتھ ہوتا ہی اور وہ ذریعہ گفتگو اکثر ہوتا ہی۔ وزیر ہند سے ایک دفعہ مع حامد و محمود

ملاقات ہوئی تھی اور دو دفعہ صرف میں تنہا ملا۔ میں نے انگریزی میں اُن کی سب باتوں کا جواب دیا سب سمجھا اور سب جواب صحیح دیے مگر نہایت بدوضع انگریزی میں یہاں کے اکثر امرا اور ممبران پارلیمنٹ ہندوستان کے خیر خواہ ہیں مگر چونکہ حالات سے بخوبی واقف نہیں ہیں اس لیے بعضے تو کچھ جانتے ہیں اور بعضوں کی رائے نہایت غلط ہوتی ہے۔ حال کی پارلیمنٹ میں جو بل متضمن مزید اقتدار گورنر جنرل ہندوستان پاس ہوا ہے درحقیقت ممبران پارلیمنٹ نے نہایت نیک نیتی سے اور ہندوستان کا فائدہ سمجھ کر پاس کیا ہے مگر ایسی غلطی رائے کی ہے جس کا بیان نہیں ہوسکتا حقیقت میں ہندوستان غلام ہوگیا اور یہ بل نہایت مضر ہندوستان کے ہے۔ اگر انگلستان میں یہ قانون جاری ہوتا تو سب رعیت اُس کی منسوخی کی درخواست کرتی۔ میونسپل کے قانون سے میں مختلف الرائے نہیں ہوں صرف یہ چاہتا ہوں کہ حکام انگریزی اس روپیہ کو بیجا صرف نہ کریں ٹیکس کے باب میں کچھ گفتگو نہیں ہوسکتی۔ درحقیقت آمد و خرچ پورا نہیں ہے۔ وہ کتاب طیار ہوگئی آج کی ڈاک میں دو جلدیں میر ظہور حسین صاحب کے پاس بھیجی ہیں اس لیے کہ الہ آباد کے بعض عقلمند صاحب فرماتے تھے کہ یہ بات جھوٹ ہے اگلی ڈاک میں آپ کے پاس دو جلدیں روانہ کروں گا۔ اور باقی کتابیں جہاز پر پھیر کے راستے سے روانہ کروں گا تاکہ محصول کم خرچ ہو۔ والسّلام۔

خاکسار۔ سیّد احمد

از مقام لندن۔ ۲۰۔ اگست ۱۸۶۹ء روز جمعہ

۔ چھجو آداب و تسلیمات عرض کرتا ہے اور اس وقت میرے سر پر کھڑا ہے اور آپ کی تصویر مانگتا ہے۔ اُس نے بھی ایک البم بنائی ہے۔

جناب مخدوم مکرم بندہ سلامت۔ بعد سلام مسنون عرض یہ ہی کہ دو قطعہ عنایت نامے مورخہ ۴ اگست و ۵۔ اگست مع ہنڈوی ۵۰ روپیہ کے پہونچے اور ممنون عنایت کیا۔ اپنے سفر کی بابت جو آپ نے مجھ سے رائے پوچھی ہی۔ درحقیقت آپ کی رائے بالکل صحیح ہی۔ اگر آپ یہاں تشریف لائے تو کچھ فائدہ جو معاوضہ اس قدر زیرباری کا ہو نہیں ہونے کا۔ میں ہرگز صلاح نہیں دیتا کہ آپ اس قدر زیرباری قرضہ اٹھاویں اور برس روز کے لیے یہاں تشریف لائیں۔ یہ اس قدر بڑا شہر ہی اور ایک ایسا کارخانہ ہی کہ کوئی کسی کو نہیں پہونچتا۔ میرے واسطے جو کچھ یہاں ہوا آپ اُس کو تعجبات اور امور اتفاقیہ سے سمجھیے۔ صاف صاف یہ بات ہی کہ یورپ دو آدمیوں کے کام کا ہی۔ اوّل اُن کے جو جوان نوعمر ہیں اور علوم و فنون جدیدہ کی تربیت چاہتے ہیں اور یورپ کی زبان سے واقف ہیں۔ دوسرے صرف اُن لوگوں کے لیے جو صرف سیر کے خواہاں ہیں یا اپنے ملک اور اپنے ملک کے لوگوں کی ترقی میں کوشش کرنا چاہتے ہیں۔ سیر کا تو مختصر یہ حال ہی کہ یہاں وہ چیزیں اور وہ کارخانے اور وہ صنائع اور وہ عمارات اور ایسی عجائبات ہیں کہ "لاعین رات و لا اذن سمعت"! امکان نہیں ہی کہ جن لوگوں نے اُس کو نہیں دیکھا اُن کے سامنے بیان ہوسکیں اور وہ سمجھ سکیں۔ جس وقت انسان یورپ کی سرحد میں پہونچتا ہی حقیقت میں اُس کو ایک نیا عالم معلوم ہوتا ہی اور اُس کو یقین ہوجاتا ہی کہ ہندوستان میں جا کر انگریز ہم کو مثل جانور کے جانتے ہیں درحقیقت ہم ہندوستانی ایسے ہی ہیں۔ عقلمند اور عبرت اور نصیحت پکڑنے والا آدمی تمام حالات اور رسم و رواج یورپ دیکھ کر یہ بات سمجھ سکتا ہی کہ کونسی رسمیں اور عادتیں ہندوستان کی۔ اور بخصوص مسلمانوں کی اچھی ہیں اور کونسی خراب اور قابلِ تبدیل ہیں۔ اصول ایمانیہ

اسلامیہ پر جس قدر یقین یورپ کے آنے سے اور یہاں کے حالات اور علوم اور علما کی رائیں دریافت کرنے سے ہوتا ہی بلا تشبیہہ نعوذ باللہ ویسا یقین حج سے نہیں ہوتا۔ زیادہ تعجب یہ دیکھ کر ہوتا ہی کہ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہی صرف قوم سے اور آپس میں ہو رہا ہی۔ گورنمنٹ سے کچھ علاقہ نہیں ہی اور یہ دیکھ کر آدمی یقین کر سکتا ہی کہ ہندوستان میں اگر بہت سے آدمی متوجہ ہوں اور علوم و فنون اور سویلیزیشن[له] پر کوشش کریں تو وہ بلا اعانت گورنمنٹ بہت کچھ کر سکتے ہیں اور ان خیالات سے اور حال دیکھنے سے عقلمند اور بیدار آدمی کو اپنے ملک کی ترقی اور بھلائی اور قومی خیر خواہی زیادہ بڑھتی ہی۔ جس شخص کے پاس روپیہ ہو اُس کو صرف اس قدر کافی ہی کہ یورپ آوے اور تین چار مہینے موسم گرما میں جب کہ یہاں سب کچھ جاری ہوتا ہی ہر ایک چیز کی سیر کرے۔ اور چلا جاوے اور اپنے ملک میں اُس بھلائی کو پھیلاوے مگر میں ہرگز رائے نہیں دیتا کہ اس امر کے حاصل کرنے کو قرض سے اپنا گلا بندھا دے۔ پس میں آپ کو ہرگز رائے نہیں دیتا کہ قرض کر کر آپ یہاں تشریف لائیں۔ اور بالفرض اگر آویں بھی تو چھ مہینے سے زیادہ کے لیے آنا محض لغو و حماقت ہی۔ میرے حال پر خیال نہ کیجیے۔ میرا حال جدا تھا اور چند خیالات مجھ کو تھے۔ میں نے جائداد بیچی اور دس ہزار کا قرض کیا۔

عاقل و عیاش آدمی کے لیے جو خوشی اور نعمت یہاں متصور ہی خدا معلوم بہشت میں بھی ہوگی یا نہیں۔ میرے ایک بڑے معزز دوست نے ایک بہت بڑے جلسہ میں جہاں نہایت تکلف کی پوشاک پہنے ہوئے کئی سو مرد۔ میم اور لیڈی نہایت خوب صورت و خوش کلام اور قابل جج تھیں پوچھا کہ کہو لندن بہشت ہی اور حوروں کا ہونا سچ ہی یا نہیں۔

[له] تہذیب۔

پس مختصر حال و نتیجہ سفر یورپ کا یہ ہی مگر ہماری قسمت میں وہی جلنا ہی یہاں کا حال دیکھ دیکھ کر اپنے ملک اور اپنی قوم کی حماقت اور بیجا تعصب اور تنزل موجودہ اور ذلت آیندہ کے خیال سے رنج و غم زیادہ بڑھ گیا ہی اور کوئی تدبیر اپنے ہم وطنوں کے ہوشیار کرنے کی نہیں معلوم ہوتی۔ مذہب جس کو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے خوب اختیار کیا ہی اُس میں بھی وہ حماقت اور نالائقی اور گمراہی ہی جو اور تمام کاموں میں ہی۔ پس کوئی کیا کرے۔ بد اقبالی و بد نصیبی کا کچھ علاج نہیں

میں روز و شب تحریر کتاب سیر مصطفوی صلعم میں مصروف ہوں سب کام چھوڑ دیا ہی۔ لکھتے لکھتے کمر درد کرنے لگتی ہی۔ اِدھر فکر ترتیب مضامین کتاب اُدھر فکر جواب اعتراضات۔ اِدھر فکر تنقیح و تصحیح روایات صحیح میں مبتلا رہتا ہوں اور کسی شخص کے مددگار نہونے سے یہ کام اور بھی سخت ہو گیا ہی۔ اودھر جب حساب دیکھتا ہوں تو جان نکل جاتی ہی کہ ابھی لکھوانا اور چھپوانا تو شروع کر دیا روپیہ کہاں سے آئے گا۔ مسلمان البتہ آستین چڑھا کر اس باب میں تو لڑنے کو طیار رہوں گے کہ انگریزوں کے ساتھ کھانا مت کھاؤ مگر جب کہو کہ مذہبی تائید میں کچھ روپیہ خرچ کرو تو جان بچا جاویں گے۔

دوسرا باب جس میں عرب کا جغرافیہ اور وہاں کی قوموں کا اور حضرت اسمٰعیل کے وہاں آکر آباد ہونے کا ذکر ہی چھپ رہا ہی۔ عرب میں سے ایک کتبہ نکلا ہی جو یہاں کے برٹش میوزیم میں موجود ہی وہ کتبہ آں حضرت صلعم سے بہت پہلے کا ہی اور اُس سے حضرت ہودؑ کا عرب میں پیغمبر ہونا اور قوم عادؔ کے مکانات کا وجود بخوبی ثابت ہوتا ہی۔ چنانچہ وہ کتبہ بعینہٖ اُسی خط میں مع ترجمہ میری کتاب میں مندرج ہوگا۔

میری دانست میں نہایت خیر خواہی اسلام کی اور سب سے زیادہ ضرورت

اس بات کی تھی کہ یہ کتاب انگریزی زبان میں چھاپی جائے اس لیے انگریزی کا چھاپنا شروع کر دیا اور اُردو ابھی ملتوی ہے۔ علاوہ اس کے انگریزی عبارت لکھنے والے جیسے عمدہ اور کم قیمت پر یعنی بہ نسبت ہندوستان کے کم قیمت پر ملے ہیں ہندوستان میں ممکن نہ تھا۔ جو شخص کہ میری کتاب انگریزی میں لکھتا ہے اُس کی لیاقت کا کوئی انگریز ہندوستان میں نہیں ہے۔ پس ایسا شخص ملک ہندوستان میں کہاں ملتا۔ اگر میری کتاب طیار ہو گئی جس میں دس باب ہیں تو میں لندن میں آنا دس حج کی برابر اور باعث اپنی نجات کا سمجھوں گا۔ خدا قبول کرے آمین۔

اس معاملہ میں سوائے تمہارے میں اور کسی کو کچھ نہیں لکھتا اس لیے کہ جو میرے دلی دوست ہیں اُن کو خدا نے عقل نہیں دی اور حقیقت یہ ہے کہ جب تک دل سے شوق نہ ہو صرف خاطر سے کچھ کرنا فائدہ مند نہیں ہوتا۔ بہرحال مجھ کو اعانت کی نہایت ضرورت ہے اوّل تو انتخاب و تحریر مقامات کتب و تحقیق بعض مسائل کی جو میں آپ کو لکھوں آپ اُس کو بخوبی انجام دیں گے اس میں کچھ تامل نہیں مگر اس قدر دیر نہ ہو جیسی کہ اب تک کی ہے۔ اس وقت تک حدیثیں معراج و شق صدر کی نہیں پہونچیں۔

دوسرے بلاشبہ روپیہ کی ضرورت ہے کم سے کم دو ڈھائی ہزار روپیہ خرچ ہو گا۔ آپ وہاں احباب مخلصین سے چندہ کیجیے۔ صورت چندہ کی یہ ہو کہ جو جس کا مقدور ہے دے اور بعد طیار ہو چکنے کتاب کے جس قدر روپیہ اُس نے دیا ہے اُسی قدر قیمت کی کتابیں اُس کو دے دی جاویں۔ اس چندہ کرنے میں یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ کل ڈھائی ہزار کا چندہ ہو کیونکہ جس قدر ہو وہی غنیمت ہے اور اُسی قدر بوجھ ہلکا ہو گا۔ میرا ارادہ ہے کہ میں میسر

ظہور حسین - مرزا رحمت اللہ بیگ - مولوی زین العابدین - تراب علی - محمد احمد مہدی علی وغیرہ کو خط لکھوں کہ مجھے ضرورت ہی سو سو روپیہ بھیجدو سوائے اس کے اور کچھ نہ لکھوں - یقین ہی کہ یہ لوگ بھیجیں گے - پس جس قدر مدد ہو گی وہی غنیمت ہی -

دوسری صورت یہ ہی کہ کسی مہاجن سے کچھ روپیہ قرض لیا جائے اور اس کتاب کی تیاری میں لگایا جائے - بعد طیاری کے کچھ شبہ نہیں ہی کہ یہ کتاب بہت بکے گی اور انگریز بہت لیں گے - آج تک مسلمان کی لکھی ہوئی کتاب آنحضرت صلعم کے حال کی انگریزی میں نہیں ہی - پس اُس کی قیمت سے اُس کا روپیہ دیا جائے اگر نقصان ہو تو میں اور وہ لوگ جو اس میں شریک ہوں ادا کریں -

چند بڑے قابل انگریز جو مسلمان ہو گئے ہیں اُن کی لکھی ہوئی کتابیں نہایت تلاش سے بہم پہونچائی ہیں اور دس گنی قیمت دیکر خریدی ہیں اُس میں ایک کتاب ہاتھ آئی ہی - جس میں اُس انگریز نے نہایت خوبی سے "یاتی من بعدی اسمہ احمد" کے فقرہ کو ثابت کیا ہی کہ ایسی دلیلیں کسی مسلمان مولوی کے خیال میں بھی نہیں گزر سکتیں - علاوہ اس کے میں کیا کیا بیان کروں کہ میں نے کیا کیا ہی - اگر تم یہاں ہوتے تو شاید پھولے نہ سماتے - بلا تصنع میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ مولوی امداد العلی صاحب کی نسبت "اسٹار آف انڈیا" تجویز ہونے سے بے انتہا خوشی ہوئی - عین آرزو مسلمانوں کی ترقی اور عزت کی ہی خواہ اُس کو کوئی میری ضد سے حاصل کرے خواہ میرے حسد سے - خواہ میرے ذلیل کرنے کو "چشم ما روشن دلِ ما شاد" ان کا یہ فرمانا کہ سید احمد نے انگریزوں کا جھوٹا کھا کر اسٹار آف انڈیا لیا اور

اُنھوں نے موچھوں پرتاؤ دیکر نہیں نہیں بھول گیا اُن کے موچھیں نہیں ہیں داڑھی پر ہاتھ پھیر کر میرے سر اور آنکھوں پر خدا کرے ایک اُن کو اور ہزار مسلمانوں کو یہ دن نصیب ہو۔ حافظ جی صاحب کی خدمت میں بہت بہت سلام اور جب انتخاب احادیث پہونچے گا جب شکریہ بھی کروں گا۔ جناب مولوی معین الدین صاحب کی خدمت میں السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین وعلی الدین آمنو بما انزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وآمنوا بجمیع آیات اللہ وکلماتہ وآمنوا علیٰ کلامہ تعالیٰ وطعام الدین اتو الکتاب حل لکم والسلام خاکسار

سید احمد

از مقام لندن ۱۰ ر ستمبر ۶۹ء

۱۰

جناب مخدوم و مکرم۔ تسلیم۔ پلندہ نقول مقامات کا پہونچا، ممنون عنایت کیا۔ میرے دل نے اور میری آنکھوں نے حافظ جی صاحب کا بہت بہت شکر کیا، ایسا خوش خط تھا کہ آنکھوں کو روشنی ہوتی تھی مگر اس قدر خوشخط لکھنے کی تکلیف اُٹھانی کچھ ضرور نہ تھی۔ بہرحال دل و جان سے شکر ہی اگر وہاں ہوتا تو ہاتوں کو آنکھوں سے لگا لیتا۔

میری یہ رائے ہے کہ سو سو روپیہ احباب مخلصین سے چندہ لیا جاوے پختہ تیس آدمی جمع ہونے چاہئیں اس میں جس قدر ہو جاویں ہو جاویں۔ مگر تین ہزار سے کم خرچ نہیں ہونے کا۔ تین آدمیوں کو خط لکھے ہیں۔ محمد احمد مرزا عباس بیگ صاحب۔ نواب ضیا الدین خاں صاحب۔ مگر تینوں پچھلے شخص سے شریک ہونے کی بہت کم توقع ہے۔ آپ تو رعیت خاص ہیں۔ پس آپ کو

لکھتا ہوں کہ سو روپیہ بھیج دو بذریعۂ ہنڈوی درشنی نقد بلا بٹہ و نقصان۔ مولوی زین العابدین کو بھی خط لکھا ہے۔ سو روپیہ نقد مانگے ہیں۔ تعطیل دسہرہ میں آپ ضرور اُن سے ملیں اور اُن سے خط میرا لیکر ضرور پڑھیں۔ اور لوگوں کو بھی یعنی مرزا رحمت اللہ بیگ اور میر ظہور حسین اور میر تراب علی کو بھی لکھونگا مجھ کو بعضی دفعہ خیال ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ سمجھیں کہ اس شخص نے دق کر دیا ہے۔ اس سے پیچھا چھوڑانا مشکل ہو گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یار شاطر سے بار خاطر ہو جاؤں۔ بہر حال خدا کے واسطے کرتا ہوں کچھ اپنا ذاتی معاملہ نہیں ہے کہ جس میں یار شاطر یا بار خاطر ہونے کا خیال کروں۔ مرزا رحمت اللہ بیگ صاحب نے نہ خط کا جواب لکھا نہ سابق کے ۵ اب تک بھیجے اس کا سبب اب تک نہیں معلوم ہوا اور سب جگہ سے جس جس کو لکھا تھا آ گئے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل معجزات منتخب کر کر ایک مختصر فہرست معہ مختصر حال کے بنائے اُن میں سے کہ جس قدر غیر ثابت ہیں اُن کے اوپر تو فقط غیر ثابت لکھ دیجیے اور جس قدر کہ آپ کے نزدیک ثابت ہیں اُن کا ثبوت لکھیے اور جن کتابوں پر استدلال کیجیے اُن کی عبارت کی نقل کیجیے اور جن لوگوں نے اس کے برخلاف رائے دی ہو اُس کا رد بتائیے اور ایسے وجوہات بھی لکھیے جو غیر مذہب والے پر حجت ہوں اور یہ سب چیز میرے پاس بھیج دیجیے۔ میں تو یہ سب کچھ لکھوں گا مگر دیکھوں تو صحیح کہ یہ حضرات جو تقلید کی غلامی کر رہے ہیں وہ کیا کرتے ہیں۔ بہر حال آپ ہر طرح پر اس وقت میری مدد کیجیے۔ جو بات جو مضمون میں آپ کو لکھوں اُس کو آپ سمجھیے کہ نہایت ضروری ہے اور نہایت تاکید سے لکھا ہے اور اُس کا جلد اور نہایت جلد انجام دینا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ جو بات میں آپ کو لکھ بھیجتا ہوں

اُس سے بے فکر ہو جاتا ہوں کہ وہ ضرور انجام ہو جاوے گی۔ آپ بھی اپنے مخلصین احباب جو چندہ میں شریک ہوں پیدا کیجیے۔ اپنے ماموں صاحب کو بھی لکھیے۔ شرط صرف اس قدر کہ سو روپیہ کی قیمت کی کتابیں اُن کو دے دی جاویں گی۔ روپیہ ہر روز صرف ہوتا جاتا ہے۔ کتبہ کھدوائے ہیں۔ نقشہ جات جو اسنَد لالاً کتاب میں داخل ہوں گے بنوائے ہیں صرف پنسل سے اُس نقشے کی بنوائی جس میں سفر موسیٰ اور وادی الطے اور بیابان فاران کا بیان ہے مطبعہ دیے ہیں اور اب وہ چھپنے کو جاتا ہے۔ عنقریب اُس شخص کا بل آنے والا ہے جو انگریزی عبارت لکھتا ہے۔ پس روپیہ بھیجنے میں اور شریکوں کے فراہم کرنے میں ذرہ بھی توقف نہ فرمایئے۔ والسلام

خاکسار سید احمد

۱۰ ستمبر ۱۸۶۹ء مقام لندن

۱۱

جناب عالی آپ کا عنایت نامہ بلا تاریخ پہونچا۔ تیسری ستمبر کو میں نے بہت بڑا خط لکھا تھا۔ میرے مضمون اور مطالب اُس میں تھے۔ افسوس کہ اُس تاریخ کا میل جو جہاز لیکر چلا تھا وہ عدن کے قریب ڈوب گیا۔ میں نے بہت صاف صاف رائے آپ کو لکھی ہے۔ درباب سفر ولایت یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ پہونچے گی۔ اب میرا حال سُنیے مواعظ احمدیہ کے لکھنے میں شب و روز مصروف ہوں اس کے سوا اور کچھ خیال نہیں۔ جانا آنا ملنا جلنا سب بند ہے۔ آں حضرت صلعم کی بارہ برس کی عمر تک کا حال لکھ چکا اور سر ولیم میور صاحب اور اور مصنفوں نے یہاں تک کے حال پر جو کچھ لکھا ہے سب کے ایک ایک حرف کا جواب لکھا ہے مگر ایسا جواب نہیں ہے

جیسا کہ تمہارے ہاں کے ملاں مشرکین فی صفتہ النبوۃ دیتے ہیں نہایت محققانہ جواب ہیں اور یہ شرط ہی کہ کسی شخص کے آگے ڈالدو وکیسا ہی بے دین کیوں نہ ہو اگر وہ کہے کہ ہاں نہایت سچ اور انصاف کا جواب ہی تو میرا نام ورنہ میرا نام ہی نہیں۔ اپنی تحریر کو آپ ہی دیکھتا ہوں اور خوش ہوتا ہوں کہ بیان سے باہر ہی۔ دوسرا خطبہ جغرافیہ عرب کا قریب الاتمام ہی۔ نہایت عمدہ طور سے ثابت ہوا ہی کہ فاران وہی میدان اور پہاڑ ہیں جہاں کعبہ واقع ہی۔ معلوم نہیں کہ آپ فاران کے لفظ سے واقف ہیں یا نہیں۔ کیونکہ یہ بہت بڑا رکن مباحثہ کا ہی۔ جس قدر لکھا ہی وہ انگریزی ہوگیا اور چھپ رہا ہی۔ اس وقت میرے سامنے دوسرے خطبے کے ۲۴ ورق چھپے ہوئے رکھے ہیں۔ پہلا خطبہ جو طیار رکھا ہی ایک نسخہ اُس کا آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ اور جب دوسرا ختم ہوجاوے گا اُس وقت وہ بھی بھیجوں گا اور علی ہذا القیاس مگر اس بات کی احتیاط رہے کہ اس کتاب کی تصنیف کی شہرت نہ ہو اور جب تک کہ کتاب پوری نہ ہولے اور چھپ نہ لے اُس وقت تک کسی کو نہ معلوم ہو کہ ولیم میور صاحب کی کتاب کا جواب لکھا جاتا ہی۔ پس اغیار سے اس کو مخفی رکھنا چاہیے۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ قبل اتمام کتاب جناب سر ولیم میور صاحب کو اس کا حال معلوم ہو۔ بعد اتمام انشاء اللہ تعالیٰ میں خود اپنے ہاتھ سے نذر دوں گا۔ اب بجز روپیہ کے اور کسی چیز کی فکر نہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ اس خط کے پہونچنے کے بعد میر ظہور حسین کے پاس جائیے اور میری یہ درخواست ہی کہ دونوں صاحب مل کر کسی مہاجن سے میرے لیے ہزار روپیہ قرض لیجیے۔ سود اور روپیہ میں ادا کروں گا

مگر چونکہ میں یہاں ہوں اس لیے کچھ بندوبست نہیں کرسکتا۔ ہزار روپیہ بھیجنے
کے لیے زلی لکھا ہی اور میں نے لکھا ہی کہ کتابیں اور میرا اسباب یہاں تک
کہ میرے ظروف مسی تک فروخت کرکر ہزار روپیہ بھیج دو اگر ہزار روپیہ
آپ دونوں صاحب قرض لیکر مجھے بھیج دیں اور ہزار روپیہ یقینی ولی سے
آوے اور پانچ چھ سو روپیہ چندہ کے ذریعہ سے وصول ہو جاوے تو کتاب
بخوبی چھپ جاوے گی۔ میں نے میر ظہور حسین صاحب سے سو روپیہ چندہ
کے طلب کیے ہیں، گو وہ کہتے ہیں تنگ ہوں مگر ضرور بھیجیں گے، وہ میری
بات سے کبھی انکار نہیں کرینگے اور سو روپیہ آپ اپنے چندہ کے بھیج دیجیے
اور اس خط کا جواب بلا توقف بھیجیے گا کہ ہزار روپیہ قرض کی تدبیر ہو سکی
یا نہیں۔ کیونکہ اگر تدبیر نہ ہوسکے تو مجھے جلد اطلاع کرنی چاہیے تاکہ میں اور فکر
کروں۔ اگر یہ کتاب بعد چھپنے کے خاک میں ملا دی جاوے گی۔ تب بھی ہزار
روپیہ جو قرض لیے جاتے ہیں وصول ہو جاویں گے۔ کیا کہیے اس کتاب
کے پیچھے خواب و خور حرام ہو گیا ہی۔ خدا مدد کرے۔ ایک سوداگر صرف
اسی خطبہ کے ڈیڑھ سو نسخے مانگتا تھا۔ میں نے متفرق بیچنے سے انکار کیا۔ اس نے
بہت سی کتابیں دی ہیں مستعار واسطے لکھنے کتاب کے اس شرط پر کہ یہ
کتاب سوائے اس کے اور کسی کے ہاتھ پر یورپ بھر میں نہ دوں۔ پس
مجھ کو کچھ شک نہیں ہی کہ جس قدر روپیہ لگے گا اس سے بہت زیادہ قیمت
سے وصول ہوگا۔ صرف اس وقت روپیہ لگانے کا وقت ہی اگر ہندوستان
سے روپیہ آنے کی مایوسی ہو جائے تو میں خود یہاں کے بنک سے روپیہ
قرض لوں گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ کتاب ضرور ہی پوری کروں گا۔
مرزا رحمت اللہ بیگ صاحب کا کوئی خط نہیں آیا نہ چندۂ سابق کا

اونھوں نے روپیہ بھیجا۔ اون کا حال لکھو کہ وہ کیسے ہیں۔ اب زیادہ لکھنے کی فرصت نہیں۔ والسّلام

خاکسار سید احمد

بنام لندن یکم اکتوبر ۱۸۶۹ء

بنگالیوں کا اپیل دائر ہی ابھی حکم آخیر نہیں ہوا محکمہ بند ہی نومبر میں کھلے گا۔

۱۲

مخدوم مکرم من۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا عنایت نامہ مورخہ بلا تاریخ ملا اور دل کو باغ باغ خوش کیا۔ افسوس کہ جس مجلس میں مرزا صاحب و مولوی زین العابدین آپ کی خدمت میں جمع تھے میں وہاں نہ تھا۔ میرے نیاز نامے جو آپ کے نام ہیں اُنھوں نے درحقیقت مولوی زین العابدین کو واسوخت کا فرد دیا ہوگا۔ جس قدر آپ نے مولوی زین العابدین کی محبت کا میری نسبت ذکر لکھا ہی درحقیقت وہ بہت کم اُس کا فرغارت کُن ایمان کو جیسا کہ وہ ہی میں ہی خوب جانتا ہوں اب آپ کو میری طبیعت کا حال بخوبی معلوم ہو گیا ہی۔ میں رشتے ناتے کی سچی محبت اور دوستی کے آگے کچھ بھی حقیقت نہیں سمجھتا۔ مولوی س خ کو میں اپنے چھوٹے حقیقی بھائی سے کم نہیں سمجھتا تھا اور اب بھی بہ لحاظ اُن کی صحت و تندرستی و خوشی و آرام و دینی و دنیوی عیش کے ایسا ہی سمجھتا ہوں۔ اور ایسا ہی جانتا ہوں۔ آپ یقین جانیے کہ جس قدر مجھ کو اپنے بھائی کے مرنے کا رنج ہوا تھا اُسی قدر یا اُس کے قریب مولوی س.... خ صاحب کی طرف سے جو میرے دل میں رنج

وملال آیا ہی اُس کا مجھ کو رنج ہوا ہی وہ بچے ہیں اُنھوں نے دنیا نہیں دیکھی دوستی ومحبت کے معاملات وبرتاؤ سے محض ناواقف ہیں. وہ کسی رنڈی پر عاشق نہیں ہوئے. کسی لونڈے پر وہ عاشق نہیں ہوئے. اُن کو مزہ دوستی اور محبت کا مطلق معلوم نہیں ہی. سچ یہ ہی کہ جس شخص نے ایک گھڑی بھی عشق نہیں برتا وہ نہ خدا کی دوستی کا مزہ جانتا ہی نہ انسان کی دوستی کا اور نہ محبت کے لائق ہی. اُن کی ناتجربہ کاری ہی جو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں کسی کے کہنے سننے سے اُن کی طرف سے رنجیدہ ہوا ہوں میں تو اُس شخص کو کافر بے ایمان سمجھتا ہوں جو دوست کی نسبت یہ خیال کرے کہ اُس نے خلاف دوستی ومحبت کے کوئی بات کی یا کہی. میں تو دوست کے گالی دینے اور بُرا کہنے کو بھی دوستی پر حمل کرتا ہوں اور درحقیقت دوستی ہی کے سبب سے وہ بات ہوتی ہی مگر جبکہ حقیقت میں خلاف محبت ودوستی کے اور کوئی بات ہو تو پھر شیشۂ محبت جو نہایت نازک ہی کسی طرح ثابت نہیں رہ سکتا. آپ خیال کیجیے کہ محبت اور دوستی ایسی سخت اور مضبوط چیز ہی کہ کسی طرح نہیں ٹوٹ سکتی اور کوئی اُس کو نہیں توڑ سکتا مگر وہ نازک بھی ایسی ہی کہ باریک سے باریک شیشہ اور حباب کو بھی اُس سے نسبت نہیں ہی. وہ ہتوڑوں اور ہزاروں صدموں سے نہیں ٹوٹتی. اور ایک ادنیٰ سی خلاف محبت بات کرنے سے ٹوٹ جاتی ہی. اور جوں جوں محبت زیادہ بڑھتی اُس کی نزاکت زیادہ ہوتی جاتی ہی. مولوی س...خ کو اب بھی میں اپنے بھائی سے کم نہیں سمجھتا. مگر جو ملال کہ میرے دل میں ہوا کہ وہ اب تک کم نہیں ہوا. پھوٹ جاوے وہ آنکھ جو کسی کو دیکھے اُس نگاہ سے جو اُس کے دل میں نہیں ہی. گل جائے وہ زبان

جو وہ کہے جو اُس کے دل میں نہیں ہی۔ ٹوٹ جائے وہ ہاتھ جو وہ لکھے
جو اُس کے دل میں نہیں ہی۔ پس آپ نے جو لکھا ہی کہ میں مولوی س۔۔۔خ
کو ضرور خط شرکت چندہ کے لیے لکھوں تو میں کیا لکھوں۔ آپ یہ خیال
نہ فرمائیں کہ جو آپ نے لکھا اس سے میں نے انکار کیا۔ میری تو وہ مثل
ہی کہ دوست کو جان و ایمان دونوں دیتا ہوں۔ لیکن دل کا یہ حال لکھا
ہی اس کے جواب میں جو حکم ہوگا بجا لاؤں گا۔

میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے برادر شفیق جناب حاجی مولوی شاہ ع۔ ا
عرف اج برادر بزرگ مولوی س۔۔۔۔خ کو مجھ سے کیا رنج پہونچا ہی
شاید یہ رنج ہو کہ میں نے اُن کے چھوٹے بھائی سے برادرانہ محبت
کی تھی۔ یا یہ سبب ہی کہ اُنھوں نے حج کر لیا۔ ششماہی کے روزے رکھ لیے
شاہ عبدالغنی صاحب کے مرید ہو کر خلیفہ ہو گئے۔ اُن کے نمازوں روزوں
اور حج اور زہد و تقویٰ کا خدا پر اتنا احسان ہوا کہ بار احسان سے خدا
کی پشت دوتا ہو گئی۔ اُس نے عشرہ مبشرہ میں ایک عدد زیادہ کر دیا
مگر میں ایسے خدا کو جس پر لوگ اُس کی عبادت کا احسان کریں اور اُس کی
پیٹھ احسان کے بوجھ سے خم ہو جاوے ایک کوڑی کو بھی نہیں خریدتا۔
مولوی س۔۔۔۔خ اپنے بھائی کی محبت نہ توڑیں گے۔ مگر میری محبت
توڑنی منظور رکھی۔ پس وہ نازک شیشہ کیونکر قائم رہ سکتا ہی۔ خیر خدا اُن کو
اور ہم کو سب کو معاف کرے ؎

آپ نے جو جو انتخاب احیاء العلوم کے بھیجے ہیں اُس کا شکر کرتا ہوں
خدا جزائے خیر دے اور خدا کرے تمہاری نیکیوں اور نمازوں کے
بوجھ سے تمہارے خدا کی پشت خم نہ ہو۔ آمین۔ باقی انتخابات کا جن کو

بھیجنے کا وعدہ ہی منتظر ہوں۔ میں نہایت خوشی سے آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ میری
کتاب کے دو باب اور ختم ہو گئے ایک بشارت آں حضرت صلعم میں توریت
و انجیل سے اور ایک حقیقت معراج و شق صدر میں۔ مگر جب دیکھیے گا کہ کیا لکھا ہی
تو معلوم کیجیے گا۔

میں نے جن جن احباب کو چندہ کی شرکت کے لیے خط لکھے ہیں اُن میں سے
بعض نے انکار لکھ بھیجا اور بعض نے جواب نہیں بھیجا۔ نہ جواب آنے کی توقع ہی
صرف ایک شخص نے سو روپیہ بھیج دیے ہیں۔ اب صرف چھ جگہ سے آنے کی
توقع ہی۔ مہدی علی۔ زین العابدین۔ مرزا رحمت اللہ۔ ظہور حسین۔ تراب علی
محمد احمد۔ پس کل سات سو روپیہ جمع ہوں گے۔ کتاب میں ہزار سے کم ہرگز
کم خرچ نہ ہو گا۔ دیکھیے انجام کیا ہوتا ہی۔ بغیر قرض لیے کام نہیں چلنے کا۔ ایک
ارادہ ہی کہ جلد اوّل چھاپ کر فروخت کرنی شروع کی جاوے۔ جس قدر آوے
دوسری جلد میں صرف ہو۔ بہرحال خدا مالک ہی۔

مسٹر ڈیون پوٹ کی کتاب کا ترجمہ کر و الّا جب تک میں نہ آؤں اس کے
چھاپنے کی فکر مت کرو۔ نہایت مشکل سے میں نے ایک کتاب اور مسٹر ہگینز
کی تلاش کی ہی۔ وہ صرف ایک مرتبہ چند نسخے چھاپے ہوئے تھے۔ وہ کتاب
ایسی عمدہ ہی کہ مسٹر ڈیون پوٹ کی کتاب اُس کے آگے آفتاب و ستارہ
کی نسبت رکھتی ہی۔ میں نے جو ہزار روپیہ قرض لینے کی نسبت لکھا تھا اُس
کی بابت کیا صلاح ہوئی۔ مگر مرزا پور سے ہرگز قرض لینا منظور نہیں ہی۔ الہ آباد
کے بنک سے تم اور میر ظہور حسین شریک ہو کر قرض لو۔ معجزات کا انتخاب اور
اہل کلام نے جو تعریف معجزے کی بیان کی ہی اور جو بحث اُس پر کی ہی۔ اور
منکرین معجزات کا جو رد لکھا ہی۔ اُس کا انتخاب جلد بھیجو اس لیے کہ بالفعل میں

نسبت نسب آں حضرت کے لکھ رہا ہوں - پھر نسبت روایات کے لکھوں گا
پھر نسبت قرآن کے - پھر نسبت رسوم جاہلیت کے اور یہ سب باب ایک مہینے
ڈیڑھ مہینے میں ختم ہو جاویں گے - پھر بحث معجزات شروع ہو گی - آپ نے
اپنے چندہ کا روپیہ یقین ہی روانہ کر دیا ہو گا اور مرزا رحمت اللہ - اور
زین العابدین نے بھی بھیجا ہو گا - میر ظہور حسین کے پاس سے کچھ جواب نہیں آیا
خط بھی نہیں آیا - عنقریب چھاپہ والے کا بل آنے والا ہے -

مجھ کو مطلق یاد نہیں ہے کہ وہ کونسا خط ہے اور اُس میں کیا مضمون ہے جس کو
پڑھ کر میاں احمد جان صاحب روئے - امید ہے کہ آپ مطلع فرماویں تاکہ میں
اس بات کو اپنی معجزات کی کتاب میں لکھ لوں - والسلام علیکم و قلبی لدیکم

خاکسار تا بعد ارشاد بندۂ شما

سید احمد

از مقام لندن - ۲۶ نومبر ۱۸۶۹ء

۱۳

جناب مخدوم مکرم بندہ سلامت - بعد سلام مسنون التماس یہ ہے کہ
آپ کا عنایت نامہ محمود کے نام آیا - اُس کے دیکھنے سے نہایت تردد ہوا
آپ نے اُس خط میں کوتاہ قلمی کو ایسا کام فرمایا ہے کہ بیان سے باہر ہے - کچھ
مفصل حال نہیں لکھا - کیسا قاتل، کیسی پناہ دہی، کیسی رپٹ - یہ بات کیا تھی اور
واقعہ کیا ہوا اور آپ نے کیسی کس پر نالش کی ہے - بہرحال مفصل تمام حال سے
مطلع فرمائی کہ رفع تردد ہو - یہاں ہم سب اچھی طرح ہیں اور اپنے اپنے کام
میں مصروف ہیں اور دوستوں کی خیر و عافیت کے منتظر ہیں -

نجم الاخبار کا مضمون جو سوسائٹی کے اخبار میں مندرج ہوا تھا میں نے

دیکھا اور حیران ہوگیا کہ کون شخص میرا خریدار پیدا ہوا۔ مجھ کو تو اپنے ہم وطنوں اور بالتخصیص اپنے ہم مذہبوں سے بجز لعنت کے پھٹ اور جوتی پیزار کے اور کسی چیز کی توقع نہیں ہی اور میں اُس کے سننے اور کھانے میں خوش ہوں نہ میرا دل رنجیدہ ہوتا ہی نہ میں اُن کو بُرا جانتا ہوں پھر خلافِ توقع یہ کیونکر ظہور میں آیا۔ منشی نجم الدین میرے دوست ہیں اور غالباً وہ مجھ کو اس قدر لعنت کا مستحق نہیں سمجھتے جس قدر کہ اور لوگ سمجھتے ہیں۔ مگر وہ آرٹیکل اُن کا لکھا ہوا نہیں معلوم ہوتا ہی۔ غالباً جب آپ دہلی گئے ہوں گے تو وہاں منشی ذکاءاللہ صاحب سے ملاقات ہوئی ہوگی اور اُن کی تقریر و خوش بیانی نے منشی ذکاءاللہ صاحب کے دل کو تحریک دی ہوگی اور اُنھوں نے وہ آرٹیکل لکھا ہوگا۔ بہت سے الفاظ اور طرز تقریر سے اُنہی کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہی

اب اُس کتاب کا حال سنیے جو تصنیف ہو رہی ہی۔ جس کا نام آپ تجویز کر دیجیے۔ انگریزی میں اُس کا نام ہی "سیریز آف ایسیز آن دی لائف آف محمدؐ" اور عربی میں اُس کا نام میں رکھنا چاہتا ہوں۔ خطبات احمدیہ علی سیرۃ محمدیہ۔ میں نہیں جانتا کہ ناموں پر الف لام لانا جائز و صحیح ہی یا غلط۔ یعنی اگر بجائے نام مذکورۂ بالا کے یہ نام رکھا جائے تو دل کو اچھا معلوم ہوتا ہی۔ خطبات الاحمدیہ علی السیرۃ المحمدیہ اور یہ نام بھی ہو سکتا ہی۔ خطبات احمد علی سیرۃ سیدنا محمدؐ رسول اللہ۔ خطبات الاحمدیہ علی العرب والسیرۃ المحمدیہ۔ یہ آخر کا نام اگر بموجب قواعد نحویہ کے صحیح ہو تو مجھے سب سے زیادہ پسند ہی۔ بہرحال آپ نام تجویز کر کر جلد بھیجدیں۔ کیونکہ اس کا جواب آنے تک اُس کی پہلی جلد انشاءاللہ تعالیٰ ضرور چھپ جاوے گی مگر خیال رہے کہ نام میں لفظ "خطبات" کا ضرور ہو اس لیے کہ میں نے ہر ایک حصے کو بہ لفظ خطبہ تعبیر کیا ہی۔ پہلی جلد میں بارہ خطبے ہیں

جو سب مرتب ہو چکے ہیں برابر چھپ رہے ہیں۔

خطبہ اوّل۔ جغرافیہ عرب کا۔ مخلوط تاریخ عرب سے جس میں کمال تحقیق سے ثابت کیا ہو کہ فاران مکہ کے پہاڑ ہیں۔ جہاں سے پیغمبر ہونے کی توریت میں بشارت تھی۔

خطبہ دویم۔ رسم و رواج و عادات۔ عربوں کی زمانہ جاہلیت میں جس میں دکھایا گیا ہو کہ اسلام نے کس قدر اُن کو آراستہ کیا۔

خطبہ سویم۔ عرب میں کس قدر مذہب قبل اسلام کے جاری تھے۔ اور اُن میں سے اسلام کس سے مناسبت رکھتا ہو اور اوس مناسبت سے اسلام کا بھی خدا کی طرف سے ہونا ثابت ہوتا ہو یا صرف ایک بنایا ہوا مذہب ہی۔

خطبہ چہارم۔ یہودی اور عیسائی مذہب کو اسلام سے فائدہ ہوا یا نقصان ہوا۔

خطبہ پنجم۔ اوپر بیان حالت کیفیت اسلامی کے

خطبہ ششم۔ مذہبی روایتوں اور اُن کے اعتبار اور عدم اعتبار کا حال

خطبہ ہفتم۔ قرآن مجید پر۔ اس میں نہایت عمدہ عمدہ بحثیں ہیں۔

خطبہ ہشتم۔ تاریخ مکہ و تاریخ بزرگان آں حضرت صلعم

خطبہ نہم۔ نسب نامہ آں حضرت اور جواب اُن تمام بحثوں کا جو آں حضرت کے نسب نامے کی نسبت کیے ہیں۔

خطبہ دہم۔ بیان بشارت آں حضرت صلعم از توریت و انجیل۔

خطبہ یازدہم۔ حقیقت شق صدر و معراج۔

خطبہ دوازدہم۔ حالات آں حضرت صلعم پیدائش سے بارہ برس کی عمر تک

اس ایک جلد کے چھپنے اور طیار ہونے میں چودہ پندرہ سو روپیے کے خرچ کا تخمینہ ہی۔ مگر اب تک کسی نے زرچندہ نہیں بھیجا ہی۔ سوائے ایک شخص کے۔ میر ظہور حسین صاحب کا خط تک نہیں آیا۔ معلوم نہیں کہ کیا سبب ہی۔ والسلام

سید احمد۔

از مقام لندن۔ ۱۷ ستمبر ۱۸۶۹ء

— ۱۴ —

جناب مخدوم و مکرم بندہ سلامت بعد سلام مسنون التماس یہ ہی کہ چند ہفتے سے برابر آپ کے خط کا انتظار رہی۔ آپ نے جو محمود کے نام خط لکھا تھا اُس میں مہمل و مجمل طور پر ایک آدہ بات تردد میں ڈالنے والی لکھدی تھی اُس کے بعد سے پھر کوئی خط نہیں آیا اور اس لیے بے انتہا تردد ہی۔ یقین ہی کہ اب کی ڈاک میں ضرور آپ کا خط آوے۔ مگر آپ خط لکھنے میں گو دو حرف خیریت کے ہوں دریغ و توقف نہ فرمایا کیجیے۔

میں نے جو ایک خط علی گڑھ اخبار میں لکھا۔ میں سنتا ہوں کہ اُس سے بہت ناراضی پیدا ہوئی اور لوگ نہایت بُرا بھلا کہتے ہیں۔ لاچاری ہی میری قسمت میں ہی یہی ہی۔

میں اپنا حال آپ کو کیا لکھوں سکتہ کا سا حال ہو گیا ہی۔ دن رات کی محنت و مشقت اور اُس طرح طرح کی تکلیف سے جو میرا دل ہی خوب جانتا ہی۔ جلد اوّل خطبات الاحمدیہ کی تصنیف تمام ہوئی اور اس مہینے میں چھاپہ بھی تمام ہو جاوے گا۔ اب جو اندازہ اُس کی یعنی ایک جلد کے چھاپہ کی لاگت کا کیا گیا تو ڈھائی ہزار روپیہ سے زیادہ کا معلوم ہوتا ہی۔ ہوش

جاتے رہے ہیں اور جان میں جان نہیں ہی میر تراب علی نے نہایت مدد کی ہی۔ تین سو روپیہ اس کے چندہ کی بابت بھیجا ہی۔ میر ظہور حسین صاحب نے ماصہ روپیہ بھیجا ہی۔ مرزا رحمت اللہ بیگ صاحب نے اپنا چندہ سو روپیے کا بھیج دیا۔ اگرچہ میں نے بھی تاکید کی ہی مگر آپ بھی تاکید کیجیے زین العابدین سے سو روپیہ منگا کر بھجوا دیجیے۔ وہاں اُن کو ہنڈوی لندن ملنے کی دقت ہوئی ہوگی مگر اب وقت زیادہ توقف کا نہیں رہا۔ قرضہ ہزار روپیہ لینے کی نسبت معلوم نہیں کہ کیا ہوا۔ بہرحال آپ اپنا ذاتی چندہ سو روپیہ کا جلد روانہ فرمایئے۔ اس خط کو لکھ رہا تھا کہ ہندوستان کے اخبار پہونچے۔ اور شعلۂ طور کانپور بھی پہونچا۔ نہایت لطف دیا۔ آپ بھی اس کو پڑھ کر خوش ہوئے ہوں گے۔ دوسری جلد کے چھاپہ شروع کرنے کی بابت نہایت تردد ہی۔ بہرحال اس خط کا جواب آنے تک جو آخر فروری میں آجاوے گا اُس کا چھاپہ شروع نہیں ہوسکتا۔ پس جو آپ کی رائے اس باب میں ہو وہ بھی ارقام فرمایئے۔ یہاں کے ایک کاغذ میں میری کتاب کا ذکر چھپا ہی اُس کو میں نے کاٹ کر سوسائٹی کے اخبار میں چھپنے کے لیے بھیج دیا ہی۔ وہ چھپے گا اور مفصل حال جلد اول کا معلوم ہوگا۔ اگرچہ میں بالاجمال آپ کو پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ بہرحال آپ خط تو لکھیے جس سے رفع تردد ہو۔

والسلام

خاکسار

سید احمد

از مقام لندن ۱۵ جنوری ۱۸۷۰ء

✽✽✽

۱۵

مخدوم و مکرم من۔ جس قدر آپ کی تاخیر تحریر سے مجھ کو رنج و تردد ہوا ہے بیان سے باہر ہے۔ جب سے آپ کا خط محمود کے نام آیا تھا جس میں نہایت اجمال سے چند کلمات متردوانہ درج تھے اُس وقت سے ہردم تردد و رنج سے خالی نہ تھا۔ الحمدللہ کہ آپ کا عنایت نامہ ۸ اردسمبر پہونچا اور اگرچہ وہ تردد بالکلیہ رفع نہیں ہوا مگر کسی قدر رفع ہو گیا۔ اُمید ہے کہ آیندہ خطوط سے انشا اللہ تعالیٰ بالکل رفع ہو جاوے گا۔ میں نے متعدد خطوط آپ کے نام بھیجے ہیں۔ اور آیندہ سے ہر ہفتے بلا ناغہ بھیجتا رہوں گا غلام کو تعمیل حکم میں ذرہ فرق کرنے کا مقدور نہیں ہے جیسا کہ ایک عرضی سے جو اخبار میں چھپے گی ظاہر ہو گا، کتاب جو چھپ رہی ہے میں یقین کرتا ہوں کہ اُس کی بدولت مجھے لندن میں بسبب تنگی خرچ نہایت تکلیف اور محتاجی اور قرضداری اُٹھانی پڑے گی۔ تن بہ تقدیر انگریزی مصنفوں اور جناب میور صاحب نے ایسا کچھ لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ اُن کی چاروں جلدوں کا جواب چار جلد سے کم میں آوے۔ جلد اوّل میری کتاب کی بالکل جواب ہے۔ اُن کی پہلی جلد کا اور اور مصنفوں کا جنھوں نے اُس قدر مضمون پر لکھا ہے۔ میرے ہم قوم اُس محنت کی جو میں نے اس کتاب کی تصنیف میں کی ہے قدر نہیں کریں گے۔ بلکہ نہایت الزام دیں گے اور کافر بتلائیں گے۔ کیونکہ میں پابند تقلید نہیں رہا ہوں اور شاید دو یا تین مسئلوں میں جمہور سے اختلاف کیا ہے اور چند علما کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ پس ہمارے شفیق تمام چیز کو چھوڑ کر اُنھی مسئلوں کی بدولت فتویٰ کفر دینگے خطبۂ بشارت کا پروف آپ کے پاس بھیجتا ہوں اُس کو پڑھو اور انصاف

کرو کہ میں نے کیا لکھا ہی اور میں فخرسے کہتا ہوں کہ جناب حضرت مولوی امداد العلی صاحب بھی ایسا نہ لکھ سکیں گے۔

بھائی جان سنو اب یہ وقت نہیں رہا کہ میں اپنی مکتوبات ضمیر کو مخفی رکھوں۔ میں صاف کہتا ہوں کہ اگر لوگ تقلید نہ چھوڑیں گے اور خاص اس روشنی کو جو قرآن و حدیث صحیح سے حاصل ہوتی ہی نہ تلاش کریں گے اور حال کے علوم سے مذہب کا مقابلہ نہ کریں گے تو مذہب اسلام ہندوستان سے معدوم ہو جاوے گا۔ اسی خیر خواہی نے مجھ کو برانگیختہ کیا ہی جو میں ہر قسم کی تحقیقات کرتا ہوں اور تقلید کی پرواہ نہیں کرتا۔ ورنہ آپ کو خوب معلوم ہی کہ میرے نزدیک مسلمان رہنے کے لیے اور بہشت میں داخل ہونے کے لیے ائمہ کبار تو درکنار مولوی سبحان کی بھی تقلید کافی ہی۔ لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کہہ لینا ہی ایک ایسی طہارت ہی کہ کوئی نجاست باقی نہیں رہتی۔ پس میں چاہتا ہوں کہ یہ دلائل و مباحثہ مجھ کو قائل کر دیا جائے کہ میری یہ رائے صحیح ہی یا غلط اور میں دشمن اسلام ہوں یا مثل ابوبکرؓ و عمرؓ کے دوست اسلام ہوں۔ ایا میں جو اسلام کو ابو حنیفہ و شافعی سے زیادہ دوست رکھتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ ابو حنیفہ و شافعی تو درکنار ابوبکرؓ و عمرؓ بھی بالفرض اگر کچھ غلطی کریں تو بھی اسلام میں کچھ نقص نہیں ہو سکتا۔ اور میرا یہ اعتقاد کہ اگر تمام عالم کافر ہو جاوے یا تمام عالم فرشتہ ہو جاوے تو خدا کی خدائی میں کچھ نقصان یا زیادتی نہیں ہوتی اسی طرح اسلام کے مسائل کا حال ہی کہ اگر تمام مجتہدین صواب پہ ہوں یا خطا پر اصل اسلام کی جو روشنی ہی اُس میں کچھ نقص نہیں ہی۔ پس یہ اعتقاد میرا صحیح ہی یا غلط۔ اگرچہ بعض احباب کے سامنے اسی مضمون کو مختلف پیرایہ میں بیان کیا ہی الا آج تک

عام لوگوں کے سامنے نہیں کیا تھا۔ آج میں نے ایک عرضداشت بخدمت
اہلِ وطن لکھی ہے اور واسطے چھپنے کے بھیجدی ہے اُس کے شروع میں یہ
مضمون بھی لکھدیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جو آپ کی رائے ہو اُس کی نسبت
آپ بھی لکھ کر اخبار میں بہ ثبت اپنے نام کے چھپوا دیجیے۔ خواہ آپ کی رائے
مطابق ہو میرے رائے سے یا مخالف۔

لوگوں نے اخباروں میں جو مجھے بُرا بھلا لکھا اس سے آپ کو غصہ
آگیا۔ معلوم نہیں کہ آپ نے آرٹیکل میں کیا لکھا ہوگا۔ مگر مجھ کو کہاں تک
بچاؤ گے۔ میں تو ہدفِ تیر ہائے ملامت ہوگیا ہوں۔ اور روز بروز
ہوتا جاؤں گا۔ شاید بعد میرے کوئی زمانہ آوے۔ جب لوگ میری
دلسوزی کی قدر کریں۔ میرے خطوط کا مضمون جو آپ نے اپنے آرٹیکل
میں لکھدیا آپ مالک ہیں جو چاہیں کریں۔ اگر میرا بس ہوتا تو ایسا نہ کرنے
دیتا۔ بہرحال جو تمہاری خوشی ہے وہ میری مرضی ہے میں نے عرضی میں
اپنے دل کا حال اپنے دوستوں کے ساتھ لکھدیا ہے اور برادرانِ عزیز
کا بھی۔ اب کہ ہر ہفتے خط لکھوں گا اس لیے اس کا طول دینا ضرور
نہیں ہے۔ آیندہ ہفتہ میں لکھوں گا۔

محمود چار شخصوں کا ذکر کیا کرتا ہے۔ محمد احمد کا۔ آپ کا۔ مرزا رحمت اللہ
کا اور ذکر یہ ہوتا ہے کہ میں جاکر ان تینوں سے کہوں گا۔ بالکل طریقۂ زندگی
بدل دیں اور نہایت صفائی اور عمدگی سے رہنا اختیار کریں۔ اور میر
ظہور حسین کا ذکر وکالت کے باب میں ہوا ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ یہ دن مفارقت کے بخیریت گزرتے ہیں۔ اور انشاء اللہ
تعالیٰ ہم سب بخیر و خوبی ملیں گے اور جو کچھ دل چاہتا ہے سب کچھ انشاء اللہ

تعالی ہوگا - والسلام

خاکسار سید احمد

از مقام لندن - ۱۲ جنوری ۱۸۷۰ء

حافظ صاحب - بہت بہت سلام

۱۶

مخدومی مکرمی سلامت - بعد سلام مسنون التماس یہ ہی کہ گزشتہ ڈاک میں عریضہ روانہ کرچکا ہوں - اب بموجب حکم آپ کے ہر ڈاک میں عریضہ بھیجا کروں گا - آپ کا کوئی عنایت نامہ اس ڈاک میں نہیں آیا - یہ اچھی بات نہیں ہی - آپ بھی ہمیشہ لکھا کیجیے - خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ بسبب بعض خیالات کے تردد رہتا ہی اور جس ڈاک میں آپکا خط نہیں آتا مایوسی سے رنج ہوتا ہی - حجر اسود کی نسبت جو حدیثیں ہیں کہ وہ بہشت کا یاقوت ہی اور قیامت میں اُس کی دو آنکھیں ہونگی - وغیرہ اُس کی نسبت آپکی کیا رائے ہی - جلد مطلع فرمایئے - میں تو ان حدیث کو ضعیف اور بے سند جانتا ہوں - وہ پتھر ابوقبیس پہاڑ میں کا ہی - اور بموجب یہودی رسم کے قدیم زمانہ میں نصب کیا گیا تھا - کچھ عجب نہیں کہ حضرت ابراہیم نے نصب کیا ہو - میرا اعتراض یہ ہی کہ حجر اسود کو بوسہ دینا اور کعبہ کی طرف بطور سمت قبلہ سجدہ کرنے اور بت پرستی میں کچھ فرق نہیں ہی - اس کا جواب تحقیقی میں نے لکھا ہی اور فرق بتایا ہی - آپ کیا جواب دیتے ہیں اور اور عالموں نے کیا جواب دیا ہی اس کا جواب جلد ارقام فرمایئے ورنہ وہ خطبہ جو مکہ معظمہ پر ہی چھپ جاویگا - باقی خیریت ہی والسلام - خاکسار - سید احمد - از مقام لندن - ۲۸ جنوری ۱۸۷۰ء -

میرے خط کا جواب آپ نے نہیں لکھا اور وقت پر میری شکایت کرنے
آپ تیار رہو جاتے ہیں۔ یقین ہی کہ آپ اب اُس کا جواب لکھیں گے۔
کوئی خط آپ کا نہیں آیا کہ اُس کا جواب لکھوں۔ اب مجھ کو یقین ہی کہ جب
آفت ناگہانی میں آپ مبتلا ہو گئے تھے اُس کا جھگڑا ختم ہو گیا۔ معلوم
نہیں کہ آپ کی نالش کا کیا نتیجہ ہوا۔ اُس کے حال سے ضرور اطلاع فرمایئے
کیونکہ ہم سب یہاں خواہشمند ہیں۔ میں بدستور قانون پڑھتا ہوں۔ اور
یہاں اب خوب جاڑا ہو گیا ہی۔ جناب ابا جانی صاحب تصنیف کتاب
میں (جس کا حال آپ کو معلوم ہی) مصروف رہتے ہیں۔ اور یقین ہی کہ
وہ کتاب ایک دو ماہ میں بالکل تیار رہو جاوے گی۔ پس سلام علیک
اور اشتیاق ملاقات قبول ہو۔

کمترین محمود

۱۷

جناب مولانا مکرم من سلامت۔ بعد سلام مسنون التماس یہ ہی کہ آپکی
تقریر دلسوز و رقت خیز و درد انگیز بابت مدرسۂ عربی دہلی مقررہ کردہ
جناب مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب جو اخبار سوسائٹی میں چھپی میں نے
دیکھی۔ حقیقت میں نہایت پر اثر ہی اور صاف معلوم ہوتا ہی کہ آپکے
دل سے نکلی ہی کیونکہ سیدھی دل میں بیٹھتی ہی۔ آپ نے تو خوب اہل دہلی کو
نالائق و ناشایستہ مثل حیوان کے بتایا۔ یہ اپنی اپنی قسمت ہی کہ ہم ذرہ سی
بات کہیں تو فضیحت ہوں اور تم دشنام کے قریب تک کے لفظ کہو اور
کوئی کچھ نہ کہے اور سب جناب مولوی صاحب جناب مولوی صاحب
کہہ کر ہاتھ چومیں۔ میں جانتا تھا کہ مولوی سمیع اللہ خاں قریب سو روپیہ

ماہواری کے اپنے پاس سے دیتے ہونگے۔ افسوس ہی کہ کل چندہ ہزار سے بھی کم ہوگا اور اگر فرضی جمع خرچ کی رقم اُس میں شامل ہی تو کچھ بھی نہیں۔ افسوس کہ آپ نے اپنی تقریر میں یہ نہ فرمایا کہ خود بانی نے جو فضل الٰہی سے تمام اعزہ موجودہ دہلی سے مقتدر رہیں کس قدر روپیہ دیا اس وقت البتہ آپ کی لعنت ملامت محتاجان دہلی پر جو نان شبینہ کو محتاج ہیں درست و بجا ہوتی۔ میں سوسائٹی کے لیے سب سے بھیک مانگتا ہوں مگر دس ہزار کئی سو روپیہ مجھ فقیر نے اپنے پاس سے دیا ہی۔ پس ایسی حالت میں اگر میں بھائی مہدی علی سے سو روپیہ دینے کو کہوں تو کچھ مضائقہ نہیں ہی۔

جان من و جناب من ایسے ایسے مدرسوں سے کچھ فائدہ نہیں ہی افسوس کہ مسلمان ہندوستان کے ڈوبے جاتے ہیں اور کوئی اُن کا نکالنے والا نہیں ہی۔ ہائے افسوس امرت تھوکتے ہیں اور زہر نگلتے ہیں ہائے افسوس ہاتھ پکڑنے والے کا ہاتھ جھٹک دیتے ہیں اور مگر کے منہ میں ہاتھ دیتے ہیں۔ اے بھائی مہدی کچھ نہ کرو اور یقین جانو کہ مسلمانوں کے ہونٹوں تک پانی آگیا ہی۔ اب ڈوبنے میں بہت ہی کم فاصلہ باقی ہی۔ اگر تم یہاں آتے تو دیکھتے کہ تربیت کس طرح ہوتی ہی اور تعلیم اولاد کا کیا قاعدہ ہی اور علم کیونکر آتا ہی۔ اور کس طرح پر کوئی قوم عزت حاصل کرتی ہی۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں یہاں سے واپس آن کر سب کچھ کہوں گا اور کروں گا۔ گر مجھ کا فر مردود و گردن مڑوری ہوئی مرغی کھانے والے۔ کفر کی کتابیں چھاپنے والے کی کون سُنے گا۔ میں اپنی کتاب کا دیباچہ بھی آج لکھ چکا۔ الحمد للہ علی احسانہ والسلام

خاکسار سید احمد

از مقام لندن - ۱۱ر فروری ۱۸۷۰ء

۱۸

جناب مخدوم من سلامت - بعد سلام مسنون التماس این کہ شکر خدا کہ ہزاروں انتظار کے بعد آپ کا عنایت نامہ پہونچا - مورخہ ۹ر فروری آپ کی صحت و سلامتی اور خوشنودی مزاج اور مصئونی جمیع آفات سے شکر خدا کیا - اللہ تعالیٰ ہمیشہ باعزت و اقبال رکھے آمین ہا او خدا تو اُن کا بھی خدا ہی جو حلال کی ہوئی مرغی کھاتے ہیں اور اُن کا بھی خدا ہی جو گردن مروڑی ہوئی مرغی کھاتے ہیں - مجھ مری مرغی کھانے والے کی بھی دعا قبول کر آمین ، آپ کو دربار میں گھڑی ملنا مبارک ہو - آپ نے تماشے سفر کلکتہ تا دہلی میں دیکھے ہوں گے - نہایت خوب کیا جو آپ نے یہ جلسے دیکھے - قصہ عاد و ثمود کو میں نے اپنی کتاب میں نہایت مختصر کر دیا ہی - مخالفین اُن قصّوں سے انکار کرتے ہیں اور قصۂ باغ ارم پر ہنستے ہیں اور سد سکندری کے قصّے کو جھوٹ کہتے ہیں - پس آپ لوگ بڑے مولوی کہلاتے ہیں اُس کا ثبوت دیویں میں نے حضرت علماء مسلمین کی تاریخیں اولٹ ڈالیں - جو بزرگوار ہیں وہ اس قصے کے ثبوت میں قرآنِ مجید کی آیتیں نقل کر دیتے ہیں اور اس کے ساتھ اور جھوٹ طوفان کہانیاں ملا دیتے ہیں - بابا قرآن مجید کو وہ لوگ جن کے جواب دینے کو اُس کا ثبوت درکار ہی قبول نہیں کرتے - بلکہ خود اُسی پر اعتراض کرتے ہیں اور جو قصہ اُس میں بیان ہی اُسی کو تو وہ غلط بتاتے ہیں - پھر وہی چیز اُن پر دلیل نہیں

ہو سکتی۔ ہیں نے لکھا ہی کہ باغِ ارم عمارات ذات عماد، غلط محض ہی اور ''ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلھا فی البلاد'' سے ایک محل یا چبوترہ یا چبوترا۔ سمجھنا غلط ہی۔ وہ صرف ایک قوم کا ذکر ہی جو اولاد ارم سے تھی اور چونکہ وہ دراز قد تھے جیسے کہ بعض قوم کے آدمی دراز قد ہوتے ہیں۔ صرف اُن کو تشبیھاً ذات العماد کہا ہی۔ جیسے کہ ایک جگہ تشبیھاً فرمایا ہی ''کانھم اعجاز نخل خاویہ'' حال یہ ہی کہ ہیں خدا کا اور اُس کے رسول کا اور اُس کے کلام کا دوست ہوں۔ ملا مولویوں کا دوست نہیں ہوں جو مثل یہودیوں اور عیسائیوں کے اُن کو ''ارباباً من دون اللہ'' سمجھوں اور جو کچھ ہیں نے لکھا ہی اُس کو تاریخ سے اور غیر مذہب کی کتابوں سے ثابت کیا ہی۔ بس اب ہیں ایک برس کی مہلت دیتا ہوں کہ ان قصوں کو جس طرح پر کہ ہمارے مولوی صاحبان فرماتے ہیں اور ممبروں پر بیٹھ کر وعظ ہیں لوگوں کو پھسلاتے ہیں یا جس طرح پر کہ ہمارے مورخین با علم اُس کو لکھتے ہیں اُس کا ثبوت دیویں۔ یا وہ یہی بتا دیں کہ باغ ارم اور سد سکندر کس ملک ہیں اور کس جگہ تھی اور اب بھی اُن ستونوں ہیں سے کوئی ستون مل سکتا ہی۔ افسوس صد افسوس ہمارے ہاں کے مولویوں نے ایسے صاف اور روشن مذہب کو ایسی لغو اور مہمل کہانیوں ہیں ڈالدیا ہی اور جب کوئی چاہتا ہی کہ اُس کی تحقیقات کرے اور اُس پر غور کیا جائے تو اُس کو کافر۔ لامذہب۔ مرتد۔ عیسائی۔ حرام خور۔ مری مرغی کھانے والا بتاتے ہیں۔ آیت ''یاتی من بعدی اسمہٗ احمد'' کا نہایت عمدہ بیان مسٹر ہگنز نے اپنی کتاب ہیں لکھا ہی اور بخوبی بجنسہ اس آیت کا موجود

ہونا۔ انجیل۔ یوحنا میں ثابت کیا ہی اور وہ وہی مشہور لفظ "فارقلیط" کا ہی۔ مگر جس طرح پر کہ اُس کو مسٹر ہگنز نے ثابت کیا ہی اُس کو پڑھ کر مسلمان متعصب مولویوں کو غیرت کرنی چاہیے کہ جو کام اُن کے کرنے کا تھا اُس کو ایک غیر مذہب کے منصف شخص نے کیا ہی۔ میں نے اُس میں کچھ اضافہ نہیں کیا۔ بعینہٖ مسٹر ہگنز کی تحریر نقل کر دی ہی۔ مگر ایک اور عمدہ بات میں نے یہ ثابت کی ہی کہ نام آں حضرت کا "محمد" توریت میں موجود ہی۔ چنانچہ عبری توریت میں وہ لفظ اور نشان شمائل آں حضرت کے بجنسہٖ نکالے ہیں۔ مگر افسوس ہی کہ اس پر بھی میں کافر ہوں اور یاران باد فروش وعظ گو مسلمان۔ کیا اُنھوں نے خدا کو بھی اپنا ہی سا نابینا یقین کیا ہی۔ چند ہفتے ہوئے کہ باب بشارت تمام میں آپ کے پاس بھیج چکا ہوں اُس کو ضرور سنیئے۔ یہ سب بحث اُس میں مندرج ہی اور یارانِ زمانہ سے ایک فتویٰ پوچھیے کہ آں حضرت صلعم کی بشارت کے اثبات میں ایک شخص نے اس قدر محنت و جانکاہی کی ہی وہ شخص کافر ہی یا مسلمان۔ انظر بی انظر بی۔ اسمع یا محمد۔ اسمع یا محمد ماتقول و منک لذا یتک اللتی یقول علی اسمک بابی و اُمی یا رسول اللہ اللھم اھدنا و اھدھم اللھم اغفرلنا و اغفرھم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ میں جو خط لکھتا ہوں خاص تمھارے پڑھنے کے لیے لکھتا ہوں۔ مجھے ایسے لفظوں میں لکھنا نہیں آتا جو اندھوں کے دکھانے کے لائق ہو۔ میں یقین کرتا ہوں کہ جس قدر لوگ مجھ کو برا کہتے ہیں اگر خدا مجھے اُس پر صبر کامل عطا کرے تو میرے لیے ایک نہایت عمدہ زاد راہ وہاں کے لیے ہاتھ آئے۔ حج کریں حاجی صاحب۔ حدیث

پڑھیں مولوی صاحب اور سب کا نتیجہ ہم کو ملے اس سے زیادہ کیا خوب بات ہوگی۔ جو نصیحتیں آپ نے مجھ کو ارقام فرمائی ہیں اُن کا دل سے شکرگزار ہوں اور دل سے اقرار کرتا ہوں کہ اُس پر عمل کرونگا اور اس عریضے کی تاریخ آپ یاد رکھیے گا۔ اس کے بعد سے میری کوئی تحریر نہ دیکھیے گا۔ میں اپنی تحریر سابق کو ذرہ بھی سخت نہیں سمجھتا کیا میں نے اُس میں کسی کو گالیاں دی ہیں۔ کیا مینڈک کی کہانی کا یہ مقصود ہی جو اُنھوں نے نکالا ہی یا صرف وہ مشہور کہانی ہمیشہ اس مثل کی جگہ استعمال ہوتی ہو کہ جس کسی نے ایک چیز نہیں دیکھی وہ اُس پر یقین نہیں کرسکتا۔ صرف یہ لفظ کہ وہ مثل جو ان کی ہی۔ سخت ہی۔ گو حقیقت میں نہیں ہی۔ خدا اُن کو سمجھا دے اُن اندھوں سے کہو کہ ذرا انگلشمین کلکتہ کے اخبار کو پڑھا کریں کہ وہ کیا کچھ حضرات ہندوستانیوں کی نسبت لکھا کرتا ہی۔ اور انگلستان کے اخبار اُس کو نقل کرکر کیا باتیں لکھتے ہیں۔ حقیقت میں کمال بے غیرتی کی بات ہی کہ ایسی باتیں جو حقیقت میں سچ ہیں ہم دیکھیں اور زندہ رہیں۔ زیادہ تر مجھ کو مسلمانوں پر رنج اور افسوس ہی۔ یہاں کے کتب خانوں میں بعض قدیم انگریزی کتابیں میں نے دیکھیں۔ جن میں مسلمانوں کے چال چلن۔ اُن کی سچائی اور ایمان داری کی تعریفیں اور مثالیں لکھی ہیں + زمانۂ حال میں جو کچھ اُن کے اوصاف چھپتے ہیں اُن کو دیکھ کر غیرت مند آدمی کو تو منہ دکھانے کی جگہ نہیں رہتی۔ تمہارے محمود کی رائے ہی کہ جو صفت لفظ جنٹلمین کی ہی بہت کم رئیس ہندوستانی ہوں گے جن پر صادق آتی ہو ایک خط اُس کے پاس یہاں شریف خاندان کے شخص کا آیا اُس میں یہ

لکھا ہی کہ میں نے کئی خط رجسٹری کراکے بھیجے ہیں۔ اُس نے کہا کہ ایسا جھوٹ لکھنا کیا جنٹلمین کا کام ہی۔ جب اُن کو اس بات کی بھی شرم نہیں آتی کہ جس کو میں لکھتا ہوں وہ جھوٹ سمجھے گا تو وہ کیونکر جنٹلمین گنے جا سکتے ہیں۔ غرض کہ لوگوں نے ایسی بد عادتیں اختیار کر لی ہیں جس سے شیطان کو بھی شرم آتی ہے اور اصل یہ ہی کہ غیرت نہیں رہی اور جھوٹی شیخی میں مرتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ میرے سامنے سے آپ کو نہایت رنج ہوتا ہوگا۔ اور اُسی جوش میں آپ نے کچھ لکھا ہوگا جواب تک میں نے نہیں دیکھا مگر آپ کیوں نہیں صبر کرتے اور آیندہ سے آپ کی نصیحت پر عمل کرنے کا میں نے اقرار کر لیا ہی پچھلے گناہوں سے توبہ توبہ توبہ مگر صرف آپ کے حکم سے میں انشا اللہ تعالے عنقریب آنے والا ہوں۔ مسٹر ڈیون پوٹ کی کتاب کا چھپنا میرے آنے تک ملتوی کیجیے میں خدا معلوم آپ سے کیا کیا کہنے کو ہوں اور کیا کیا کرنے کو۔ بعد سب گفتگو کے جیسا مناسب ہوگا کیا جاویگا اس قدر جلدی کیا ضرور ہی۔ اخبار میں لفظ حاشیہ کے غلط چھاپ دیے ہیں "لم لایجوز" کا "لم یجوز" چھاپا ہی۔ میں بڑا خوش ہوا کہ میں ادیب ہوگیا واہ وا میں ایسا ہی ادیب ہوں کہ حریری و متنبی میرے سامنے مات ہیں (جھوٹی شیخی پر لعنت) (ایسی جھوٹی شیخی پر تف) میں ہمیشہ سیدھی طرف اردو میں خط لکھتا ہوں۔ مگر جب کاغذ ایسا ہوتا ہی جس کی پیشانی پر پھول یا نقش بنے ہوتے ہیں یا کچھ چھپا ہوتا ہی۔ اور وہ خط لکھنے کو موجود ہوتا ہی تو لاچار باتباع وضع کاغذ اُسی طرف سے لکھا جاتا ہی اب آپ کا جو حکم ہوا ہی اُس کی تعمیل کروں گا اور کبھی اُس قسم کے کاغذ پر عریضہ نہ لکھا کروں گا۔

میں انشاءاللہ تعالیٰ نصف آخر ماہ اگست میں یہاں سے روانہ ہوں گا اور ایک ہفتہ مصر میں رہوں گا اور وہاں کے مسلمانوں کا حال دیکھونگا اور آخر ستمبر میں انشاءاللہ تعالیٰ آپ کی زیارت بمقام الہ آباد حاصل کروں گا۔

محمود کو جو آپ سے عقیدت و محبت ہو گئی ہو بیان سے باہر ہی۔ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ آپ کا تذکرہ نہایت جوش محبت سے نہ کرتا ہو اُس کو حد سے زیادہ مسلمانوں کے ابتر حال کا رنج ہی اور تمام خیالات جو قریب مالیخولیا کے ہیں پکاتا ہی اور اس کے ساتھ یہ بھی کہتا جاتا ہی کہ بس مولوی مہدی علی میرا ساتھ دیں گے اور میں اور وہ مل کر یہ کام کریں گے وہ اپنے میں اور آپ میں کچھ فرق نہیں کرتا ہی۔ بعض دفعہ کہتا ہو کہ ہم یوں کریں گے اور حقیقت میں اس لفظ ہم سے مولوی مہدی علی مراد ہوتے ہیں۔ اُس کو مذہب اسلام اور اُس کی خوبیوں اور اس کے مسائل کی سچائی پر ایسا استقلال اور یقین کامل ہوگیا ہو کہ بیان سے باہر ہے میں نے اس کتاب میں جہاں ذکر حجر اسود لکھا ہو وہاں یہ بات لکھی ہی۔ جو حدیثیں نسبت حجر اسود کے وارد ہیں کہ وہ بہشت کا پتھر ہی اور چنیں وچنان وہ ضعیف ہیں سند کامل نہیں رکھتیں۔ وہ دو گھنٹے تک بیوقوفی سے لڑا کہ نہیں یہی سچ ہی اور اسی پر مجھے کامل یقین ہی۔ میں نے کہا کہ بابا تو اپنا یقین اپنے ساتھ رکھ۔ تو میری رائے میں کیوں دخل کرتا ہی۔ کہا کہ نہیں جو مجھے یقین دل سے ہی وہی سچ ہی۔ غرضکہ ایسی بیوقوفی کی باتیں کرتا ہی۔ جب میں نے اُس کی تحقیقات بیان کی اور اصلیت لکھی اور بیان کیا کہ وہ کیا چیز ہی اور اصلیت اُس کی کیا ہی تو اُس سب کو پسند کیا۔ مگر کہا کہ وہ

بھی سچ ہی اور یہ بھی لکھدو کہ حقیقت میں فرشتے بہشت سے لیکر آئے تھے۔ تماشا یہ ہوا کہ جب نوبت تحریر اس اعتراض کی پہونچی کہ حجراسود کو بوسہ دینا اور کعبہ کے گرد پھرنا کیوں بت پرستی نہیں اور مہادیو کے گرد پھرنا اور ڈنڈوت کرنا کیوں بت پرستی ہی۔ چنانچہ عیسائیوں کا اعتراض ہی کہ آنحضرت صلعم کامل طرح سے بت پرستی ہٹو نہ کرسکے تو جھٹ پٹ بول اٹھا کہ "خدا کا حکم" میں نے کہا کہ ہندو بھی کہتے ہیں کہ خدا کا حکم ہی جب نہایت دق ہوا اور کچھ جواب نہ بن پڑا تو جو جواب میں نے لکھا ہی وہ سنایا اُس کو سُن کر اُس کا خون بڑھ گیا کہ اسلام پر سے یہ اعتراض خوب اُٹھایا گیا ہی حدیث "غرانیق" کے بیان میں اور حدیث "الشیخ والشیخۃ" میں میں نے آپ کے ہاں کے علما کو نہایت سخت سست لکھا ہی اور امام فخرالدین وغیرہ کو اپنے ساتھ کر لیا ہی۔ اگر اُس زمانہ میں میں ہوتا اور خلیفہ یا قاضی ہوتا تو ضرور اُن مولوی صاحبوں کو جنھوں نے اتہام اُن دونوں حدیثوں کا آن حضرت صلعم پر لگایا ہی تعزیر کرتا میں نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں اُن انگریزوں کی تصنیف کا حال جنھوں نے آں حضرت پر اعتراض کیے ہیں لکھا ہی اور اُن انگریزوں کا جنھوں نے نہایت انصاف سے مذہب اسلام کی حمایت کی ہی شکر کیا ہی اور اُن کے اقوال اور رائیں بھی جابجا نقل کی ہیں۔ منجملہ اُن کے دو شخصوں کی رایوں کے دو پرچے اس عریضے میں ملفوف کرتا ہوں اُن کے ترجمے صحیح صحیح لکھیے اور دیکھیے کہ کیا چیز ہیں اور میرے حق میں دعائے خیر کیجیے کہ میں نے کس کس محنت سے کیا چیزیں پیدا کی ہیں۔ ہزاروں باتیں کہنے کو ہیں کہاں تک لکھتا جاؤں۔ حافظ کریم بخش صاحب کی عنایت و محبت دلی کا حد سے زیادہ شکرگزار ہوں۔ میں اپنے ساتھ محبت کرنے والوں کا خواہ وہ فقیر ہو یا بیچارہ

غریب حافظ بندہ درم ناچیز بندہ ہو رہا۔ میرا بہت بہت سلام اُن کو پہونچے۔ حلد بہت تسلیمات آپ کو اور سلام نیاز حافظ جی کو عرض کرتا ہو۔ تمو نے کہا کہ میری طرف سے اون کو کچھ مت لکھو میں آپ لکھوں گا۔ پھجو بہت تسلیمات عرض کرتا ہی۔ آپ کے عنایت آمیز لفظ سن کر پھولا نہیں سماتا۔ الٰہی خاں خانساماں کو سلام پہونچے۔ بعالی خدمت جناب مولوی معین الدین صاحب بعد سلام مسنون عرض یہ ہو قصہ عاد و ثمود و باغ ارم و سد سکندر کا ثبوت کتابوں سے ڈھونڈ کر نکال رکھیے مگر ایسا ثبوت جو غیر مذہب والوں پر حجت ہو اور یہ بھی ارشاد فرمایئے کہ پہلے تو ہم صرف کر لیے تھے اور اب نیم چڑھے ہو گئے اب بھی ہمارے ساتھ کھاییے گا یا نہیں والسلام

خاکسار

سید احمد

از مقام لندن - ۱۶ - مارچ ۱۸۷۰ء

جو صدمہ کہ ادائے لاگت کتاب کا مجھ پر ہو بیان نہیں ہو سکتا۔ مگر آپ کے عنایت نامے سے جس میں ہر طرح کی تقویت ہی جان آگئی۔ خدا انجام بخیر کرے۔ نواب ٹونک کے پاس سے اگر ہزار روپیہ ملے تو کیا کہنا ہی خدا ایسا ہی کرے۔ مگر جب تک آ نہیں جاتے تسلی نہیں ہوتی۔ زیادہ اس باب میں لکھنا فضول ہی۔

۱۹

جناب مخدوم مکرم من۔ آج کی ڈاک میں کوئی عنایت نامہ آپ کا نہیں آیا۔ سات دن تک اُمید بندھی رہتی ہی۔ جب نہیں آتا تو نہایت مایوسی ہوتی ہی۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے ہندوستان پہونچنے سے پہلے آپ ایک

ایسوسی ایشن خاص مسلمانوں کی بہتری و اصلاح کے لیے قائم کر رکھیں اپنی طرف سے آپ ایک التماس واسطے تقریر مجلس مذکورہ کے چھاپ کر لوگوں کو تقسیم کریں اور ممبر جمع کر کر ایسوسی ایشن بنالیں تاکہ مجھ بدنام کا نام اُس میں نہ آنے پاوے، اور کچھ کسی کو احتمال بھی نہ ہو کہ کچھ میری شرکت اُس میں ہی۔ ایک مسودہ التماس کا جو آپ کی طرف سے تقسیم ہونا چاہیئے سرسری طور پر لکھ کر بھیجتا ہوں اوس کے پڑھنے سے میرے خیالات آپ کو بخوبی روشن ہو جائیں گے۔ آپ اس کو اپنی طور پر اور اپنی عبارت میں بعد تغیر و تبدل جس طرح پر چاہیں مرتب کر کر چھاپیں۔ کارروائی اس سوسائٹی کی میرے آنے کے بعد شروع ہو۔ آپ غور فرمائیں کہ ایسی سوسائٹی یا ایسوسی ایشن کا بنانا نہایت ضروری ہی۔ اس پر آپ ضرور متوجہ ہوں۔ اُس ایسوسی ایشن کا کوئی عمدہ سا نام تجویز فرمایئے۔ میں نے جو نام لکھا ہی نہایت بُرا ہی آپ کوئی تجویز کریں۔ میرے خیال میں مفصلہ ذیل نام آئے ہیں :۔

مجلس الفلاح فی معاشرت المسلمین۔

مجلس المومنین فی اصلاح معاشرت المسلمین۔

مجلس تہذیب اخلاق مومنین۔

مگر ان میں سے کوئی نام بھی عمدہ نہیں ہی۔ بہرحال آپ جو نام تجویز کریں اُس کو ایک پرچہ کاغذ پر نہایت خوش خط عربی خط میں جناب حافظ جی صاحب سے لکھوا کر میرے پاس بھیجدیں کہ میں اُس نام کی نہایت خوبصورت آہنی پٹری یہاں سے بنوا تا لاؤں گا کہ جو ماہواری رسالہ ایسوسی ایشن سے نکلا کرے گا اُس پر وہ نام بذریعہ اُس پٹڑی کے جو نہایت خوبصورت

ہو گی چھپا کریگا۔ یہاں سب خوبصورتی اُس پٹری کی ہو جاویگی۔ الا حرف جیسے لکھے آویں گے بعینہٖ ویسی ہی بنیں گے۔ اس لیے حرف نہایت خوشخط ہوں اور بہت پرکار قلم سے نہ لکھا جاوے۔ بلکہ متوسط قلم سے ہو اور اُس کا قلم اس سے زیادہ موٹا نہو جیسا کہ یہ لفظ بطور نمونہ کے لکھتا ہوں:۔

ا ب ج

چندہ اور رسوم داخلہ جو میں نے تجویز کی ہو اُس میں کچھ زیادتی کمی۔ نہ فرمایئے گا۔ کیونکہ وہ نہایت مناسب ہی۔ میں نہیں جانتا کہ آپ کی رائے میں الیوسی ایشن کا مقرر کرنا اچھی بات ہی یا نہیں۔ مگر میں تو اُس کو نہایت مفید سمجھتا ہوں اس کے انجام کے لیے چندال خرچ کی بھی ضرورت نہو گی۔ قواعد اس کے اور تمام بندوبست اُس کی کارروائی کا وہاں پہونچ کر میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا۔ مگر آپ اُس کا اشتہار میرے آنے سے پہلے دے دیجیئے اور ممبر جمع کر لیجیئے۔ جہاں تک ممکن ہو مختصر نام تجویز کیا جائے اور جب پرچہ کا غذ پر نام عربی خط میں لکھا جائے تو خیال رکھنا چاہیئے کہ اُس کی سطر اس لکیر سے جو میں نیچے کھینچتا ہوں زیادہ لنبی نہ ہو جاوے، بلکہ اگر اُس سے کم ہو تو مضائقہ نہیں ورنہ پٹری کے بننے اور اُس کی خوبصورتی میں دقت پڑے گی اگر اُس قلم سے جس کا نمونہ میں نے بتایا نہ آسکے تو قدرے قلم اور باریک کر لیا جاوے مگر سطر اس سے بڑی نہ ہونے پائے فقط

بخدمت جناب حافظ جی صاحب سلام مسنون بعد نیاز پہونچے والسلام
خاکسار سید احمد۔ از مقام لندن۔ تاریخ روانگی خط ۲۲ اپریل ۱۸۷۰ء

۴۰

جناب مخدوم مکرم من - دیکھیے اِبکی میل میں بھی آپ کا کوئی عنایت نامہ آتا ہی یا نہیں - کئی روز ہوئے کہ میں نے آپ کو واسطے مقرر کرنے ایک ایسوسی ایشن کے خط لکھا تھا - میری رائے میں مناسب ہی کہ ابھی اس کی تدبیر ملتوی رکھی جائے - کیونکہ اُس میں بہت سے امور ایسے ہیں کہ بغیر زبانی گفتگو وجواب وسوال وصلاح ومشورہ کے طے نہیں ہو سکتے -

میرے پاس شعلۂ طور کانپور پہونچا - آپ نے دیکھا کہ دشمنوں - اور حاسدوں اور بدطینتوں کا کچھ علاج نہیں - آپ نے جو گفتگو عم نواب صاحب ٹونک سے میری نسبت کی وہ کیسی صفائی اور نیک دلی کی تھی - اعانت کتاب کی جو آپ نے اُن سے درخواست کی وہ صرف ایک اپنی نیکی سے کی اب اُس مجلس کا نام (چندہ دستگیری مسافر لندن) رکھا گیا ہی - جو مضمون کہ اُس میں لکھا گیا وہ آپ نے پڑھا ہوگا - اور امید ہی کہ اور بہت کچھ لکھا جاوے گا ؛ اگرچہ ایسی باتوں سے دل کو ملال ہوتا ہی جو بمقتضائے بشریت ہی - مگر فی الفور رفع ہو جاتا ہی اور دل کو صرف دو خیالوں سے تسلی ہوتی ہی - اوّل تو اس خیال سے کہ آج تک کوئی نیکی چاہنے والا ایسا نہیں ہوا جس کے مقابل میں کوئی نہ کوئی دشمن مخالف نہ کھڑا ہوا ہو - آدم نوح - ابراہیم - موسیٰ - عیسیٰ - محمدؐ رسول اللہ - خلفائے - اربعہ - محی الدین جیلانی مجدد الف ثانی - محمد اسمٰعیل دہلوی وعلیٰ ہذا القیاس - پس میں تو اُن کے جوتیوں کی برابر بھی نہیں ہوں - میری مخالفت پر کمر باندھنی کچھ بُری بات نہیں ہی - دوسرے اس حال سے کہ میں دیکھتا ہوں کہ جوں جوں مخالفوں نے نیکی کا مقابلہ کیا ہی ووں ووں نیکی بڑھتی گئی ہی - پس اگر میرا کاروبار میری نیت

سچی اور نیک ہی تو انشاء اللہ تعالی اُس میں کچھ نقصان نہیں ہونے کا۔ اور اگر وہ نیک نہیں ہی اور میں غلطی سے اوس کو نیک خیال کرتا ہوں تو بلاشبہ ٹوٹ جاوے گا اور مخالف جو ایسی صورت میں ضرور، دکھنے پر ہوں گے کامیاب ہوں گے اور ایسی حالت میں مجھ کو بھی اُن کی کامیابی پر خوشی کرنی ہوگی نہ اپنی تدابیر کے ٹوٹنے اور اپنے دھوکے میں پڑے ہونے کا رنج جس روپیہ کے دینے کا نواب صاحب ٹونک کے چچا نے وعدہ کیا ہی۔ اُس کے ملنے کی مجھ کو ہرگز توقع نہیں ہی۔ یقینی نہیں ملنے کا۔ مگر ہمارے شفیق جناب مولوی سید امداد العلی خاں بہادر کو عمدہ مضمون "چندہ دستگیری مسافر لندن" مل گیا۔

دیکھو دشمنی آدمی کو ایسا اندھا کر دیتی ہی اُسی اخبار میں تاریخ ہندوستان کے مضمون کو نقل کر کر بشدومد لکھا ہی کہ جس شخص نے یہ ترجمہ خود لکھا ہی وہ کیسا جہنمی ہی۔ حالانکہ خود اُسی عبارت کو لکھتے ہیں پھر مجھ میں اور اُن میں کیا فرق ہی۔ صرف اتنا کہ میں نے انگریزی سے نقل کیا اُنھوں نے اردو سے ایک اور مجھے خبر ملی ہی جس کا مجھ کو کمال رنج اور فکر ہی کہ بابو شیو پرشاد صاحب کی تحریک سے عموماً ہندو لوگوں کے دل میں جوش آیا ہی کہ زبان اردو و خط فارسی کو جو مسلمانوں کی نشانی ہی مٹا دیا جائے۔ میں نے سُنا ہی کہ اُنھوں نے سینٹیفک سوسائٹی کے ہندو ممبروں سے تحریک کی ہی کہ بجائے اخبار اردو ہندی ہو ترجمہ کتب بھی ہندی میں ہو۔ یہ ایک ایسی تدبیر ہی کہ ہندو مسلمان میں کسی طرح اتفاق نہیں رہ سکتا۔ مسلمان ہرگز ہندی پر متفق نہ ہوں گے اور اگر ہندو مستعد ہوئے اور ہندی پہ اصرار ہوا تو وہ اردو پر متفق نہ ہونگے اور نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ ہندو علیحدہ مسلمان علیحدہ

ہو جاویں گے۔ یہاں تک تو کچھ اندیشہ نہیں۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر مسلمان ہندوؤں سے علیحدہ ہو کر اپنا کاروبار کریں گے تو مسلمانوں کو زیادہ فایدہ ہو گا اور ہندو نقصان میں رہیں گے اور اس میں صرف دوامر کا خیال ہے ایک خاص اپنی طبیعت کے سبب سے کہ میں کل اہل ہند (کیا ہندو کیا مسلمان) کی بھلائی چاہتا ہوں۔ دوسرے بڑا خوف اس بات کا ہے کہ مسلمانوں پر نہایت بداقبالی اور ادبار چھایا ہے وہ جھوٹے اور لغو تعصب میں مبتلا ہیں اور وہ مطلق اپنے نقصان کو نہیں سمجھتے اُس پر حسد اور کینہ اُن میں بہ نسبت ہندوؤں کے اور جھوٹی شیخی زیادہ ہے اور کسی قدر مفلس بھی ہیں۔ ان وجوہات سے وہ ہرگز اس قابل نہیں ہونے کے جو اپنی بھلائی کے لیے کچھ کر سکیں۔ اگر سلطان محمود ان تعصبات کو نہ چھوڑتا اور سلطان عبدالمجید اُس طریقہ کو جسے سلطان محمود نے اختیار کیا تھا ترقی نہ دیتا تو آج روسیوں کے حملہ کے سبب ترکوں کا اور مسلمانوں کا دنیا پر نام و نشان نہیں رہتا۔ اور خدا جانے جزیرہ عرب میں کیا ہوتا۔ اُس کے بعد حال کے سلطان سلطان عبدالعزیز نے جو اُس سے بھی زیادہ بے تعصب طریقہ اختیار کیا ہے اگر ایسا نہ کرتا تو سلطنت جس تاریکی اور تباہی کی حالت میں پڑی تھی ممکن نہ تھا کہ اب تک غرق نہ ہو جاتی۔ ان تینوں بادشاہوں کو یورپ کا طریقہ اختیار کرنے اُن جاہل متعصب ترکوں کے الزام سے اور بیوقوف ناسمجھ مولویوں اور قاضیوں کی لعنت ملامت سے بچنا نہایت مشکل تھا۔ مگر جو علما کہ عقلمند اور بے تعصب تھے اونھوں نے لوگوں میں اُن تمام چیزوں کو جن کو سلطان چاہتا تھا اور جس کے بغیر درحقیقت ترقی مسلمانوں کی غیر ممکن تھی۔ جائز درست اور عین مطابق شرع بتلایا اور خود سلطان نے اور تمام لوگوں نے اُن کو اختیار کیا۔

پس یہ سبب ہی جو آج آپ قسطنطنیہ کا نام سنتے ہیں۔ یہ تمام حالات میں نے جمع کیے ہیں۔ سب آپ کو دکھلاؤں گا۔ بہرحال تعصب خود برخلاف شریعت ہی ہندوستان کے مسلمان اُس میں گرفتار ہیں۔ خدا کی نامہربانی اُن کی طرف رجوع ہی وہ اب مثل یہود کے ذلیل وخوار ہونے والے ہیں پھر اس کا علاج کیا ہی۔ خدا کے ساتھ لڑائی غیر ممکن ہی۔ دنیا میں جو کتابیں تصنیف ہو رہی ہیں اور ہر روز چھپتی ہیں اور بکتی ہیں اُن میں جو حالات مسلمانوں کے لکھے جاتے ہیں اُن کو دیکھ کر مرجانے کو دل چاہتا ہی۔ بہت سی باتیں اُن میں بلاشبہ سچ ہیں اور درحقیقت ہم نے ایسا طریقہ اختیار کیا ہی جس سے اسلام کو بدنامی ہی۔ پس اس بیوقوفی سے کہ کابیورمیں بیٹھے جھوٹی شیخی مارا کریں کیا ہوتا ہی میرے صرف ایک لفظ لکھنے سے کہ "حیوان ہیں" نالائقوں کو اس قدر طیش کھانے کا بہانہ مل گیا ہی۔ اور انگریزی اخبار اور تاریخوں میں جو اوصاف چھپ رہے ہیں اُن سے کسی کمبخت کو غیرت نہیں آتی۔

سلطان عبدالمجید کی ایک اسپیچ میرے ہاتھ آئی ہی جس کو رشید پاشا اُس کے وزیر نے تمام علماء اور قضات اور مفتیوں اور اماموں اور سرداروں کو جمع کرکر پڑھا تھا۔ وہ قابل دیکھنے کے ہے کہ اُس میں کیا ہی۔ میں ساتھ لاؤں گا ڈاک ہندوستان کی آگئی آپ کا کوئی عنایت نامہ نہیں آیا۔ ناچار اسی عریضہ کو بند کرکر روانہ کرتا ہوں۔ بعالی خدمت حافظ جی صاحب سلام مسنون پہنچے

والسلام — خاکسار

سید احمد

مقام لندن۔ ۲۹۔ اپریل ۱۸۷۰ء

بعد تحریر اس عریضے کے سوسایٹی کا اخبار میرے پاس آیا جس میں میری

عرضداشت کا جواب آپ کی طرف سے چھپا ہو- اُس کی نسبت اگلے میل میں کچھ لکھوں گا- مگر یہ تو مجھے بتاؤ کہ جو باتیں ہم اپنے دل سے کرتے ہیں وہ تم تک کون پہونچا دیتا ہی یا تو تم چور ہو کہ میرا دل چُرا لے جاتے ہو یا خود میرے دل ہو کہ میری سب باتیں تم میں سے ہوتی ہیں۔ میں کافر ہوں اگر یہ چاہتا ہوں کہ میری رائے و تدبیر مانی جاوے- صرف یہ چاہتا ہوں کہ قوم کی بھلائی پر لوگ متوجہ ہوں اور یہ دکھاتا ہوں کہ تعصب بہت بڑا مانع ہی-

عریضۂ سابق میں درباب تقرر ایسوسی ایشن کے لکھا تھا اور اس عریضہ میں منع لکھا اب بعد معائنہ اخبار مذکور کے یہ لکھتا ہوں کہ اُن دونوں باتوں میں سے آپ کسی کو نہ مانیں۔ بلکہ جو آپ کا دل چاہے اور آپ کی رائے میں مناسب ہو اُس کے مطابق کام کریں۔ اگر بالتخصیص مسلمانوں کی تربیت کے لیے جداگانہ مدرسہ مقرر ہو جاوے کہ ایک رحمت ہمارے لیے ہی- کوئی رات نہیں جاتی کہ اسی مدرسہ کے تقرر کی باتیں اور تجویزیں یہاں نہیں ہوتیں۔ مگر بجز دس لاکھ روپیہ نقد ہوئے ممکن نہیں۔ والسّلام

سیّد احمد

۲۱

جناب مخدومی و مکرمی مدظلہ العالی۔ بعد تسلیم سلام مسنون التماس یہ ہی کہ آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۳ مئی پہونچا۔ دل و جان روح و روان کو تقویت بخشی- خدا آپ کو سلامت رکھے۔ قبل اس کے کہ آپ کی تحریر کا جواب شروع کروں ایک امر نہایت ضروری لکھتا ہوں۔ فی الفور بلا تامل ساعتے اُس کی تعمیل فرمایئے اور وہ کام یہ ہی کہ یہاں ایک نہایت معزز و عالی درجہ کے ایک صاحب ہیں جن کا حال میں آپ سے زبانی کہوں گا اور

وہ میرے بڑے دوست ہیں۔ اونھوں نے بسبب کسی ضرورت کے مجھ پر فرمائش تفسیر عزیزی کی کی ہی اور مجھے یقین ہی کہ اصل تفسیر عزیزی فارسی اوّل کا سوا سی پارہ اور آخر کے دو سی پارہ یعنی اُس کے دو ٹکڑے لکھنؤ یا میرٹھ یا دہلی میں چھاپہ ہوئے ہیں۔ پس جونسا چھاپہ نہایت عمدہ ہو فی الفور خرید فرما کر میرے پاس روانہ کرو کہ میرے یہاں ہونے تک پہونچ جاوے۔ یہ خط آپ کو شروع جولائی میں پہونچے گا۔ اگر آپ فی الفور روانہ فرمادیں گے تو شروع اگست میں قبل میری روانگی کے یہاں پہونچ جاوے گا۔ یقینی مرزاپور میں کوئی دوکان کتاب فروش کی نہوگی۔ آپ، فی الفور ایک خاص آدمی لکھنؤ روانہ کرکر وہ کتاب خرید کر منگوایئے اور بہ احتیاط تمام لفافہ موم جامہ سرکشادہ میں بذریعۂ بک پوسٹ روانہ فرمایئے۔ تاکید اکید تصور فرمایئے گا۔

ہمشیرہ حامد و محمود کے انتقال کا جو سدمہ ہم پر ہوا وہ بیان سے باہر ہی "رضینا برضا اللہ"۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

لندن کے احباب اور علماء و اشخاص نامی جس محبت و اخلاق و عنایت سے مجھ سے ملے اور صرف اپنے اخلاق سے مجھ غریب نالائق کی جس قدر خاطر کی اُس کا میں نے کبھی ذکر نہیں لکھا اگر وہ لکھا جاتا تو مبالغہ پر محمول ہوتا۔ اور حاسد شاید آتشِ حسد میں اس قدر افروختہ ہوتے کہ بجز آتش حسد کے اور کچھ نہ رہتا۔

تبدیل وضع کے باب میں جو کچھ آپ نے لکھا ہی وہ سب بجا ہی۔ بشرطیکہ میرا جادو تو بہ توبہ میرا معجزہ۔ نعوذ باللہ میری کرامت لاحول و لاقوۃ الا باللہ میری حماقت تم میں اثر نہ کرے گی۔ ذرا صبر کرو تین مہینے خیر سے گزر جاویں جب الہ آباد کے اسٹیشن پر گلے ملوگے اور چھاتی سے چھاتی لگے گی اُس وقت

پوچھیں گے کہ جانِ من (معاف کیجئے بیخودی میں یہ لفظ نکل گیا) قبلۂ من اب کیا ارشاد ہی۔

حقیقت میں ۳۰ / اپریل کے اخبار میں جو مضمون چھپا ہی وہ الہام یا القاء غیبی ہی۔ نہایت عمدہ ہی اگر میں یہودی ہوتا تو بجائے عزیر بن اللہ کے "مہدی ابن اللہ" کہتا۔ توبہ استغفر نا...... خدا معاف کرے۔

قبلہ گویم یا خدا یا کعبہ یا پیغمبر ش

اصطلاحِ شوق بسیار است من دیوانہ ام

میرے تئیں جس قدر طعنے دو گے میری جان خوش ہوگی۔ آپ خفا ہوں یا تھوں میں سچ اپنے دل کا حال کہتا ہوں کہ اگر خدا مجھ کو ہدایت نہ کرتا۔ اور تقلید کی گمراہی سے نہ نکالتا اور میں خود تحقیقات حقیقت اسلام پر متوجہ نہوتا تو یقینی مذہب کو چھوڑ دیتا۔ فرض کرو کہ تقلید چھوڑنے میں میں کسی مسئلہ یا عقیدہ میں غلطی میں پڑوں۔ چنداں نقصان نہیں مسلمان تو رہوں گا۔ کیا آپ کے نزدیک جناب امام اعظم علیہ الرحمہ نے کسی مسئلہ میں غلطی نہیں کی قیامت کے دن جب خدا تعالےٰ مسلمان۔ تیلی۔ جولاہوں۔ ناخواندہ یا کم علم مسلمانوں کو سزا دینے لگے گا۔ تو بندہ سامنے ہو کر عرض کریگا کہ جناب باری انصاف فرمایئے کہ ان بیچاروں کا کیا قصور ہی۔ یہ تو حضور خود بدولت ہی کی تقصیر معلوم ہوتی ہی کہ ان کو ایسا مذہب دیا تھا جس کے حل کرنے اور سمجھنے میں جناب قبلہ وکعبہ مولوی سید مہدی علی صاحب جگر گوشہ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسّلام بھی اپنے تئیں لائق نہ سمجھتے تھے۔ پھر یہ بیچارے غریب کیا کرتے۔ جناب مذہب اسلام تو آفتاب سے بھی زیادہ روشن۔ اور سب کی آنکھوں کے سامنے ہی وہ کوئی معمّا یا بدرچاچ کا شعر نہیں ہی۔ جس کے حل کرنیکو مولوی امام بخش صہبائی اور میر حسن معمائی درکار ہوں۔ خدا تو فرماتا ہی:-

"هو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم آیاتہ" ذرا مہربانی و عنایت سے قرآن کھول کر ملاحظہ فرمایئے اُس میں یہی لفظ ہیں یا بجائے اُن کے یہ الفاظ ہیں (ھو الذی بعث فی الفلسفیین رسولا الخ) بہرحال ملنے کے بعد جو کہو گے مانیں گے۔ جو بات ماننے کی نہو گی وہ بھی مان لیں گے۔

مولوی معین الدین صاحب کے دوبارہ ارتداد سے نہایت افسوس ہوا۔ اُن سے فرمایئے کہ جناب مولوی صاحب گوز پر گوز اور وضو پر وضو اچھا نہیں ہے۔ بہرحال بہت بڑے عالم ربانی ہیں اُن کی خفگی برداشت کرنی چاہیئے۔ اور مجھ شیطان کا بہت بہت سلام عرض کیجیئے۔ اور فرما دیجیئے کہ حضرت ہوشیار رہیئے کبھی ایسی ٹٹکاری دی ہو گی کہ یاد کرو گے۔ جناب مولوی سید امداد علی صاحب کی عنایت و شفقت جو مجھ پر ہے اُس کا حال معلوم ہوا۔ خدا اُن کو خوش رکھے اور وہ درجہ جو خدا سے بھی بالا ہو عطا فرمائے۔ الحق دلی را ولی می شناسد یشادم کہ من ہم ولی ہستم۔ سبحان اللہ بخدائی خود راضی نبودم۔ حالا بر ولایت خود راضی شدہ ام۔ میری کتاب خطبات احمدیہ ایک مسلمان عالم متبحر نے پڑھی جو قسطنطنیہ سے یہاں آیا ہے۔ جو الفاظ کہ اُس نے کہے اور مجھے لکھے اور جس طرح میرے ہاتھ چومے اُس کی لذت میں جانتا ہوں۔ اُس کے چند مقام ایسے ہیں جن کو دیکھ کر مسلمانان ہند فتویٰ کفر دیں گے۔ کتاب کے اخراجات کا صدمہ اور عین اُسی صدمے میں صدمۂ غم انتقال ہمشیرہ حامد و محمود کا لاحق ہونا جیسا کچھ مصیبت کا وقت مجھ پر گزرا واقعۂ کربلا سے کم نہ تھا۔

این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر

آپ نے جو الفاظ اپنی محبت و الفت سے لکھے ہیں اُس کا بہت بہت شکر کرتا ہوں اور بے تکلف لکھتا ہوں کہ اب کچھ حاجت نہیں رہی تین ہزار روپیہ

قرض لیا گیا سب بیباق ہوگیا۔ اب آپ نہ کچھ قرض لیجیے نہ اپنی تنخواہ بھیجیے۔ اگر نواب ٹونک سے درحقیقت روپیہ ملے تو وہ روپیہ بھیجا دیجیے گا اُس کے سوا اور کچھ نہ بھیجیے گا۔ اگرچہ یقینی وہ نہیں ملنے کا۔ کل جو اخبار لندن میں چھپے ہیں اُن میں آپ کی گفتگو کا بالکل اور نواب ٹونک کے ہزار روپیہ دینے کا ذکر چھپا ہی۔ افسوس کہ ہزار روپیہ کا اس قدر چرچا ہوگیا۔ اور جناب مولوی سید امداد العلی صاحب نے مضمون "چندہ دستگیری مسافر لندن" بھی لکھدیا اور جو کچھ اُنھوں نے متعدد جلسوں میں اُس کی ہنسی اوڑائی۔ جس کی صحیح خبر مجھے پہونچی۔ اُس کا بے فائدہ مجھے رنج ہوا۔ اور آپ یقین جان لیجیے گا کہ وہاں سے ایک کوڑی نہیں ملے گی۔ یہ آپ کی غلطی تھی جو آپ نے اُس پر یقین کیا۔ مرزا خداداد بیگ امتحان میں ناقص نکلے اور بہت نیچا اُن کا نمبر رہا اور آیندہ مجھے توقع نہیں ہی۔ جس وقت میں آپکے الفاظ محمود کو سُناتا ہوں۔ خوشی کے مارے حلق سے آواز نہیں نکلتی اور آپ کو ہزاروں دعائیں دیتا ہی اور کہتا ہی خدا وہ دن کرے کہ ملازمت ہو۔ بخدمت عالی جناب حافظ جی صاحب سلام مسنون۔ بعد عجز و نیاز پہونچے۔ میں نے اُن کو دربار مہدی میں اپنا وکیل مقرر کر رکھا ہی کہ ہر دم میری شفاعت کرتے رہیں۔ اور میری نالائق حرکتوں کی معافی چاہتے رہیں۔ والسّلام

خاکسار سید احمد۔ از لندن۔ ۱۰ مئی ۱۸۷۰ع

کمترین حاضر الوقت محمد محمود سلام علیک عرض کرتا ہی اور جو کچھ کہ آپ نے نصیحتاً اور شفقتاً ارقام فرمایا تھا اُس کے لیے بہت ممنون ہی۔ مگر چونکہ اُس کو الگ خط نہیں لکھا گیا اس لیے وہ بھی الگ نہیں لکھتا۔ جو نصیحتیں کہ آپ نے لکھی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ اُن کے موافق عمل کیا جاوے گا۔ سوائے تعلیم کے اور سوائے مرغی والی بات کے باقی سب مانی جاویں گی۔ جناب والد صاحب اور برادر

صاحب تو اگست میں روانہ ہونگے۔ اور کمترین کیمبرج میں جہاں کہ یونیورسٹی ہی علم تحصیل کرنے کے لیے جاویگا۔ اور کچھ حال لکھنا ضرور نہیں ہی کیونکہ والدصاحب کے خط سے سب معلوم ہوتا ہوگا والسلام۔

—— ۲۲ ——

بخدمت شریف خلیفہ ظاہری و مرشد حقیقی و معنوی مولانا مرشدنا مولوی سید مہدی علی صاحب۔

مخدوم و مکرم من سلامت۔ جو حادثہ جانکاہ قضا و قدر سے دہلی میں گزرا اور غالباً جس کی خبر آپ نے مجھ سے پہلے ہندوستان میں سنی ہوگی اور جو غم اُس حادثہ کا مجھ پر اور حامد و محمود پر ہوا اُس کا آپ خیال کر سکتے ہیں اور فطرتی جو حال میری طبیعت کا ان دنوں میں ہی وہ بھی آپ تصور کر سکتے ہیں۔ مگر بہر حال شکر خدا ہی۔

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۶ اپریل معہ ہنڈوی بیس پونڈ یعنی دوسو روپیہ کے پہونچا اور آپ کا شکر کیا اور دعا کی کہ خدا اس کی جزا دے۔ ان دنوں میں کہ طبیعت ایسی رنجیدہ ہی کتاب کے خرچ کے سرانجام ہونے کا دوسرا رنج ہی۔ بمجبوری یہاں روپیہ قرض لینا پڑا۔ چنانچہ تین ہزار روپیہ قرض لینے کی گفتگو ہو رہی ہی۔ خدا راست لائے۔ آیندہ ڈاک میں فہرست لاگت کتاب کی بھیجونگا جس سے معلوم ہوگا کہ کس قدر خرچ ہوا آپ نے اور تمام دوستوں نے جس قدر مدد کی وہ نہایت ہی عمدہ اور بہت ہی غنیمت تھی ورنہ زہر کھا کر مرجانے کے سوا اور کچھ چارہ نہوتا۔ مگر اس نالائق پاگل نے ...... ا...... نے ابتک اپنا چندہ بھی نہیں بھیجا۔ اب اُس کو نہایت تاکید کیجیے۔ اس وقت میرے پاس دس روپیہ بھی کہیں سے آنے ہزار روپیہ کی برابر معلوم ہوتے ہیں۔ آپ اپنے پاس سے اور

اپنے ذاتی روپیہ سے اس سے زیادہ جو کہ آپ کر چکے ہرگز مدد نہ کیجیے اور آپ نے جو لکھا ہی کہ میری تنخواہ ملنے والی ہی وہ میں بھیجدوں گا۔ ہرگز ہرگز مت بھیجنا میں اس قدر تکلیف اور اس قدر خرچ میں جو آپ کی طاقت سے باہر ہی آپ کو ڈالنا ہرگز گوارا نہیں کرتا اور نہ اس طرح پر پڑنا چاہیئے۔ علاوہ اس کے صرف یہی کام نہیں ہی، ہم کو اور بہت کام کرنے ہیں۔ لیکن کسی کو چندہ میں شریک کرنے یا کتاب کا خریدار بہم پہونچانے میں کوشش کرنی چاہیے۔ اگرچہ میں سمجھتا ہوں کہ اب یہ کوشش بھی چنداں مفید نہ ہوگی۔ بقول شخصے "تا تریاق از عراق آوردہ شود مارگزیدہ مردہ شود" اب مجھ کو اور میرے حال کو خدا پر چھوڑ دو۔

کتاب جلد بندی سے طیار ہو گئی اور کتب فروش کی دوکان میں فروخت کو رکھی گئی۔ خدا کرے کہ کچھ بک جاویں اور اس بے انتہا مصیبت سے مجھے کسی قدر سبکدوشی ہو۔ اگر ممکن ہوا تو اسی ڈاک میں ورنہ آیندہ ڈاک میں ایک جلد آپکے پاس اور ایک ایک ہر اہلِ چندہ کے نام روانہ کروں گا۔

راجہ صاحب کا میں نے خط دیکھا جو کچھ اُنھوں نے لکھا ہی وہ بالکل سچ ہی۔ آپ کا جو غصہ کسی قدر رفرو ہوا۔ میں اُس سے بہت خوش ہوا۔ کیسا بُرا یہ خیال تھا کہ بسبب کسی ابتری خواہ اصلی یا غیر اصلی بدانتظامی کے سبب آپ سوسائٹی سے علٰحدہ ہو جاتے۔ خیر بہر حال جو گزرا خدا نے خیر کی۔ مگر تعجب ہی کہ آپ کو بابو شیو اپرشاد صاحب کا مسلمانوں کی نسبت چند ہی کلمات جو کچھ زیادہ سخت نہ تھے لکھنے ایسے بُرے معلوم ہوئے مگر جو اُن کی (یعنی مسلمانوں کی) نیکنامی اور خوبی (یعنی بدی) ہر روز تمام ہندوستان کے اخباروں میں چھپتی رہی ہی اور کوئی نالائق پاجی پن کی حرکت ایسی نہیں ہی کہ جو مسلمانوں کی نسبت نہیں لکھی جاتی اور غیر مسلموں نے جو اپنے سفرناموں میں مسلمانوں کی نالائقیوں کا حال لکھا ہی

اُس سے آپ کو کیوں رنج نہیں ہوتا۔ صرف اس کا سبب یہ ہی کہ اُن حالات سے آپ کو اطلاع نہیں ہوئی۔ میری رائے میں آپ بابو شیو پرشاد کا جواب جس کے چھاپنے سے راجہ جے کشن داس بہادر نے انکار کیا۔ کسی اخبار میں چھپوا لیجئے اس باب میں میں نے بہت کچھ خیال کیا ہی اور آپ سے بہت کچھ کہنا اور صلاح کرنی ہی۔ اُس کے جیسا مناسب ہوگا کیا جاوے گا۔ ایک خاص مسلمانوں کے فائدہ کے لیے جاری کرنا میں نے تجویز کر لیا ہی۔ اور تہذیب الاخلاق اُس کا نام فارسی اور انگریزی میں "محمڈن سوشیل رفارمر" رکھ لیا ہی۔ اُس کا سرنامہ بہت خوب صورت یہاں کھدوا لیا ہی۔ کاغذ ہی ایک برس کے لائق یہاں خرید لیا ہی۔ اور یہ سب چیزیں یہاں سے بذریعہ جہاز باد بانی روانہ کردیں کہ میرے وہاں پہنچنے تک پہونچ جاویں گی۔ خرچ ماہواری اجرا اس اخبار کا سو روپیہ ماہواری ہوگا۔ ہم تینوں دوست پانچ پانچ روپیہ مہینہ کر کر دیں گے اور اخبار مفت بھی بانٹیں گے اور بہ قیمت بھی بیچیں گے۔ اُس اخبار میں بجز اس کے کہ خاص مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی بھلائی کے آرٹیکل ہوں گے۔ اور کچھ نہیں ہونے کا۔ اُس میں میں اور آپ دو شخص آرٹیکل لکھنے والے ہوں گے اور اگر صلاح ہوگی تو منشی ذکا اللہ صاحب کو اور منشی نجم الدین صاحب ڈپٹی انسپکٹر کو بھی آرٹیکل لکھنے میں شریک کریں گے۔ غرضکہ میں چاہتا ہوں کہ میری وہاں پہونچنے تک آپ کچھ نہ کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں عنقریب وہاں پہونچتا ہوں۔

میری روانگی کا زمانہ بالکل مقرر ہو گیا اور سکریٹری آف اسٹیٹ کو اطلاع دیدی گئی اور منظوری ہو گئی۔ اب میں انشاء اللہ تعالیٰ مع حامد یہاں سے حسب مندرجۂ ذیل روانہ ہوں گا۔

۲۸ اگست ۱۸۷۰ء کو انشاء اللہ تعالیٰ میں لندن چھوڑوں گا۔ ایک ہفتہ

مصر میں رہوں گا اور انشا اللہ تعالیٰ معہ الخیر ۲۔ اکتوبر ۱۸۸۶ء کو بمبئی میں پہونچونگا اور چوتھی پانچویں کو انشا اللہ تعالیٰ الہ آباد میں آپ کے جمال مبارک دیکھوں گا اور آپ کے قدموں کو ہاتھ لگاؤں گا۔ اُن دنوں میں تعطیل دسہرہ کی ہوگی۔ ۲۷ اکتوبر تک۔ اگرچہ دہلی جانے کو مطلق دل نہیں چاہتا اور گھر میں گھسنے کے خیال سے دل پھٹتا ہی مگر بہ مجبوری بہن اور بھتیجوں کے سبب ایک دن کے لیے جانا پڑیگا۔ باقی ایام تعطیل کے کچھ علی گڈھ میں اور کچھ مرزا پور میں بسر کروں گا۔ امید ہی کہ تم مجھ کو اگر اپنے پاس نہ بیٹھنے دوگے تو اپنی جوتیوں کے پاس بیٹھنے دوگے اگر اپنے ساتھ بٹھلا کر نہ کھانے دوگے تو کتے کی طرح دوسری رکابی میں آگے رکھدوگے۔ ورنہ اندر لوگ تو مجھ کا فر کو روٹی پانی دینا بھی کفر سمجھنے لگے ہونگے۔ ہزار ہزار شکر ہی کہ میرا خدا ایسا نہ ہوا جس کے لاکھوں روز تقصیریں کرتا ہوں اور روٹی دیتا ہی اور کیا عجب ہی بقول شخصے کہ قیامت کو بھی اپنی مہربانی سے اپنے داہنے ہاتھ پاس بٹھالے۔ لیکن اگروہ بھی میرے بھائی بندوں یا میرے ہم مذہب مسلمانوں کا سا ہوتا تو میں کیا کرتا اُس وقت تو مولوی مہدی علی صاحب کا بھی سہارا نہ رہتا۔ واہ واہ کیا میری قسمت ہی میرے خدانے کیا اچھا خدا مجھ کو دیا ہی۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔

آپ کا فرمان میری عرضی کے جواب میں جس قدر چھپا۔ میں نے اس کو متعدد دفعہ پڑھا اور مزا اٹھایا۔ آیندہ جو کچھ چھپے گا اُس کو بھی دل لگا کر پڑھونگا اور خوب سمجھوں گا اور اپنی سعادت جانوں گا۔ الا جس قدر کہ میں تمہارے ہاں کے مولویوں سے ناراض ہوں۔ ایسا کسی سے ناراض نہیں۔ زندہ مولویوں اور بالتخصیص واعظوں کا تو جانی دشمن ہوں اور گزشتہ مولویوں سے سوائے چند کے رنجیدہ ہوں۔ کسی کو سوائے چند کے لکھنے اور کتاب تصنیف

کرنے اور کسی بات کی تحقیق کرنے کا مطلق سلیقہ نہ تھا۔ صرف جنگل میں سے بھلی اور بُری لکڑیاں چننے والے تھے۔ خدا اُن پر رحم کرے اور اُن کی تقلید کرنیوالے اندھوں کو خدا ہدایت کرے۔ اگرچہ تم خفا ہو گئے، ہو لو۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ جس قدر نقصان اسلام کو تقلید نے پہونچایا ہے اتنا کسی چیز نے نہیں پہونچایا۔ سچے اسلام کے حق میں تقلید سنکھیا سے بھی زیادہ زہر قاتل ہے۔ بلاشبہ ہم نے علماؑ کو مثل یہود و نصاریٰ کے "اربابًا من دون اللہ" سمجھ لیا ہے۔ خدا اس گناہ سے سب مسلمانوں کو بچاوے آمین اور میرے دوستوں کو۔ اور مولوی مہدی علی میرے پیارے دوست کو سب سے پہلے آمین ثم آمین۔

تم سے اس قدر باتیں کرنے کو دل چاہتا ہے کہ اگر ہفتہ بھر برابر لکھے جاؤں تو بھی پوری نہوں گی۔ اس لیے اس عریضے کو بخدمت جناب حافظ جی صاحب کے سلام مسنون عجز و نیاز مشحون لکھنے پر ختم کرتا ہوں۔ والسلام

خاکسار سید احمد

۲۷ مئی ۱۸۷۶ء روز جمعہ تاریخ روانگی۔

۲۳

مرشدنا و مولانا۔ میں نے آپ کا فرمان عالیشان کا ایک حصّہ جو ۲۹ اپریل کے اخبار میں چھپا۔ متعدد دفعہ پڑھا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ واہوا واہوا واہوہ۔ کیا خوب اور کیا عمدہ ہے۔ جس پر بالکل ایمان رکھتا ہوں اور آیندہ بقیہ مضمون پڑھنے کا نہایت مشتاق ہوں۔ آپ اس بات کے سننے سے خوش ہوں گے کہ جناب راجہ جیکشن داس بہادر اور بابو شیو پرشاد صاحب کو بھی خطاب و تمغاے اسٹار آف انڈیا مرحمت ہوا۔ یقین ہے کہ اس عریضے کے پہونچنے سے پہلے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا جو کچھ آپ کو

لکھنا ہی اب سب ملاقات پر منحصر رکھتا ہوں اور بالتخصیص اس لیے کہ آج کل
طبیعت نہایت پژمردہ و افسردہ ہی۔ والسّلام۔

خاکسار سیّد احمد

از مقام لندن ۱۳ر جون ۱۸۷۰ء

حافظ جی صاحب کو سلام مسنون پہونچے۔

۲۴

جناب مخدوم و مکرم محب من سلامت۔ بعد سلام مسنون الاسلام
التماس این کہ آپ کا عنایت نامہ مورخہ بلا تاریخ پہونچا۔ جس قدر مجھ کو خوشی
آپ کے عنایت نامہ پہونچنے سے ہوئی ہی بیان نہیں ہو سکتا۔ یہ مقولہ
کہ "الخط و نصف الملاقات" بلکہ پوری ملاقات کا لطف ہوتا ہی۔ مفارقت
میں اُس کی قدر معلوم ہوتی ہی۔ میں برابر اپنے حالات لکھ کر بھیجتا رہتا ہوں۔
اخبار میں چھپنے دیجیے۔ بعد معاودت انشاء اللہ تعالیٰ نظر ثانی کر کر رسالۂ سفر
مرتب کر کے چھاپوں گا۔ میں حتی المقدور نہایت مفصل حالات لکھتا ہوں۔ اور
جو جو مراتب آپ نے لکھے ہیں وہ آخر کو بالتفصیل لکھوں گا۔ بعد آنے کے
معلوم ہوا کہ سفر چنداں سخت نہیں ہی۔ نہایت آرام کا سہل اور کوئی چیز
مذہبی ایسی نہیں ہی کہ مسلمان اُس کو اپنے خاطر خواہ نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ ایک
شیعہ جو مشرک کو نجس حقیقی جانتا ہی وہ بھی اپنے مذہب کے موافق رہ سکتا ہی
مگر کسی قدر اہتمام و تردد سے۔ ذبیحہ مسلمان کا دستیاب ہو سکتا ہی۔ غرضکہ
کوئی بات مشکل نہیں ہی۔ بعضے امور بلا تکلف اور بعض بہ تکلف انجام پا سکتے ہیں
میں چاہتا ہوں کہ حالات سفر جو اخبار میں چھپے ہیں آپ اُن کو بطور کتاب
یکجا نقل کرواتے جاویں اور جس امر کی نسبت زیادہ تفصیل کی حاجت ہو مجھ کو

خنزیر خود ناپاک ہی مگر جس پاک چیز کو وہ مس کرے دھونے سے پھر پاک ہو سکتی ہی۔ افسوس میں نے غلطی کی جو اپنے تئیں خنزیر سے تشبیہہ دی وہ تو مجھ سے بہت اعلیٰ ہی۔ خدا نے اُس کو یاد کیا ہی۔ مجھے تو سوائے مہدی علی کے اور کوئی یاد بھی نہیں کرتا (راست بگو چہ تو خدائے من ہستی) کافر شوم اگر باور کنم

....

(یہ سطریں اصل خط میں سے کاٹ کر نکال لی گئی ہیں)

....

آپ کی تحریرات جو اخبار میں چھاپہ ہوئیں اُن سے میرا دل اس قدر خوش ہوا ہی کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ جو جو مقام مجھ کو اُس میں سے ملے ہیں اُس سے میرا دل عجیب طرز پر خوش ہوتا ہی۔ جیسے کوئی سوداگر یہ دیکھے کہ ایک نہایت بیش بہا و بے نظیر ہاتھی اُس کی ادگی میں آن پھنسے اور وہ یقین کرے کہ اب وہ نکلنے والا نہیں۔ جناب قبلہ و کعبہ من جب آپ نے یہ قبول کر لیا کہ اسلام د عقل اور نیچر میں مخالفت نہیں تو کام پورا ہو گیا۔ اب ہم آپ کی بہادری دیکھیں گے کہ کیونکر تقلید کو تھامے رہتے ہو اور اُس کو لازم ٹھہراتے ہو۔ پہلی ہی بسم اللہ آپ نے تقلید ترک کی کہ ایک لفظ جدید لازم کا نکالا یہ کیا سبب ہوا کہ ان الفاظ فرض، واجب۔ سنت۔ مستحب میں سے کوئی لفظ کیوں نہ اختیار کیا۔ کیا کوئی نص صریح یا غیر صریح اُس کے لیے نہ تھی۔ کیا کہیں حدیث میں اُس کا ذکر نہ تھا۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ میں نے آپ سے عرائض سابق میں ذکر کیا ہی کہ میں کچھ نہیں لکھنے کا جب تک تم سے نہ ملوں۔ چنانچہ اُس تاریخ سے کچھ نہیں لکھا۔ یہ عذر بدتر از گناہ اُس سے پہلے کا بھیجا ہوا تھا۔ ایک کام تمہاری مرضی بغیر کیا ہی۔ آج ہی اُس کا پروف آیا ہی۔ بجنسہ آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ بعد چھاپہ ہو جانے کے

کل کاپیاں آپ کی خدمت میں بھیجدوں گا۔ چاہیں آپ تقسیم کریں چاہیں جلادیں۔ مولوی امدادالعلی صاحب نے جو کچھ آپ کو لکھا اُس سے کیا ہوتا ہی۔ دونوں کی صورت ملالو اور پوچھو کہ چاند کا ساٹکڑا کس کا ہی۔ پھر چاند پر کا تھوکا منہ آتا ہی۔ مگر مجھ کو اپنی شامت اعمال پر افسوس ہی کہ مجھ کو روسیاہ کی محبت سے میرے دوست بھی لعنت ملامت سنتے ہیں۔ خدا اس کا بدلہ اُس دنیا میں دے میرے کتاب کی بابت جو ممتاز علی خاں صاحب نے سو روپیہ چندہ کے دیے اُس کی جس قدر مجھ کو خوشی ہوئی ہی بیان سے باہر ہی۔ یقینی اُن کا حج مقبول ہوا جو خدا نے اُن کے دل کو میرے پر نرم کیا۔ منشی محمد صدیق صاحب کی چندہ سے بھی خوشی ہی مگر نہ ویسی۔ اس لیے وہ یار شاطر اور دوست شفیق ہیں اُن کے باپ کو میں اپنا مخدوم و بزرگ سمجھتا ہوں۔ مگر معلوم نہیں کہ کیوں اُن کا دل مجھ سے برگشتہ ہوگیا تھا۔ امید ہی کہ حال کی ڈاک میں وہ روپیہ میرے پاس پہونچے گا۔ مجھ پر جو سختی اس کتاب کے اخراجات کے سبب گزری اُس کو میرا دل جانتا ہی۔ اور جو سختی آگے گزرنے والی ہی اُس میں خدا ہی مددگار ہی

محمود کی نسبت جو آپ نے اپنی محبت سے لکھا ہی۔ خدا سے امید ہی کہ وہ ویسا ہی ہوگا۔ اُس کے عقائد مذہب اسلام پر نہایت پختہ و روشن ہیں۔ اُس کے دل کو اسلام کے حق ہونے پر جیسا یقین ہی ویسا کسی چیز پر نہیں۔ مگر طبیعت نہایت کھلی ہوئی اور صاف اور آزاد ہی۔

جن جھمیلوں میں آپ پھنسا رہنا چاہتے ہیں اُن میں پھنسے رہنے کی توقع نہ رکھیے۔ بخدمت جناب حافظ کریم بخش صاحب سلام مسنون عجز و نیاز پذیرا ہو۔ گو میں شفاعت کا قایل ہوں یا نہوں مگر آپ میری شفاعت جناب مہدی کے دربار میں فرماتے رہیں۔ والسلام۔ خاکسار سید احمد از لندن ۱۰ جون ۱۸۷۰ء

۲۵

جناب مخدومی و مکرمی۔ ایک ہی وقت میں آپ کے دو عنایت نامے مورخہ ۱۲ جون و ۲۴ جون معہ دو قطعہ ہنڈویات تعدادی تین تین سو روپیہ کی پہونچے اگرچہ مجھ کو اس خیال سے کہ دو سو روپیہ جو آپ نے اپنے پاس سے بھیجدیے بلاشبہ اُس کے سبب تنگی اخراجات ہوئی ہوگی رنج ہوا مگر میں آپ سے اُس خوشی اور تقویت کو بیان نہیں کرسکتا جو اُس روپیہ کے آنے سے ہوئی اس وقت یہ روپیہ ایسا غنیمت ہوا ہی کہ میرا دل ہی جانتا ہی۔ حقیقت میں جناب منشی ممتاز علی خاں صاحب کے چندہ دینے سے میرا دل بے انتہا خوش ہوا ہی جو تکلیف کہ میں نے اس کتاب کے تصنیف کرنے میں اُٹھائی اور جو کچھ آیندہ اس کے سبب اُٹھانی پڑے جیسا کہ بعضی دفعہ خیال ہوتا ہی اُس سب کا بدلہ میں نے پالیا۔ اگر اس کتاب کے تالیف میں درحقیقت میں نے کچھ ثواب کمایا ہو اور ثواب عبادت بدلے کا منتقل ہوتا ہو تو میں نے کل ثواب تمامہ منشی ممتاز علی خاں صاحب کو بخش دیا۔ برائے خدا تم اپنے پاس سے کچھ مت بھیجو میرے ایجنٹ نے وعدہ کرلیا ہی کہ تمام اخراجات جہاز وغیرہ ہندوستان پہونچا دیگا۔ پس اپنی ذات خاص پر تکلیف گوارا کرنے کی اب ضرورت نہیں رہی ہی۔ اگر ضرورت ہوتی تو میں تم کو لکھتا کہ اپنا گھر بیچ کر بھیج دو۔ میں اپنے روپیہ میں اور تمہارے روپیہ میں کچھ فرق نہیں سمجھتا میں نے ہر ایک صاحب کے نام جن کا چندہ آپ نے بھیجا عوالفض شکریہ لکھ بھیجے اور ایک ایک کتاب بھی روانہ کردی آپ نے جو کچھ میری مردار مرغی کھانے کی نسبت اخبار میں لکھا آپ یقین کیجیے کہ اُس نے عجب لطف مجھ کو دیا ہی۔ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ کبھی دولت عشق مجازی بھی تم کو نصیب ہوئی ہی یا نہیں۔ کیونکہ بغیر اس کے آدمی بیں اور مٹی میں کچھ

فرق نہیں ہی۔ اب جو مزہ آپ کے الفاظ نے دیا ہی اُس کی مثال بیان کرتا ہوں۔ بعضی دفعہ ایسا ہوتا ہی کہ عاشق اور معشوق میں آپس میں خفگی ہو جاتی ہی اور جوش محبت زیادہ ہوتا ہی اور ایک دوسرے کو ٹیڑھی ٹیڑھی باتیں سناتے ہیں وہ لفظ تو بظاہر ٹیڑھے ہوتے ہیں مگر اُن سب سے جوشش محبت اور نہایت مزہ دار اُلفت ٹپکتی ہی۔ زہے نصیب اُس کے جو کسی سے سچّی محبت رکھتا ہو اور ایسے مزہ دار لفظ سُنے اب جو آپ نے دروازہ بند کر کے کچھ کہنے کا وعدہ کیا ہی اس وعدہ ہی میں جو لطف آیا ہی وہ بیان نہیں ہو سکتا۔ خدا بخیر و عافیت وہ دن لائے جو کچھ غصہ آپ کا مجھ حرام خور پر درباب گردن مروڑی ہوئی مرغی کے ہی وہ میری گردن پر مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ علمائے عربی ترکستان نے بلا کسی تامل کے اس کو جائز کیا ہی۔ تمام ترک جن کے خاک پا ہونے کی بھی ہم کو لیاقت نہیں ہی سب بے تامل کے اس کو کھاتے ہیں۔ ایک بہت بڑے دین دار عالم نے جو ترکستان سے آیا تھا اور ایسا سخت مذہب میں ہی کہ باوجود میرے اصرار کے فوٹوگراف سے تصویر کھنچوانے سے انکار کیا درباب گردن مروڑی ہوئی مرغی کے مجھ سے کہا کہ "ھٰذا اقصور النصارے لا باس لنا فی اکلہ قد احل اللہ لنا طعام اھل الکتاب" علاوہ اس کے جو شخص احتیاطاً اس کا مرتکب نہ ہو نہایت عمدہ بات ہی، مگر اس کو مسئلہ شرعی ٹھہرانا اور اُس کی مرتکبین کو اکل حرام قرار دینا نہایت مضر اور اسلام کے پاؤں پر بدست خود تیشہ زدن ہی۔ اس فقرہ کے معنی آپ کی سمجھ میں نہیں آویں گے۔ انشاء اللہ عنقریب خدمتِ عالی میں حاضر ہو کر اس کی تفسیر عرض کروں گا۔ بہ تعمیل حکم عالی جو عریضہ سابق میں بخدمت مولوی سمیع اللہ خان صاحب میں نے لکھا تھا۔ غالباً آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا۔ آپ نے جو اپنے عنایت نامہ میں

لکھا ہی کہ دو سو روپیہ اور آنے کی توقع ہی اگر وہ آدیں تو اور روانہ کرنا ضرور
نہیں۔ بلکہ دو سو روپیہ جو آپ نے پیشگی بھیجدیے ہیں اُس میں مجرا ہو جاویں
۲۰ اگست کو میرا ایجنٹ اطلاع دیگا کہ کس قدر کتابیں فروخت ہوئیں اُن کی
قیمت بعد منہائی اخراجات روانگی کتب بہ ہندوستان میرے پاس آجاوینگی
مگر ظاہرا معلوم ہوتا ہی کہ کتابیں بارہ پندرہ سے اب تک زیادہ نہیں فروخت
ہوئیں۔ اُمید تھی کہ فرانس اور جرمنی میں یہ کتابیں فروخت ہونگی۔ اتفاقات
قسمت سے انہی دنوں میں اُن دونوں ملکوں میں لڑائی شروع ہوگئی ہی۔
بہت کچھ باتیں لکھنے کو دل چاہتا ہی مگر اب سب ملاقات پر منحصر کرتا ہوں۔ چھجو
دست بستہ آداب عرض کرتا ہی وہ محمود کے ساتھ رہے گا اور اُس کے ساتھ
کیمبرج جاویگا۔ محمود کو اپنی تمام پڑھائی اور اخراجات پورے کرنے کو علاوہ
اُس روپیہ کے جو سرکار سے ملتا ہی تین ہزار روپیہ اور درکار ہوگا سو انشاءاللہ
تعالیٰ ہندوستان پہونچ کر اُس کے بھیجنے کا بقسط ماہواری یا یکمشت بہ فروخت
کردا مے مکان تجویز کروں گا۔

بعد ہ بخدمت جناب جبل المتین من و شفیع من بہ درگاہ حضرت مہدی یعنی
جناب حافظ جی صاحب سلام مسنون قبول باد۔ والسّلام

خاکسار سید احمد

۲۰ رجون ۱۸۷۰ء۔ مقام لندن۔

۲۶

جناب مخدومی مکرمی سلامت۔ آج کی ڈاک میں آپ کا کوئی نوازش نامہ
نہیں آیا ہی۔ مگر بقیہ فرمان عالی متعلق تقلید اخبار میں پڑھکر بے انتہا خوشی ہوئی۔
اور حضرت مسیح علیہ السّلام کے معجزہ احیاء اموات پر یقین کامل ہوا۔ کیونکہ لاشیں

تقلید میں جس طرح آپ نے یہ اعجاز مسیحائی جان ڈالی ہی وہ معجزہ احیاد اموات سے کم نہیں۔ مگر چند سوالات جو اُس میں باقی ہیں اور جن کے سبب میں نہایت شبہ میں ہوں کہ اُس لاش میں جان آئی یا نہیں وہ انشا اللہ تعالیٰ بروقت حصولِ ملازمت زبانی عرض کرونگا۔ جو کہ اب میں بالکل پا بہ رکاب بیٹھا ہوں اور تردّدات بیشمار دل پر ہیں۔ اس سبب سے جو کچھ دل میں ہی وہ لکھ نہیں سکتا حساب کتاب چھاپہ ملفوف عریضۂ ہذا مرسلِ خدمت عالی ہی اُس کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ کل آمدنی اس وقت تک ١٦٩١ ہوئی اور خرچ ٣٩٤٨۔ فاضل خرچ ہوا ٢٢٥٦ جو روپیہ قرض لیا گیا تھا اُس میں سے زر فاضل ادا ہوا الّا زادِ راہ واسطے مراجعت ہندوستان باقی نہ رہا اور اب جب تک کہ اور قرض نہ لیا جائے مراجعت متعسر ہی۔ پس یہ تردّدات ایسے جاں کاہ ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ دو سو روپیہ جو آپ کے پاس بابت چندہ جناب منشی ممتاز علی خاں و منشی محمد صدیق صاحب کے جمع ہیں اُن کا اور سو روپیہ چندہ مولوی زین العابدین کے آنیکا ہر دم

"چوں گوشِ روزہ دار بر اللہ اکبر است"

منتظر رہتا ہوں۔ خیر خدا ہر حال میں مددگار ہی۔ عریضہ آیندہ میں جو کچھ اُس مصیبت کا حال ہوگا عرض کروں گا۔ کتابیں مطبوعہ صندوقوں میں بند ہو رہی ہیں۔ واسطے روانگی ہندوستان کے اُن کے محصول وغیرہ میں بھی دو سو روپیہ سے کم خرچ نہیں ہونے کے۔ اب زیادہ حال تردّدات کا لکھنا ناحق آپ کو رنج میں ڈالنا ہی۔ بخدمت جناب حافظ جی صاحب میرا سلام مسنون کہیئے اور واسطے حلِ مشکلات کے استمداد دعا اُن سے چاہیئے۔ مگر مشکل یہ ہی کہ آپ کا محمود کہتا ہی کہ ایسے امور سے اور دعا سے کچھ تعلق نہیں ہی۔ دعا سے صرف روحانی

فوائد و نتائج حاصل ہوتے ہیں نہ دنیاوی۔ اور دعا سے زیادہ اور اکثر فائدہ
اُس شخص کو ہوتا ہی جو دعا مانگتا ہی اور خدا سے التجا کرتا ہی نہ دوسرے شخص کو۔
مجھ سے کہنے لگا کہ ورزش کا زور اُسی شخص میں آتا ہی جو ورزش کرتا ہی نہ دوسرے
میں۔ میں نے کہا تو تو سخت بد مذہب وہابی ہوگیا ہی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں
کہ یہ میری تعلیم اُس کو نہیں ہی۔ خود اُنہی حضرت کی طبیعت کی پیدا وار ہی۔ دیکھیے
آگے کیا کیا گل کھلاتے ہیں۔ وہ کہتا ہی کہ بالکل حقیقت اور اصلیت اور سچائی
مذہب اسلام کی مجھ پر کھل گئی ہی اور اب وہ نبوت اور وحی سے لیکر
ادنیٰ ادنیٰ مسائلِ اسلام کی حقیقت بیان کرتے ہیں۔ آج رات کو اُس نے
کہا کہ میں تو لندن میں آکر سچا اور پکا اور تصدیق قلبی سے مسلمان ہوا ہوں۔

والسّلام

خاکسار سیّد احمد

از مقام لندن - ۸ جولائی ۱۸۶۹ء

مولوی مشتاق حسین صاحب نواب وقار الملک بہادر کے نام

مولوی صاحب مرحوم امروہہ ضلع مراد آباد کے رئیس تھے اکتوبر ۱۹۰۷ء سے
دس سال تک مدرستہ العلوم علیگڈھ کے آنریری سکریٹری رہے اور سرسید کے
خاص احباب میں تھے ۱۹۱۷ء میں وفات پائی

۱

بھائی مشتاق حسین۔ کل میں سارے دن متردد رہا۔ کیونکہ تمہارا کوئی خط نہیں آیا تھا۔ آج خط آیا اور حال معلوم ہوا گو میں کسی وقت کی نماز پڑھتا ہوں اور کسی وقت کی نہیں پڑھتا اور وقت بے وقت کا بھی خیال نہیں کرتا۔ دو دو۔ اکٹھی بھی ملا کر پڑھ لیتا ہوں۔ ریل میں لمبا سفر ہو تو مجھ سے ادا نہیں ہوتی۔ یہ سب باتیں مجھ میں ہیں اور نا لائقی اور شامتِ اعمال سے ایسی سستی نماز میں ہی مگر تم نے اس معاملہ میں جو پیش آیا نہایت لچر پنا کیا۔ نماز جو خدا کا فرض ہی اُس کو ہم اپنی شامتِ اعمال سے جس خرابی سے ہو ادا کریں یا قضا کریں۔ لیکن کوئی شخص اگر کہے کہ تم نماز پڑھو اس کا صبر ایک لمحہ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ بات سُستی بھی نہیں جا سکتی میری سمجھ میں نماز نہ پڑھنے کا صرف گناہ ہی۔ جس کے بخشے جانے کی توقع ہو۔ اور کسی شخص کے منع کرنے سے نہ پڑھنا یا سُستی میں ڈالنا میری سمجھ میں کفر ہی۔ جو کبھی بخشا نہ جائیگا۔ تم کو پہلے ہی اپنی طرف سے ایسا طریقہ اختیار کرنا تھا جو کبھی اس قسم کی بحث نہ آتی اور جب ایسا طریقہ اختیار نہیں کیا تھا تو پھر لجلجانا اور گڑگڑانا کیسا "حضور رخصت ہی دیں تنخواہ کاٹ لیں" کہنا واہیات تھا۔ تڑاق سے استعفا دے بیٹھنا تھا اور صاف کہدینا تھا کہ میں اپنے خدائے عظیم الشان۔ قادر مطلق کے

حکم کی اطاعت کروں گا۔ نہ آپ کی۔ کیا ہوتا۔ نوکری نہ میسّر ہوتی۔ فاقے مر جاتے
نہایت اچھا ہوتا۔ والسّلام

خاکسار

سید احمد۔ از بنارس۔ ۹ر جنوری ۱۸۷۵ء

۲

عزیزی و مکرمی۔ عنایت نامہ پہونچا۔ حیدر آباد میں مشہور ہوا تھا کہ مشتاق حسین
پیروی مقدمہ کے لیے کلکتہ گئے اگر آپ آتے تو نہایت مشکل ہوتی۔ آپ نے
صاحب رزیڈنٹ کو تار دینے چھٹی لکھنے سب میں جلدی کی۔ غلطی پر غلطیاں ہوئیں
تمہاری عقل نے اور سمجھ نے میرے دل کو نہایت رنج دیا ہے۔ مگر اب اُن غلطیوں
کا ذکر کرنا بجز گزری بات پر رنج کے اور کچھ نہیں ہے۔ حیدر آباد میں جو حالت تھی
اُس سے بھی کبھی مطلع نہیں کیا ورنہ مناسب صلاح دی جاتی۔ نہایت مشکل ہے
کہ صاحب رزیڈنٹ کوئی مفید سارٹیفکٹ دیدیں جب کہ آپ نے اُن سے مقدمے
کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو الزام امیر کبیر نے لگایا ہے اُس سے صفائی نہیں ہوسکتی بہرحال
صاحب رزیڈنٹ سے ملاقات ہونے کے بعد جو نتیجہ ہو اُس پر کوئی رائے قائم
ہوسکتی ہے مگر جو کام کرو تامل و صبر سے سوچ کر کرو۔ مجھے تعجب ہے کہ مولوی سمیع اللہ
خاں صاحب نے تار دینے پر کیوں منع نہ کیا۔ تمہاری حالت سے جو رنج ہوا ہے وہ
بیان سے باہر ہے۔

خاکسار

سید احمد

کلکتہ۔ یکم فروری ۱۸۷۶ء

۳

عزیزی و مکرمی مشتاق۔ عنایت نامہ پہونچا۔ مجھ کو نہایت رنج ہی کہ محمد احمد پڑھنے پر دل نہیں لگاتا۔ کوئی بندوبست کیا جاوے۔ اور بخنا ور لعل مقرر کیے جاویں جب وہ دل سے کام نہیں کرتا تو افسوس بدستور باقی رہتا ہی مگر کیا کیا جاوے بغیر کیے کچھ بن بھی نہیں آتا۔ بخنا ور لال نے نہایت زیادہ یعنی ۵ روپیہ ماہوار تنخواہ قبول کی ہی۔ مولوی سمیع اللہ خاں کہتے تھے کہ ان میں سے ۵ بذمہ اختر ڈالے جاویں گے وہ دونوں کو پڑھا دیگا۔

مولوی محمد صدیق صاحب اور مولوی شیخ احمد حسین صاحب کے ذمہ جو روپیہ باقی ہی بمد وصول لکھا جاتا ہی اور آپ کی تحویل میں بمد موجودات تحریر ہوتا ہی۔ اور ان دونوں صاحبوں کے نام کا کتبہ لگایا جاتا ہی۔ یہ قاعدہ ٹھہرایا جاتا ہی کہ کل روپیہ وصول ہوئے بغیر کسی کے نام کا کتبہ نہ لگایا جائے اس لیے یہ کارروائی کرنی پڑیگی۔ پس آیندہ سے ہمارے حسابوں میں وہ روپیہ آپ کی تحویل میں ہوگا۔ مولوی محمد صدیق صاحب سے میرا بہت بہت سلام کہیگا۔ اُن سے ملنے کو دل چاہتا ہی۔ افسوس ہی۔ کہ سالار جنگ کا انتقال ہوگیا۔ ورنہ متعدد دفعہ موقعہ ملاقات کا ہوتا۔ جناب نواب بشیر الدولہ بہادر سے تسلیم عرض کرنا۔ معلوم نہیں کہ جناب ممدوح نے نواب وقار الامرا بہادر سے ہماری سفارش کی یا نہیں۔ نواب امیر کبیر خورشید جاہ نے اپنا چندہ بھیج دیا۔ جس کی تعداد ہزار روپیہ سکہ انگریزی ہی۔ اور جو کہ پانسو روپیہ اُنھوں نے پہلے دیے تھے اس لیے اُنھوں نے الصا روپیہ تعداد چندہ کی تصور کی۔ والسّلام

خاکسار سیّد احمد

علی گڈھ ۵ مئی ۱۸۸۳ء

***

۴

عزیزی و مکرمی. آپ کا عنایت نامہ پہونچا ممنون عنایت کیا۔ آپ کے عنایت نامہ
کا شکر ادا کرتا ہوں. سجاد حسین آ گئے ہیں اور پڑھنے لکھنے میں مشغول ہیں۔ دیکھیے خدا کیا کرتا
ہی۔ محمد احمد کی تعلیم کی نسبت اور اُس کی سکونت کی نسبت جو آپ نے مولوی سمیع اللہ
خاں صاحب سے خط و کتابت کی جن امور کو میں نے نامناسب سمجھا اُس کو مولوی
محمد اکبر یا مولوی سمیع اللہ خاں صاحب سے بیان کیا اور جواب پایا۔ اُن کے باپ
کی یہی مرضی اور یہی حکم ہی۔ پس میں آپ کو کیا لکھتا۔ جو اگر آپ کی طرف سے مامور
یا مختار تھے اون سے جو میری دانست میں مناسب تھا عرض کر دیا تھا۔ محمد احمد
مجھ سے اس طرح علیحدہ رہتا ہی کہ شاید کوئی اجنبی لڑکا بھی نہیں رہتا۔ سڈنی کلب
جو بنا ہی وہ محمد احمد کے بنگلے سے جس قدر قریب ہی وہ آپ خوب جانتے ہیں میں
پہروں وہاں بلکہ محمد احمد کے بنگلے کے پاس مدت تک موجود رہا ہوں۔ مگر میں نے
محمد احمد کی صورت نہیں دیکھی۔ عید یا میری بیماری میں یا یوں ہی کبھی اتفاقیہ
ملنے کو بھی وہ میرے پاس نہیں آتا۔ دس بارہ دن کا عرصہ ہوا کہ وہ کسی
لڑکے کے ساتھ بورڈنگ ہوس کے میدان میں ٹہل رہے تھے حقیقت میں
میں نے دیر کر کے پہچانا۔ محمد احمد ہی جب قریب آئے تو مہربانی سے سلام کر لیا
اگر یہہ طرز محمد احمد کی جو میرے ساتھ اُس نے اختیار کی ہی میرے دل کو ناپسند
ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہی۔ مگر جب اُس کے دل میں میری جگہ نہیں ہی تو زور
ڈالنا محض بے فائدہ ہی آپ نے لکھا ہی کہ "جس زمانہ میں اُس کی تعلیم خطرہ کی حالت
میں تھی" اُس کی تعلیم ہمیشہ خطرہ کی حالت میں ہی۔ اب اُس کی طبیعت کسی
کی بات سُننے یا اُس پر عمل کرنے کے لائق نہیں رہی ہی۔ وہ خود بھی ماشاء اللہ
جوان ہو گیا ہی۔ اب اُس کی تعلیم خود اُس کی مرضی پر منحصر ہی۔ اُس کا دل

چاہے گا پڑھے گا اور پڑھنے پر محنت کریگا۔ چاہیگا نہ کرے گا۔ بلکہ شاید تاکیدیا
تنبیہہ مضر ہوگی۔ اور اُس کی طبیعت میں ضد پیدا ہو گئی ہے۔ پس بہتر ہے کہ اُسکی
مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ جتنا چاہے کرے۔ جتنا چاہے نہ کرے۔ کسی کے کہنے سے
وہ کچھ نہ کریگا۔ بلکہ جو اُس کے دل میں آوے گا وہ کرے گا۔ اس لیے جس طرح
وہ چلا جاتا ہے اُسی طرح چلنے دو جو قسمت میں ہے ہو رہیگا۔ گزشتہ امتحان میں
اُس کے پاس ہوجانے کی میں ہرگز توقع نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اب
اُس کو پروموشن مل گیا ہے۔ مگر مجھ کو ہرگز توقع نہیں ہے کہ اگر اُس کا یہی حال ہے
تو وہ سکنڈ کلاس کے امتحان سالانہ میں پاس نہ ہوگا۔ شاید سالِ آیندہ میں
سکنڈ کلاس میں پاس ہوسکے۔ شاید اس میں اُس کا چنداں قصور بھی نہیں ہے۔
کیونکہ ہر کلاس میں اُس کی ترقی مار امار کرکے ہوئی ہے۔ پس ضرور ہے کہ وہ کسی
نہ کسی کلاس میں دو برس رہیگا۔ اگر وہ ہماری خوشی کے مطابق پڑھنے پر دل لگادے
اور دو برس یا تین برس تک کسی کلاس میں پاس نہو تو ہم کو رنج وافسوس نہ ہو
افسوس یہ ہے کہ وہ دل نہیں لگاتا۔ والسّلام خاکسار

سید احمد

علی گڈھ ۔ ۳ مارچ ۱۸۹۴ء

۵

مکرمی۔ اسی وقت آپ کا خفگی کا خط ملا۔ محمد احمد کی نسبت میں بہت لنبا
خط لکھنے کو ہوں۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ جب آپ دورہ سے واپس آجائیں
تب لکھوں گا۔ اور یہی ارادہ قائم ہے۔

اس وقت اُس کے امروہہ جانے کی بابت لکھتا ہوں۔ محمد احمد
میرے بے اطلاع اور بے اجازت امروہہ چلا گیا۔ جاتے وقت اُس نے

لوگوں سے کہا کہ میرے پاس خط اجازت آپ کا ہے مجھے خود رنج ہوا کہ مجھ سے بے ملے چلا گیا۔ اگر میری اجازت کا محتاج نہ تھا تو ل کر تو جاتا۔ میں نے مولوی خلیل احمد کو ٹھہرایا تھا اس لیے کہ جو بندو بست مجھ کو محمد احمد کی عربی کا کرنا منظور تھا اور ایک غیر شخص کو بلانا تھا وہ آجاوے۔ دفعتاً معلوم ہو گیا کہ محمد احمد چلا گیا۔ میں نے ہرگز اجازت نہیں دی نہ وہ مجھ سے ملا۔ نہ میری مرضی کسی شادی میں جانے کی تھی۔ اس خط کو پڑھ کر آپ جامے سے نہ نکل جائیے گا اور محمد احمد کو کچھ نہ لکھیے گا۔ جب تک کہ میرا وہ خط جس کو میں لکھنا چاہتا ہوں اور آپ کے دورہ سے واپس آنے پر لکھوں گا آپ تک نہ پہونچ لے۔

والسّلام خاکسار

سید احمد

علی گڈھ ۲۵ جون ۱۸۸۶ء

۶

عزیزی و مخدومی مشتاق۔ آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ میں نہایت خوش ہوا کہ آپ نے میری التماس کو قبول فرمایا۔ ہم اپنی اولاد کے لیے سب کچھ چاہتے ہیں مگر پورا نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ حال ہوتا ہے اُس کو بھگتنا پڑتا ہے۔ نہایت افسوس ہے کہ سخاوت حسین جو ایک غریب بے سرمایہ طالب علم ہے اور نہایت محنت سے وہ ایف اے کے امتحان کو تیار ہوا تھا۔ دو دن پہلے تاریخ امتحان سے درد گردہ میں اس قدر علیل ہو گیا کہ پلنگ پر سے اُٹھ نہیں سکتا تھا۔ عین حالت بیماری میں وہ بیماری کے لیے نہیں روتا تھا۔ بلکہ امتحان میں نہ شریک ہو سکنے سے روتا تھا۔ اب آفت یہ ہو گئی ہے کہ ایف اے کا کورس بالکل بدل گیا ہے اور بغیر دو برس پڑھے امتحان نہیں ہو سکتا

اگر وہ تعلیم جاری رکھے تو بہتر ہوگا اوس کی اعانت کرنا ضروری ہو بغیر اعانت کے اُس کا پڑھنا غیر ممکن ہی۔ سول سروس کلاس میں فیس نہ بڑھانا بالکل غلطی ہی اور امکان نہیں کہ بغیر فیس کے بڑھائے کام چل سکے۔ والسّلام خاکسار

سید احمد

علیگڈھ ۱۸ر جولائی ۱۸۹۴ء

— ۷ —

عزیزی و مخدومی مشتاق آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ مبلغان حسب تفصیل مندرجہ عنایت نامہ سیاہہ ہوئے۔ ذوالفقار خاں کے وارث نہایت تنگ ہیں۔ مولوی محمد سمیع اللہ خاں نے کمیٹی سے ایک حبہ دینا منظور نہیں کیا۔ میرا ہاتھ ان دنوں میں نہایت تنگ ہوگیا ہی۔ شاید مہینے دو تین مہینے بعد تنگی رفع ہو جاوے۔ اس سبب سے میں بھی کچھ نہیں دے سکا جو روپیہ تم نے بھیجا وہ اُن کو دیا گیا ہی۔

مدرسہ میں اگرچہ تعطیل قریب پندرہ روز کے ہوگئی مگر یکلخت نہیں ہوئی بسبب بیماری ہیضہ ایک دفعہ چند روز کو بند رکھا گیا۔ جب دیکھا کہ ابھی ہیضہ موجود ہی حکم دیا کہ چند روز اور بند رہے اسی طرح تیسری دفعہ بند کرنا پڑا۔ بہرحال اب بیماری میں بالکل کمی ہی۔ کل پچیسویں سے کالج اور اسکول۔ دونوں کھول دیے جاویں گے۔ خدا اپنا فضل رکھے۔ مناسب تھا کہ جو لڑکے یہاں سے جا سکتے ہیں چلے جاویں۔ محمد احمد وغیرہ کو بھی اجازت دی کہ امروہہ چلے جاویں۔ امید ہی کہ آج آجاویں گے۔ آپ نے سجّاد حسین کے اسکالرشپ کی بابت فروری سے روپیہ بھیجا ہی۔ حالانکہ جنوری سے دینا چاہیئے لغایتہ ماہ مئی۔ پس ایک ماہ کی اسکالرشپ اور عنایت ہو جس میں سے دس روپیہ جو

آپ نے بھیجے ہیں وہ وصول ہو گئے کل خرچ سجاد حسین کی نسبت ابتدائے جنوری لغایتہ مئی ما ۱۲ پڑا جس میں سے ... آپ سے وصول ہوئے اور ... اُن کے والد سے کل ... ہوئے ... فاضل پڑے ہیں۔ اُس میں سے ... روپیہ میں نے مولوی الطاف حسین سے طلب کیے ہیں۔ کیونکہ اُنھوں نے دس روپیہ ماہواری کا اقرار کیا تھا اور ... روپیہ بابت اسکالرشپ جنوری آپ کے ذمہ ڈالے ہیں للعہ ... میں نے اپنے ذمہ ڈالے ہیں اگرچہ اس وقت مجھ میں دینے کی گنجائش نہیں ہی مگر میں ادا کردوں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

سجاد حسین کو میں نے ترجمہ کے کام پر ساٹھ روپیہ ماہواری کا قوانین مدارس کے ترجمہ کے لیے نوکر رکھا اُس نے نہایت عمدہ ترجمہ کیا۔ مجھے یقین تھا کہ مہینے ڈیڑھ مہینے کے بعد نہایت عمدہ اور چلتا ہوا مترجم ہو جاتا۔ چار پانچ ہی روز اس تقرر پر ہوئے تھے کہ مولوی محمد سمیع اللہ خاں اُس کو اپنے ساتھ مصر لے جاتے ہیں ترجمہ کے لیے ایسا آدمی مشکل سے ملے گا۔ بہرحال کچھ بندوبست کروں گا محمد احمد سے وقتاً فوقتاً پھر گفتگو کروں گا۔ معلوم نہیں کہ مولوی فاروق ہمارے کسی کام کے ہونگے یا نہیں۔ اگرچہ میں نے محمد احمد سے بالکل انکار کر دیا ہی کہ کسی مضمون میں کسی قسم کی مدد خارجی نہیں دی جاویگی۔ مگر مجھ کو اُس کی عربی کی نسبت نہایت شبہ ہی کہ چلے گی یا نہیں۔ اگر رائے قرار پائی تو چند روز مولوی فاروق سے پڑھوا کر دیکھونگا۔

مولوی مہدی علی صاحب کی آپ کچھ ہی تعریف لکھیں۔ خدا ان کو اس سے بھی زیادہ ترقی دے اور مصاحب سالار جنگ و منیر جنگ کے اس سے بھی زیادہ عزیز ہو جاویں۔ مگر اُنھوں نے ہمارے ساتھ ہمدردی چھوڑ دی ہی۔ اُن کا ایک خط میرے پاس بھی آیا ہی جس میں لفظ ہیں مگر اُن میں اثر

نہیں۔ چھبیسویں اگست کو سٹڈنس کلب کھولا جائیگا۔ آپ بھی اس کے ممبر ہو جائیں
ہو جایئے کیا معنے ہیں آپ کا نام فہرست ممبران ہیں لکھدوں گا۔ پانچ روپیہ
داخلہ کے اور دو روپیہ مہینہ فیس دینی ہوگی۔ میں داخلہ کے روپیہ دیدونگا۔
اور پانچ روپیہ پانچ مہینے کی فیس کے لغایتہ آخر دسمبر ۱۸۸۴ء۔ اگر مہدی حسن
کی جانب سے بھی میرا شل سابق کے خیال ہوتا کہ ہمارے کاموں میں ہمدردی
کرتے ہیں تو ان کا نام بھی لکھ دیتا۔ ان دنوں میں تعمیر کے فنڈ میں نہایت قلت
ہو گئی ہے کسی طرح چل نہیں سکتا اور غالباً بند ہو جاویگا۔ نہایت افسوس ہے۔
مرضیٔ خدا۔ والسّلام۔ خاکسار

سیّد احمد

علیگڈھ ۲۴ اگست ۱۸۸۴ء

۸

عزیزی و مکرمی۔ میں نے چھٹی مبارکباد بابتہ خطاب جدید نواب آسمان جاہ
کی خدمت میں لکھی ہے۔ اور اخبار میں ایک فقرۂ مبارکباد چھپا ہے۔ اسی چھٹی میں
ایک پرچۂ عرضداشت بہ اُمید عطائے مبلغ پانسو روپیہ ملفوف کر دیا ہے۔
امید ہے کہ عنایت ہو جاویگا اس لیے کہ رقم قلیل ہے۔ سیّد افضل حسین صاحب کو
بھی خط مبارکباد مع پرچۂ عرضداشت روانہ کیا ہے۔ پانسو روپیہ کے فیاض
سو آدمیوں کا تلاش کرنا نہایت ضرور ہے آپ بھی اس میں کوشش فرماویں۔
نواب بشیر الدولہ بہادر کا اب پورا خطاب مع خطاب سابق کیا ہوا۔ اور کس
ترتیب سے الفاظ سابق و حال لکھے جاتے ہیں اُس کو بالتفصیل پورا لکھ بھیجیے۔
والسّلام۔ خاکسار۔ سید احمد

علی گڈھ ۱۶ فروری ۱۸۸۵ء

۹

عزیزی و مکرّمی۔ تعجب ہے کہ آپ نے باوجود گزرانے اس قدر عرصہ کے کوئی خط نہیں لکھا۔ مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ آپ کہاں ہیں۔ آج جو خط سیّد محمد رکن الدّین صاحب کا آیا اُس سے معلوم ہوا کہ آپ حیدرآباد میں تشریف رکھتے ہیں۔ پس یہ عرض ہے کہ جناب امیر کبیر نے علاوہ اتابیش زر چندہ سنٹرل ہال جاری فرمادیا ہے۔ اب زر مذکور جلد تر روانہ فرمائی۔ اس سال میں جو اسکالرشپ آپ کی طرف سے مقرر ہوئی ہے اُس کی بابت مبلغ ماہے چاہئیں اور اُن کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ مبلغ ماہے روپیہ ارسال فرمایئے۔ جو کہ بات تحقیق ہوتی جاتی ہے کہ نواب صاحب کا جب خطاب مل جائے تو غریب آدمیوں کے خط کا جواب نہیں دیا جاتا۔ پس اگر آپ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہو تو پھر خدا حافظ۔ والسّلام خاکسار

سید احمد

علی گڈھ ۲۸ اکتوبر ۱۸۸۸ء

۱۰

مکرمی نواب انتصار جنگ بہادر۔ مبلغ اڑسٹھ (ماہے) روپیہ بابت اسکالرشپ آپ کے ذمہ باقی ہیں۔ امید کہ فوراً ارسال فرمایئے۔ امید ہے کہ شروع مارچ تک میرے پاس پہونچ جاویں۔ کیونکہ آخر مارچ کو سال ختم ہوگا اُس کے قبل سب روپیہ اسکالرشپوں کا وصول ہو جانا چاہیے۔ محمد احمد کب ولایت جاویگا۔ والسّلام۔ خاکسار

سید احمد

۱۹ فروری ۱۸۸۹ء

۱۱

مکرمی آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۹ ر فروری پہونچا۔ محمد رؤف ولایت جاویں گے اور یہ صلاح ٹھہری ہے محمد رؤف اور محمد احمد دونوں ساتھ جاویں۔ محمد رؤف کی نسبت فیصلہ ہو گیا ہے کہ وہ چار پانچ مہینے یعنی اکتوبر تک ضرور مسٹر براون کے پاس رہینگے اور اُسی سے پڑھینگے۔ جب تک یونی ورسٹی میں داخل ہوں۔ محمد احمد کی نسبت بھی یہی مناسب ہے۔ بہتر ہے کہ دونوں لڑکے اُسی جہاز میں جاویں جس میں مسٹر ڈنلاپ جانے والے ہیں۔ ۳۰ ر اپریل تاریخ روانگی نہایت عمدہ ہے۔ میں نے آج کنگ کنگ اینڈ کو بمبئی والے کو چھٹی لکھ بھیجی ہے آپ اُس سے خط و کتابت کریں اور اُس کے پاس روپیہ جمع کریں اور اگلی ڈاک میں ہنری ایس کنگ اینڈ کو لندن والے کے نام بھی چٹھی روانہ کروں گا۔ اور جب محمد احمد یہاں آویں گے تو اُن کو بھی چھٹی لکھ دوں گا۔ جس کے ذریعہ سے وہ وہاں ملاقات کریں گے۔ عنایت اللہ کا جانا اس سال ملتوی ہو گیا۔ بس اب دو طالب علم جانے والے ہیں۔ محمد احمد۔ محمد رؤف۔ معلوم نہیں کہ مولوی مہدی حسن صاحب اپنے بھائی کو بھیجنگے یا نہیں۔ غالباً نہیں بھیجنگے۔ پس دو شخص جاتے ہیں اُن کے لیے حسب دستور جلسہ ہونا لازمی ہے۔ اپریل میں جلسہ ہونا چاہیئے۔ عنقریب تاریخ مقرر کرکے آپ کو اطلاع دوں گا۔ شاید شروع مارچ میں محمد سمیع اللہ خاں یہاں آویں اُن کی صلاح سے تاریخ مقرر کی جاوے گی۔ خط سابق کا جواب میں نے اس لیے نہیں بھیجا کہ میں نے آپ کے خط کا وہ ورق جس پر حساب تھا پھاڑ کر مولوی محمد اکبر صاحب کو دیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ مولوی صاحب نے جواب لکھا ہوگا۔ بہر حال جس جس مد کا روپیہ تھا اُس میں دیا گیا۔ جمع ہوا۔ جس لڑکے

کی امداد کا ذکر تھا۔ مولوی محمد اکبر صاحب نے کہا کہ اچھی طرح پڑھتا ہو۔ پس میری دانست میں کوئی امر تحریر جواب کا میرے ذمہ نہیں رہا تھا۔ افسوس ہی کہ مولوی محمد اکبر صاحب نے آپ کو کچھ نہیں لکھا۔ سند مدرسہ حسب دستور سابق نہیں آئی صرف نقل حکم حضور نظام بابتہ منظوری اضافہ ہمراہ چٹھی نواب عماد السلطنت آئی اور حکم خزانہ جاری ہوگیا۔ مولوی مہدی علی صاحب نے ایک چک بنک بنگال حیدرآباد بابتہ زر اضافہ ایام منقضیہ بھیجی تھی مگر اُس کی پشت پر اپنے دستخط نہیں کیے تھے اس لیے روپیہ وصول نہیں ہوا۔ وہ چک بغرض دستخط واپس گیا ہی۔ ابتک واپس نہیں آیا ۔ والسلام خاکسار

سید احمد

علی گڈھ ۲۴ فروری ۱۸۸۶ع

۱۲

مکرمی مولوی مشتاق حسین صاحب۔ میرا تار پہونچا ہوگا۔ مگر اُس کا جواب نہیں آیا۔ آپ نے محمد احمد کی روانگی کا کیا بندوبست کیا۔ آپ کو خیال تھا کہ مسٹر ڈنلاپ کے ساتھ جاویں گے۔ اُس کی بابتہ کیا فیصلہ ہوگیا۔ میری دانست میں کسی پر بھروسہ کرنا بیفائدہ ہی۔ خود پورا بندوبست کرنا چاہیئے۔ پھر اگر کسی کا ساتھ ہو تو بہتر نہو تو بہتر۔ محمد رؤف کی نسبت تو ایسا ہی بندوبست کیا جاتا ہی سب جگہ ایجنٹ ملیں گے۔ سب کام بخوبی ہوگا۔ کسی قدر روپیہ زیادہ خرچ ہوگا۔ اُس کی کچھ پرواہ کرنی نہیں چاہیئے۔ معہذا کچھ زیادہ خرچ بھی نہیں ہی ہم سب کے نزدیک مناسب ہی کہ محمد رؤف۔ محمد احمد۔ زاہد علی خاں۔ اور حامد علی خاں پسران منشی صفدر حسین سب ساتھ جاویں۔ اور سب کی نسبت ایجنٹ سے بندوبست کیا جاوے۔ زاہد۔ حامد کا جانا اگر بالغرض نہ ہو تو

محمد احمد و محمد رؤف ضرور ساتھ جاویں اور ہر ایک مقام پر ایجنٹوں کے ذریعہ سے بند وبست کرایا جاوے - برنڈزی تک کچھ زیادہ بند وبست کی ضرورت نہیں ہی - برنڈزی سے لندن تک متعدد زبانیں - اٹالین - فرنچ - ملینگی - اگرچہ وہاں بھی چنداں مشکل نہ ہوگی اگر وہ دونوں میل ٹرین میں چلے جاویں گے - کیونکہ اُس میل ٹرین میں ضرور انگریزی جاننے والا گارڈ ہوتا ہی - بہرحال بہ نظر مزید احتیاط وہاں سے ایک ایجنٹ کا آدمی ملیگا جو لندن تک پہونچا دیگا - پس آپ بھی اِس بند وبست کو قبول کریں اور تار پر منظوری کی اطلاع دیں تاکہ اُس کے مطابق بند وبست کر دیا جاوے - یہ تجویز ہو کہ رؤف اوائل ماہ مئی میں روانہ ہوں - اُس مہینے میں دریا بہت صاف رہتا ہی - کسی قدر بحر قلزم میں گرمی ملے گی - مگر باعتبار سمندر کے صاف ہونے کے بہت آرام ملیگا - میں فہرست روانگی جہازات بمبئی سے منگاتا ہوں - اُس کے ملاحظہ کے بعد تاریخ روانگی جو ہفتۂ اوّل مئی میں ہوگی مقرر کی جاوے گی - تار پر خبر دو اور جواب جلد بھیجو -

والسّلام خاکسار

سیّد احمد

علی گڈھ ۲۰ مارچ ۱۸۸۶ء

—— ۱۳ ——

مکرمی مولوی مشتاق حسین صاحب - ہرچند کوشش کی گئی کہ محمد فاروق وعابد علی خاں وزاہد علی خاں ۳۰ اپریل کے جہاز میں محمد احمد کے ساتھ جاویں مسٹر ڈنلاپ کو بمبئی میں نے چٹھی لکھی - مہربانی سے اُنھوں نے ساتھ لیجانا بھی منظور کیا مگر اُن تینوں کا اُس تاریخ جانا نہو سکا - اب وہ ۱۴ مئی کو براہ برنڈزی روانہ ہونگے - ہم سب کو اور نیز محمد احمد کو اس تفرقہ کا نہایت افسوس ہی - سب

کی خواہش ہی کہ تحمنہ کی کی روانگی کی تاریخ بھی تبدیل کی جائے اور سب ساتھ جاویں۔ آپ نے محمد احمد کا ٹکٹ براہ مارسیلز لے لیا ہی۔ شاید قابل نقصان کے ساتھ وہ تبدیل ہو سکتا ہی مگر معلوم نہیں ہی کہ آپ نے مسٹر ڈنلاپ سے کیا گفتگو، اور اقرار کیا ہی اور نہ یہ معلوم ہی کہ آپ اس تبدیلی کو پسند کرتے ہیں یا نہیں۔ ہم لوگوں کا یہ خیال ہی کہ اگر سب ساتھ ہو جاویں گے تو سب کو ایک دوسرے کی مدد سے آرام ہوگا۔ بہرحال اس میں جو آپ کی رائے و مرضی ہو اُس سے مطلع فرمایئے۔ ۱۲ر اپریل کو یہاں جلسۂ الوداعی ہوگا اور اُسی تاریخ محمد احمد یہاں سے روانہ حیدرآباد ہو جاویگا۔ والسلام۔ خاکسار

سیّد احمد

علیگڈھ ۷ر اپریل ۸۶ء

۱۴

مکرمی مولوی محمد مشتاق حسین صاحب۔ کل چاروں لڑکوں کا جانا ۳۰ر اپریل کو قرار پاگیا۔ نہایت خوشی کی بات ہی کہ چاروں ساتھ جاویں گے۔ سب سے زیادہ طمانیت کی یہ بات ہی کہ مسٹر کنگ خود ۳۰ر اپریل کے جہاز میں ولایت جاتے ہیں اُنھوں نے مجھ کو چٹھی لکھی ہی کہ اگر لڑکے اُسی جہاز میں جاویں تو میں خود اُن کی نگرانی کرتا جاؤں گا۔ یہ حُسن اتفاق ہی کہ خود ہمارا ایجنٹ جاتا ہی اور اُن کے ساتھ سب لڑکوں کا جانا نہایت بہتر ہی۔ اب بمجرد پہونچنے اس خط کے جو رسید کرایہ جہاز کی آپکے پاس آئی ہی۔ اُس کو بذریعہ چٹھی کے مسرز کنگ کنگ اینڈ کو بمبئی کے نام بھیجدیں چٹھی میں صرف یہ لکھدیں کہ بموجب لکھنے سیّد احمد خاں کے رسید کرایہ جہاز مرسل ہی اُس کی نسبت جو کچھ سیّد احمد خاں نے لکھا ہی اُس کے مطابق عمل کیا جاوے۔ آج محمد احمد روانہ ہوتے ہیں نہایت عمدہ جلسہ رخصت کا ہوا والسلام خاکسار سیّد احمد علیگڈھ ۱۲ر اپریل ۸۶ء

۱۵

عزیزی دلکری۔ آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۵ اپریل پہونچا۔ غالباً جب آپ نے خط لکھا ہے۔ میرا خط اُس وقت تک آپ کو نہیں ملا۔ میں نے تمام تفصیل انتظام و تعلیم کی اُس میں لکھی تھی جو کیا گیا ہے۔ یقین ہے کہ بمبئی میں۔ منشی صفدر حسین خان صاحب سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا۔ محمد احمد نے ہمیشہ امتحان سے دِل چرایا۔ جب تک وہ یہاں رہا ہمیشہ اس تدبیر میں رہا کہ کسی طرح امتحان سے بچ جاؤں۔ اُسی عادت کے موافق ایک دفعہ بھی انٹرنس کے امتحان سے بچنا اور حیدرآباد چلا جانا اُس نے غنیمت سمجھا۔ اسی منشا سے وہ کہتا ہوگا کہ ڈگری کے لیے محنت کرنا زیادہ سود مند نہیں۔ آپ نے بھی اُس کی تصدیق کی اور کہدیا کہ میں بھی ڈگری کو کچھ چیز نہیں سمجھتا۔ خود یونی ورسٹی میں رہنا ایک نہایت بڑی عزت اور چال چلن کی درستی اور سوشیل حالت کی ترقی کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ محمد احمد و رؤف کی نسبت تحریر کردیا ہے کہ بالفعل جب تک یونیورسٹی کھلے مسٹر بردن کی زیر نگرانی رہیں اُن کے ذریعہ سے تعلیم کا بندوبست کریں جس میں لٹل گو کے امتحان کے لائق ہو جاویں اُس کے بعد یونی ورسٹی کیمبرج میں داخل ہو جاویں اور معمولی تعلیم پاویں اور پرائیویٹ ماسٹر نوکر رکھ کر انگلش لٹریچر میں ترقی کریں۔ اسپیچ میں اور تحریر میں اور اُس درمیان میں بارسٹری کے ٹرم رکھنی شروع کریں۔ برس دو برس میں جب انگریزی کی استعداد ہو جاوے اُس وقت کسی بارسٹر سے تعلیم شروع کریں اور امتحان بیرسٹری دیں یونی ورسٹی سے بی۔ اے کی ڈگری پانے کی جس مضمون میں چاہیں کوشش کریں۔ محمد احمد کا یہ خیال کہ رؤف فٹرجرلڈ پاس رہینگے محض غلط ہے اور اخراجات کی نسبت بھی سب امر کا بندوبست کرلیا گیا ہے۔ اگر محمد احمد انگلش لٹریچر میں درحقیقت

لائق بننا چاہتے ہیں تو اُن کو ہسٹری میں آنر کی ڈگری لینی چاہیئے۔ ہسٹری سے زیادہ کوئی عمدہ چیز لٹریچر میں لیاقت حاصل کرنے کو نہیں ہی۔ آپ اور آپ کا بیٹا دونوں سخن ناشنو ہیں جو اُن کے دل میں ٹھنی ہوئی ہو وہی کریں گے۔

خدا کشتی آنجا کہ خواہد برد

اگر ناخدا جامہ برتن درد

آپ کی طرف سے کالج کلاسیس میں ایک اسکالرشپ مقرر کی جاویگی۔ تعداد اسکالرشپ متعاقب بتاؤنگا۔ آپ کے ذمہ گزشتہ اسکالرشپوں کا کچھ حساب ہو تو بھیج دیجیے گا۔ تاکہ بجٹ میں باقیات نہ پڑے۔ اس سال میرے ذمہ اسکالرشپوں کا روپیہ بہت ہو گیا ہی۔ کیونکہ بعض اسباب سے میں دے نہیں سکا۔ والسّلام خاکسار

سیّد احمد

علی گڈھ۔ ۳۰ اپریل ۱۸۹۶ء

— ۱۶ —

عزیزی و مکرمی مولوی مشتاق حسین صاحب۔ آپ کا تار بمبئی سے آیا۔ سب لڑکوں کے بخیریت روانہ ہونے سے طمانینت ہوئی۔ میں مدرستہ العلوم کا بجٹ بنا رہا ہوں۔ اُس میں اب کی سال بھی آپ کی طرف سے ایک اسکالرشپ دینی تحریر ہو گی جس تعداد سے کہ ضرورت ہو گی۔ صرف اطلاعاً لکھا ہی۔ کچھ اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی۔ محمد احمد کا حساب ایجنٹ نے بھیجا ہی بجنسہ مرسل ہی۔ احتیاط سے رکھا جاوے۔ صرف آپ نے ۱۲۸۷ ایجنٹ کے پاس بھیجے اُس میں سے ۸۶۵ خرچ ہوئے باقی ۴۲۱ ولایت روانہ ہوئے یعنی ۲۸ پونڈ۔ آپ نے بہت تھوڑا روپیہ بھیجا ہی۔ ایک ہزار روپیہ بہت جلد

اور روانہ کیجیے اور پھر ماہ بہ ماہ ایک تعداد مناسب بھیجتے رہیے۔ والسّلام

خاکسار

سید احمد

علیگڈھ ۵ مئی ۱۸۸۶ء

---- ۱۷ ----

عزیزی و مکرمی مشتاق۔ آپ کی طبیعت اب کیسی ہی۔؟ آپ پر مبلغ ۹۰ بابتہ بقیہ اسکالرشپ سال گزشتہ باقی ہیں یہ روپیہ قبل مرتب ہونے بجٹ کے وصول ہوجانا چاہیئے۔ منی آرڈر ماھ روپیہ کا آیا ہوا ہی۔ جس کا حساب آپ نے نہیں بھیجا بلاتفصیل جمع ہی۔

اس سال بھی آپ کی طرف سے ایک اسکالرشپ للعہ ماہواری کی دی گئی ہی۔ یکم اپریل ۱۸۸۶ء لغایتہ آخر مارچ ۱۸۸۷ء اس کا روپیہ بھی بوقت مناسب مرحمت ہو۔ والسّلام خاکسار

سید احمد

علی گڈھ ۳۰ مئی ۱۸۸۶ء

---- ۱۸ ----

عزیزی و مکرمی۔ آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ جو وعدہ آپ نے محمد احمد کی واپسی کی نسبت کیا ہی خدا اُس کو پورا کرے مگر کیا معلوم ہی کہ اُس وقت تک ہم بھی زندہ ہونگے یا نہیں۔ پس ہماری زندگی میں تو ہم کو نچھوڑو جیسا کہ چند روز سے چھوڑ دیا ہی۔ محمد احمد کا خط پڑھ کر مجھ کو افسوس ہوا۔ مجھے ہمیشہ سے اُن سے ایسی ہی توقع تھی گو وہ ویسے لائق و قابل نہوں جیسا کہ ہمارا دل چاہتا ہی۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں ولایت سے جیسے وہ ہو کر واپس آوینگے

ہندوستان رہ کر ویسا ہونا ناممکن تھا۔ اگر آپ ادھر کی دنیا اُدھر کر دیتے
تب بھی وہ ویسے نہ ہوتے۔ کوئی تدبیر اور کوئی نصیحت یا صلاح جو اُن کی اصلی
خواہش یا شوق یا ارادہ کے برخلاف ہو دینی محض بے فائدہ ہے اُن کو اُن ہی
کی رائے پر چھوڑ دینا مناسب ہے جو چاہیں پڑھیں اور جس طرح چاہیں پڑھیں
پانچ پونڈ جیب خرچ کے لیے بھی کچھ زیادہ نہیں ہیں۔ بہت کافی ہیں۔ بلکہ کافی
سے زیادہ اس سے کم میں بھی بخوبی کام چل سکتا ہے۔ بہرحال پانچ پونڈ منظور
کر لیجیے۔ للعہ ماہواری کی اسکالرشپ آپ کے نام سے جاری ہو گئی ہے۔
جو یکم اپریل سے لغایت آخر مارچ ۱۸۸۱ء واجب الادا ہو گی اُس کے بھیجنے کا
خیال رکھیے۔ مولوی محمد اکبر صاحب کے انتقال کا جو رنج ہے بیان نہیں ہو سکتا
پانچ لڑکے اُن کے یہاں تعلیم پاتے ہیں۔ اُن کے خاندان میں اس قدر طاقت
نہیں ہے کہ وہ کالج میں رکھ کر تعلیم دلا سکیں۔ میں نے اور سید محمود نے کچھ
بندوبست کیا ہے اگر آپ کو گنجائش ہو تو ایک خاص اسکالرشپ چھ روپیہ کی
علاء الحسن اُن کے بیٹے کی مقرر کر دیجیے۔ یہ بھی اپریل سے شروع ہو گی۔ اس صورت
میں بیس روپیہ مہینہ آپ کو دونوں اسکالرشپوں کے بابت دینا پڑے گا یعنی
للعہ سال۔ اگر آپ اس چھ روپیہ والے اسکالرشپ کو منظور کریں تو ایک مختصر
تار پر خبر بھیج دیجیے۔ اُس میں صرف اس قدر ہو کہ دو اسکالرشپیں دینی منظور
ہیں۔ محمد احمد کا خط مکرر سہ کرر پڑھنے کے بعد افسوس کے ساتھ واپس بھیجتا ہوں

والسلام خاکسار

سید احمد

علیگڈھ۔ ۲۳ جولائی ۱۸۸۰ء

****

عزیزی و مکرمی انتصار جنگ بہادر۔ اسمٰعیل شاہ خاں کا حال نہایت ابتر ہی۔ اُنھوں نے معلوم نہیں کہ کس سبب سے بیچ کی نوکری چھوڑ دی۔ یہاں اُنھوں نے ہر چند کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہوئے۔ جب میں نینی تال تھا تو وہ راجہ کاشی پور کے ہاں امیدوار تھے اور نینی تال آئے تھے۔ اتفاق سے راجہ کاشی پور بھی مر گئے۔ اُنھوں نے تمھارے پاس حیدرآباد جانے کا ارادہ ظاہر کیا اور مجھ سے ایک خط کے طلبگار ہوئے۔ میں نے اون کو جواب دیا کہ بلا اجازت کسی کے پاس جانے کی میں صلاح نہیں دیتا۔ اور نہ میں کسی کو خط دیکر کسی کے پاس بھیجتا ہوں اور نہ میں کسی کے لیے سفارش کرنا پسند کرتا ہوں۔ اُنھوں نے کہا کہ میں نے وہاں جانے کا مصمم ارادہ کیا ہی اور میں ضرور جاؤں گا اور بلا طلب و اجازت جاؤں گا۔ میں نے جواب دیا کہ بہتر۔ اب وہ دو تین دن سے علیگڈھ آئے ہوئے ہیں۔ اور حیدرآباد کے سفر میں ہیں اور پھر خط کے طالب ہیں۔ حقیقت میں اُن کا خط طلب کرنا ایک فضول امر ہی۔ آپ اُن سے بذاتہ بخوبی واقف ہیں اور اگر آپ کچھ اُن کے لیے کر سکتے ہیں تو بغیر میری تحریر کے بھی کر سکتے ہیں مگر جب اُنھوں نے نہایت اصرار کیا تو میں نے کہا کہ میں تم کو تو خط نہ دوں گا۔ مگر سب حال لکھ بھیجوں گا۔ غرضکہ وہ روانہ ہوتے ہیں۔ اُن کا خیال یہ ہی کہ جب تمھارے سر پر جا پڑینگے تو بمجبوری کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔ اب کہ وہ جاتے ہیں اور تمھارے سر پر آتے ہیں تو میں بھی اس قدر لکھنا مناسب جانتا ہوں کہ درحقیقت وہ نہایت تنگی میں ہیں۔ جس کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہی۔ پس مجھکو اُمید ہی کہ جو کچھ آپ سے ہو سکیگا اُن کی بہتری کے لیے دریغ نہ فرماوینگے میر عسکری کل یہاں پہونچ گئے۔ چوتھے کلاس میں داخل ہوئے ہیں ظاہر تو

اچھا لڑکا معلوم ہوتا ہی۔ بشرطیکہ پڑھنے میں بھی اچھا ہو۔ فرسٹ کلاس بورڈر ہوا ہی۔ محمد حمید اللہ خاں کا جلسۂ دعوت اخبار میں چھپا ہی۔ آپ اس کو ملاحظہ فرماوینگے۔

جس قدر روپیہ آپ کے ذمہ اسکالرشپ وغیرہ کے ہوں اُن کو روانہ فرمایئے والسّلام خاکسار۔

سیّد احمد

علی گڈھ۔ ۷ نومبر ۱۸۸۶ء

۲۰

بخدمت شریف مولوی مشتاق حسین صاحب بہادر۔

میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ عبد الرحیم بورڈنگ ہاؤس چھوڑکر ہمراہ چند اور طالب علموں کے چلاگیا ہی اور شہر میں کسی سرائے میں یا کہیں اور ہمراہ اُن طالبعلموں کے ہی۔ پس میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ اُس کے باب میں جو آپ کی مرضی ہو اُس سے مطلع فرمایئے تاکہ اُس کے نسبت عمل کیا جائے۔ جس وجہ سے یہ طالب علم بورڈنگ ہوس چھوڑکر گئے ہیں وہ مفصل یہ ہی کہ بعض نالائق بورڈروں نے بورڈنگ ہاؤس کے نوکروں کو بات بات پر مارنا شروع کیا تھا۔ بہت دفعہ اُن کو فہمائش کی کہ ایسی حرکت کو چھوڑو مگر وہ بعض نہیں آئے آخرکار ایک حکم دیا گیا کہ جس نوکر کا قصور ہو اُس سے ہم کو مطلع کرو اور اگر کوئی بورڈر کسی نوکر کو ماریگا تو بورڈنگ ہوس سے خارج کر دیا جاویگا۔ اسی حکم پر اُنھیں چند نالائق بورڈروں نے تمام بورڈروں سے سازش شروع کی اور اکثر نے یہ صلاح ٹھہرائی کہ اگر وہ حکم منسوخ نہ ہو تو سب لوگ بورڈنگ ہاؤس

کو چھوڑ دیں۔ اس کے بعد ایک بورڈر نے پھر ایک نوکر کو مارا میں نے اُس بورڈر کو خارج کر دینے کا حکم دیا اس پر چند نالائق بورڈروں کو اغوا کیا۔ میں نے خود بورڈنگ ہاؤس میں جا کر کہا کہ جو حکم ہو اُس کی تعمیل کرنی ہوگی اور اگر تم کو شرافت کے طریقے سے رہنا ہو تو رہو ورنہ بورڈنگ ہاؤس سے چلے جاؤ۔ اس پر چند بورڈر جو آپس میں سازش رکھتے تھے۔ با اُن بورڈروں کے اغوا میں آگئے تھے بورڈنگ ہاؤس کو چھوڑ کر چلے گئے اور شہر میں جا کر سرائے میں رہے اور ابھی تک وہیں ہیں اور اُنھیں کے ساتھ مسمی عبدالرحیم بھی ہو۔ پس اُس کی نسبت جیسی آپ کی خواہش ہو اُس سے مطلع کیا جائے۔ میں کلکتہ جانے والا ہوں اس کا جواب پرنسپل صاحب کے پاس ارسال فرماویں۔ والسلام خاکسار

سید احمد

علی گڈھ ۱۶ فروری ۱۸۸۶ء

—— ۲۱ ——

عزیزی و مکرمی نواب انتصار جنگ بہادر۔ آپ کے عنایت نامجات پہونچے ممنون عنایت ہوا۔ سب سے اوّل مجھ کو یہ بات صاف صاف کہدینی چاہیے کہ جانشینی کا معاملہ اب اُس حد سے گزر گیا ہو کہ اُس میں کچھ ترمیم ہو سکے اسی طرح کسی طرح وہ ملتوی نہیں رہ سکتا یا ادھر ہوگا یا اودھر اُس میں فکر لاحاصل ہو آپ اُس سے اختلاف کریں تو بلاشبہ افسوس ہوگا مگر آپ کی نسبت اور کوئی خیال بجز اس کے کہ آپ ہی کی رائے تھی ہیں ہرگز نہیں کروں گا نتیجہ یہ ہوگا کہ جب ووٹ گنے جاویں گے آپ کا ووٹ بھی مخالف جانب رکھ دیا جاویگا۔ ذرا مجھ کو یہ بات سمجھا تو دو کہ سید محمود کا تقرر خواہ ضروری

تھا یا نہ تھا یا قبل از وقت تھا - مولوی - س - خ کو اس قدر شورش کرنے کی کیا وجہ ہی - مولوی س خ نے جو کچھ نسبت سید محمود کے لکھا بلا شبہ آپکے دل کو تکلیف ہوئی ہوگی جیسا کہ آپ نے لکھا ہی - مگر اب کیا آپ اس کو قبول کریں گے کہ عملی طور پر اُن کی تحریر کی تصدیق کریں - یورپین اسٹاف کی نسبت اُن کی طمانیت کے لیے جو آپ قواعد بنانا چاہتے ہیں سید محمود کا تقرر اُن کا مانع نہیں ہی - مہذا قواعد سے کام نہیں چلتا کام آپ کے سلوک سے چلتا ہی قواعد حقوق کا فیصلہ کر سکتے ہیں روزمرہ کا کام نہیں چلتا - قواعد جو بنائے گئے ہیں اُن میں پرنسپل کو کوئی ایسے اختیار نہیں دیے گئے ہیں جن کی نسبت مولوی س - خ لکھتے ہیں کہ کون ممبر ہی جو اس بات کو پسند کریگا کہ بورڈنگ ہاؤس ایک عیسائی کے ہاتھ میں رہے مولوی س خ کا ایک ایک لفظ شرارت اور خبث طینت سے بھرا ہوا ہی میں اُن کا ذکر کرنا یا اُن کے نسبت کچھ کہنا نہیں چاہتا - لیکن اگر آپ کا یہ خیال ہو کہ کسی طرح سلسلۂ جانشینی سید محمود کو چھوڑ دیا جاوے تو اس خیال کو دور کر دیجیئے - اگر ووٹ کثرت سے برخلاف اُس کے فرض کرو ہوں تو میں مدرسہ کو چھوڑ دوں گا - ایک کام کیا تھا نہ چل سکا آپ کا یہ خیال کہ آپ رخصت لیکر آویں اور کچھ اصلاح کریں - بالکل غلط خیال ہی - میں نے مولوی س خ کے ساتھ وہ برتاؤ کیا کہ شاید کوئی شخص جس میں ذرا بھی نفس انسانی ہو نہیں کر سکتا - لیکن اب مجھ سے نہیں ہو سکتا - اگر کسی مجلس میں وہ اور میں جمع ہو جاویں گے تو آپ سن لینگے کہ وہ معاملات پیش آئے جو پاجی سے پاجی اور شہدوں سے شہدوں میں بھی نہیں ہوں اور کیا عجب ہی کہ دونوں فوجداری کی حوالات میں تشریف لے جاویں میں قبول کروں گا کہ تمام نالائقی میری ہی - بہتر میں ہی نالائق پاجی جو کچھ کہو

سوسہی - آپ کو میری اس تحریر سے میری طبیعت کا حال معلوم ہو گیا ہو گا۔
پس آپ کو اگر مسودہ مرتبہ کو بجنسہٖ منظور کرنا ہی - تب کیجیے نہ منظور کرنا ہی نہ کیجیے مگر
زیادہ تحریر سے مجھے رنج پہونچانا ضرور نہیں - اس وقت میرا دل نہیں چاہتا
کہ نسبت چندہ آسمان منزل کے آپ کی تحریر کا جواب لکھوں - پھر کسی وقت
اُس کی نسبت لکھوں گا - والسّلام خاکسار

سید احمد

علیگڈھ ۷ اگست ۱۸۸۹ء

۲۲

عزیزی و مکرّمی نواب انتصار جنگ - میں جب آپ کی تحریر کو پڑھتا ہوں
مجھے زیادہ تعجب ہوتا ہی - جو مشکلات یورپین اسٹاف کی ہیں وہ بالفعل
اس آسانی سے کہ سید محمود میرے جانشین منتخب ہو جاویں رفع ہوتی
ہیں اُس پر آپ اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ یورپین اسٹاف کی موقوفی
ہمیشہ کو ٹرسٹیوں کے ہاتھ سے نکل جاوے اور گورنمنٹ کے ہاتھ میں چلی
جاوے - آپ خود ہی غور کریں کہ یہ تجویز کیسی ہی - مولوی سمیع کا اس سے
زیادہ کچھ مطلب نہیں ہی کہ سید محمود نہوں - جو آپ کہتے ہیں اُس کا بھی یہی
مطلب ہی - آپ نے اُس مخالفت کا جو بقول مولوی مہدی علی کے عداوت تک
پہونچ گئی ہی - اندازہ نہیں کیا ہی - مجھے مولوی صاحب کو بتا دینا ہی کہ وہ خدا
نہیں ہیں - نہایت افسوس ہی کہ بعد اُن نالائق حرکتوں کے جو مولوی سمیع
صاحب نے اپنی رائے لکھنے اور اخبار میں مشتہر کرنے میں کی ہیں پھر آپ کو
خیال پیدا ہوا ہی کہ وہی ہو جو وہ چاہتے ہیں مگر دوسرے پہلو پر میں نہیں سمجھتا
کہ کس وجہ سے نجم الاخبار اٹاوہ نے چھاپا ہی کہ مولوی مشتاق حسین سید محمود

کے تقریر کے برخلاف ہیں۔ جو کچھ آپ چاہتے ہیں قطع نظر اس کے کہ کالج کی بہتری اِس میں نہیں ہی۔ عداوت اور پوری عداوت زیادہ کرنے والی ہیں اور ایک دن آپ سے سُن لینگے کہ کیا ہوا۔ والسّلام خاکسار

سیّد احمد

علیگڈھ۔ ۸ر اگست ۱۸۸۹ء

۲۳

مکرّمی۔ آپ کا یہ لکھنا کہ اب تک میرا دل اس بات پر راضی نہیں ہوا کہ آپ اپنے سامنے اپنے جانشین کے معاملہ کو طے کریں۔ صحیح نہیں ہی۔ اس لیے کہ مدرسہ کا کام آپ کے ہاتھ میں نہیں ہی۔ میرے ہاتھ میں ہی اور میں موجودہ حالات کے خیال سے اسی وقت کا طے ہونا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ بغیر اس کے مدرسے کا کام چل ہی نہیں سکے گا اس لیے میری رائے آپ سب کو تسلیم کرنی چاہیے یا میرے ہاتھ سے کام لے لینا چاہیے۔ جبکہ ایک کام کرنے والا شخص کہتا ہی کہ یہ امر لازمی ہی بغیر اس کے کام نہیں چل سکتا تو آپ کو یہ حق نہیں ہی کہ اُس سے انکار کریں۔ والسّلام

سیّد احمد اگست ۱۸۸۹ء

۲۴

عزیزی و مکرمی نواب انتصار جنگ بہادر۔ آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۸ صفر ۱۳۰۸ھ میرے پاس پہونچا۔ اگرچہ وہ جواب طلب نہ تھا اور نہ مجھے اُس کے جواب کی ضرورت تھی۔ مگر ایک فقرہ اُس کا ایسا عمدہ اور دلچسپ ہے جس نے مجھے اِن سطروں کے لکھنے پر مجبور کیا ہی۔

آپ لکھتے ہیں کہ میری اس گزارش کا مطلب یہ ہی کہ میں اس مبحث میں پڑنا

نہیں چاہتا اور جن حالات سے میں واقف ہوں اگر آپ بھی واقف ہوں تو آپ بھی میرے ساتھ اتفاق کریں گے" مکرمی یہی امر میں نے آپ کو نسبت مدرسۃ العلوم کے لکھے تھے اور کہا تھا کہ جن مشکلات لاینحل کے حل کرنے کے لیے سید محمود کا تقرر ہوا ہے وہ آپ بخوبی نہیں جانتے مگر آپ نے اپنی سچائی اور ایمانداری اور راستبازی سے میرے ساتھ اور مدرسۃ العلوم کے ساتھ وہ کیا جس کو اپنے لیے پسند نہیں کرتے۔ افسوس کہ آپ نے اس عمدہ نصیحت پر عمل نہیں کیا کہ "آنچہ برخود میپسندی بر دیگراں میپسند" میں آپ پر بدگمانی نہیں کرتا۔ گو آپ نے مجھ پر کی ہو۔ بلاشبہ ایسے ہی حالات ہوں گے جن کے سبب سے علیحدہ رہنا آپ نے مناسب سمجھا ہوگا۔ والسّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اللھم زد فی دینکم و دنیاکم وفی استقامت رائکم و فی نتائکم انہ انتم اعلم فی کل الامور من الکل فقط خاکسار

سید احمد

علیگڈھ ۸ راکتوبر ۱۸۸۹ء

۲۵

عزیزی و مکرمی نواب انتصار جنگ بہادر آپ کا عنایت نامہ رجسٹری شدہ پہونچا۔ باعث افتخار ہوا آپ کی عادت ہمیشہ بیفائدہ طول نویسی کی ہے اسی سبب سے اس خط کو بھی غیر ضروری طول دیا ہے۔ اس لیے میں نے آپ سے یہ خواہش نہیں کی کہ آپ اپنی رائے کے برخلاف رائے دیں۔ بے شک آپ کو کیفیات سے اطلاع نہیں ہے اور اس لیے غلط رائے قائم کی ہے۔ اگر آپ کو کچھ اطلاع ہے تو اس سے زیادہ اطلاع نہیں ہے جیسے کہ آپ کو شراب اور اُس کے نشے سے لفظی اطلاع ہے اور کیفیت سے اطلاع نہیں۔ پس اگر آپ کو میری دیانت پر جو یہ لفظ جامع جمیع الفاظ ہے۔ طمانیت ہوتی تو آپ یقین کرتے کہ مشکل مرحلے کے اختیار کرنے کے لیے

کوئی ایسا امر درپیش ہی جس کے سبب طریقہ اختیار کیا ہی۔ اس امر کے لیے مجبوراً قبول کرنے کو بھی میں نے آپ سے کبھی خواہش نہیں کی۔ جب مجھ کو یقین تھا کہ آپ خدا کے الہام پر بھی اپنی رائے سے منحرف ہونے والے نہیں ہیں۔ جیساکہ میں نے خود آپ کو لکھا تھا تو کوئی توقع برخلاف اُس کے اگر میں کرتا تو میری حماقت تھی۔ میں کسی شخص سے جسنے مخالف رائے دی ہی رنجیدہ نہیں ہوں۔ بجز اُن لوگوں کے جنھوں نے مخالفت کا طریقہ اختیار کیا۔ اُن میں سے میں صرف اُن لوگوں سے جن کو مجھ سے بھی کچھ کم ارتباط نہ تھا اور وہ ناراضی صرف تین شخصوں پر منحصر ہی۔ مولوی م ک۔ خواجہ ی م خ۔ اُن سے بارہا کہا کہ تمہاری جو رائے ہو لکھدو۔ مگر مخالف پارٹی قائم کرتے اور علانیہ مخالفت کا طریقہ اختیار کرنے میں کوشش مت کرو اور اس میں شریک مت ہو۔ جب اُنھوں نے نہیں مانا اور کیا جو کچھ کیا۔ میں نے اُن سے صاف کہدیا کہ مثل ایسے شخصوں کے جن سے کوئی خاص دوستی یا راہ ورسم نہ ہو میں آپ سے ملوں گا۔ آپ کا ادب و تعظیم بجا لاؤں گا۔ مگر مجھ سے اور آپ سے دوستی کی راہ ورسم نہیں ہی۔ میری عادت کسی سے منافقانہ ملنے کی نہیں ہی۔ پس مجھ سے اور آپ سے مطلق دوستی نہیں ہی اور میں آپ سے دوستی کی راہ ورسم رکھنا چاہتا ہوں آپ نے کوئی کام ایسا بلاشبہ نہیں کیا۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں ہی کہ اگر کوئی میرا مخالف ہوتا (نہ مخالف رائے) اور جس کے دل میں نہایت کینہ ہوتا وہ بھی اس سے زیادہ میری نسبت نہ لکھ سکتا تھا جس قدر آپ نے تحریر فرمایا ہی۔ صرف میں ہی نہیں ہر شخص کو تعجب ہی۔ خود ڈپٹی صاحب نے اور مولوی س خ کی پارٹی نے فرمایا کہ سید صاحب مولوی س خ کے چند لفظ لکھنے سے ناراض ہو گئے تھے مگر مولوی مشتاق حسین نے جو مولوی س خ کے

مقابلہ میں بہت زیادہ سخت اور اُن کو خود غرض وغیرہ وغیرہ بتایا ہی تو
اُن سے کچھ نہیں کہتے۔ روپیہ کے سبب سے اور اس ڈر سے کہ مشتاق حسین
جاگیر ضبط نہ کرا دیں اُن کی خوشامد ہی کرتے رہینگے۔ لعنۃ اللہ علی قوم بل علے
خبالهم وسوظنهم۔ میں خود حیران ہوں کہ آپ کو کس چیز نے برانگیختہ کیا ہی
جو یہ طریقہ اظہار رائے کا اختیار کیا۔ گو تم نے بالکل نیک نیتی برتی ہو تو وہ معاملہ
خدا سے ہی مگر دنیا میں تو کوئی شخص بھی اُس کو بجز کینہ کے اظہار کے اور کچھ تصوّر
نہیں کر سکتا۔ خود مولوی س خ نے لوگوں سے کہا تھا کہ جب مشتاق حسین
کی رائے آویگی تو حقیقت کھلیگی۔ یہ نہیں معلوم کہ اُن کا مقصد میرے حقیقت
کھلنے سے تھا یا آپ کی۔ میں اس بات کو ہرگز دل میں رکھنا نہیں چاہتا کہ
بیشک آپ نے نہایت نامناسب طریقہ اختیار کیا اُس کا کوئی سبب ہو
اگر میں نے پرائیویٹ خط میں مہدی علی کو لکھا تھا کہ تم خط نواب انتصار جنگ
کو دکھلا دو یا مولوی س۔ خ کو بھیجدو تو میری صاف دلی پر دال تھا
اس لکھنے سے وہ خط پبلک نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی حق اُن کو نہیں تھا کہ اُس کو
چھاپ کر مشتہر کرتے اور اس طریقے پر جس سے بعوض اُس صاف دلی کے
کوئی درجہ میری بدنیتی بے ایمانی خود غرضی کا باقی نہیں رہتا۔ آپ کو یہ
باتیں اپنی تحریر میں نہ دکھائی دیتی ہونگی مگر تمام عالم کو دکھائی دیتی ہیں۔
کوئی دھمکی نہیں ہی ایک قدرتی اور نیچرل بات ہی کہ اگر مدرسہ کے کاموں کے
انجام میں مجھ سے اس قسم کی مخالفت کی جائے خود میرا شوق اور میری کوشش
اُس میں باقی نہیں رہ سکتی اگر میں چاہوں بھی تو مجھ سے نہیں ہو سکتی اور اُس کا
لازمی نتیجہ مدرسہ کی بربادی ہی۔ اگر بدبختی سے امر متنازعہ کی طرف مجاری ہو جاتی
تو یقیناً مجھ کو مدرسہ سے علیحدہ ہونا پڑتا۔ میرا دل ہی اُس کام پر نہ رہتا بلکہ ایسے

واقعات پیش آتے کہ مجھ سے مدرسہ کو قائم رکھنا محالات سے ہوتا۔ یں فرض کیجیے کہ ایک طرف تو میرے خودغرضی سید محمود کے مقرر کرنے کی تھی اور ایک طرف مدرسہ کی نفس بربادی تھی۔ جو شخص نہایت ایمانداری سے قوم کا بہی خواہ تھا۔ ان دونوں بلاؤں میں کس بلا کو اختیار کرنا قوم کے حق میں بہتر ہوتا۔ میں کامل یقین کرتا ہوں اور پورے ایمان سے کہتا ہوں کہ تم نے غلطی کی۔ قیامت میں خدا کے سامنے رسول کے سامنے کہونگا کہ اے میرے دادا رسول خدا میں نے بغیر کسی غرض دینی و دنیوی کے تیری امت کی بھلائی کی کوشش میں کوئی درجہ باقی نہیں رکھا تھا۔ جن لوگوں نے اس کو برباد کرنا چاہا۔ منجملہ اُن کے ایک یہ نواب انتصار جنگ ہیں۔ آپ کہیئے گا کہ میں نے نہایت نیک نیتی سے کیا تھا۔ خدا یقینی آپ کو معاف کریگا۔ گو میری اور میرے دادا کی تشفی نہ ہوگی۔ باللہ نہ ہوگی۔ باللہ نہ ہوگی۔ ثم باللہ نہ ہوگی۔ یہ میری رائے ہے آپ کی نسبت۔ اس وقت تک آپ نے جو کیا تو مجھ کو یہ یقین ہے کہ آپ نے مولوی س۔رخ کے سبب سے کیا۔ اور یہ کسی طرح میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے میرے ساتھ کوئی کینہ دیرینہ نکالا ہے بجز غلطی اور ناعاقبت اندیشی اور غلط دینداری کے اور کوئی سبب نہیں ہے پھر آپ سے قطع ملاقات جب آپ علی گڑھ میں آویں کیا وجہ اور اگر میرے کلبہ احزان کو قدوم سے منور کرنا چاہیں تو مجھے کیوں مضائقہ ہوگا بلکہ خوشی ہوگی۔ بہت سے بہت آپ کی نسبت یہ خیال کرسکتا ہوں کہ بہت سے لوگوں نے دانستہ و بدنیتی سے مجھے بُرا بھلا کہا ہے۔ آپ نے نادانستہ اور نیک نیتی سے۔ میرا کلبہ احزان موجود ہے۔ جب آپ چاہیں تشریف لادیں۔ پھر اس خط میں بھی آپ نے نے فائدہ بحث کی ہے میں اس کا

کچھ جواب دنیا نہیں چاہتا - بجز اس کے کہ آپ کی رائے غلط اور آپ کی پیشین گوئیاں سب غلط - آپ کے خیالات غلط جو کچھ آپ نے فرض کر لیا ہی سب غلط ہی - پھر اُن تقریروں کے اعادہ کرنے سے کیا نتیجہ - اس واقعہ کی یادگار میں مکان بنانے کی تجویز مجھ کو بھی نہایت پسند ہی - آپ ضرور کوشش کیجئے گا - امید ہی کہ جو امر واقع ہونا تھا ہو لیا جو آپ کو کرنا تھا آپ نے کر لیا - اب اُس کو چھوڑ دینا چاہیئے اور اعادہ و معذرت یا دلیل سے قایل یا ساکت کرنیکی کچھ ضرورت نہیں ہی - والسّلام - خاکسار

سید احمد

علیگڈھ ۲ ر نومبر ۱۸۸۹ء

۲۶

مخدومی مکرمی نواب انتصار جنگ بہادر آپ کی عنایت اور ہز ایکسلینسی سر آسماں جاہ کی فیاضی سے کرسی تک مسجد بن گئی - اُس پر عارضی دیواریں بنا کر چھپر ڈالدیا اور آرام سے نماز ہونے لگی - اب ایک حافظ جو نہایت عمدہ قاری بھی ہی - پندرہ روپیہ ماہواری کو نوکر رکھا ہی جو دن رات بورڈنگ ہوس میں رہتا ہی اور بعوض اس کے اُس کو تنخواہ دیجاوے گی - چالیس للعہ روپیہ خرچ تیاری جا نمازوں کا ہی کل مـ۲۲۰ــہ سالانہ خرچ درکار ہی اس رقم کے لیئے چندہ کیا جاتا ہی تاکہ ایک سال کا خرچ فراہم ہو جائے - منجملہ اُس رقم کے اگر آپ بھی کچھ امداد کریں تو غالباً خدا اجر دیگا - والسّلام

خاکسار

سید احمد

علی گڈھ ۸ ر دسمبر ۱۸۸۹ء

عزیزی و مکرمی

نواب صاحب والاجاہ - ابھی تک میرے دل نے قرار نہیں پکڑا ہی کہ دونوں القابوں میں سے کونسا القاب رہے۔ اس لیے دونوں لکھ دیے ہیں۔

عنایت نامے کا اور سو روپیہ چندہ کا شکر ہی - گریہم صاحب سے بہتر کوئی شخص نہیں ہی۔ مسلمانوں کے دوست۔ مسلمان ریاستوں کے دوست ہندوستانیوں سے نہایت بے تکلفی۔ محبت دوستی یگانگت سے ملنے والے قومی تفرقہ کا خیال گویا کہ نہیں ہی۔ وہ سویرے تک اپنے بیٹی کی شادی کسی بحری افسر کے ساتھ کرنے کو آئے تھے۔ مجھے لکھا تھا کہ میں تم سے ملنے کو آؤں گا۔ مگر نہیں آئے۔ اُنھوں نے پنشن لے لی اس لیے کہ بڈھے ہو گئے تھے۔ اور میرے نزدیک بڑا سبب یہ تھا کہ اُن کو اپنے لڑکوں کی تربیت اور کسی کام میں لگانا مقصود تھا۔ ایک لڑکا آسٹریلیا بھیج دیا ہی کسی کارخانہ میں۔ ایک لڑکا فوجی مدرسہ میں ہی۔ شاید پاس ہو گیا ہو۔ بہرحال جو کچھ آپ نے اُن کی نسبت پوچھا ہی جب تک اُن سے دریافت نہ کیا جاوے۔ جواب دینا مشکل ہی۔ بلکہ نہیں دیا جا سکتا ایک یہ بھی امر ہی کہ اُن کو توقع تھی کہ لندن میں معلوم نہیں کہاں اور کیونکر کوئی تعلق ہونے والا تھا جس پر وہ بہت خوش تھے مگر جہاں تک میں خیال کر سکتا ہوں وہ نہیں ہوا اور اگر ہو گیا ہو تو اُن کا آنا محال ہی اور اگر نہ ہوا ہو تو بھی میری دانست میں آنا مشکل۔ بظن غالب نہیں ہی اس تحریر کے بعد جو آپ کی ہدایت ہو گی اس کی تعمیل کی جاویگی

آپ کا عنایت نامہ جو کہ کانفیڈنشل ہی۔ لہذا بجنسہ واپس ہی والسلام

خاکسار

سید احمد علیگڈھ ۱۳ اگست سنہ ۹۰ء

— ۴۸ —

مخدومی مکرمی نواب انتصار جنگ مولوی محمد مشتاق حسین صاحب

آپکا عنایت نامہ مورخہ ۱۱ ستمبر پہونچا۔ ممنون ہوا۔ منی آرڈر مرسلہ پہونچا۔ ہرایک فنڈ میں جس طرح آپ نے لکھا تھا۔ جمع کیا گیا

میرے نزدیک تو خط واپس شدہ کا محفوظ رکھنا ایک رنج کی یادگار کو قائم رکھنا ہی۔ جس کا وجود اور خیال سب معدوم کر دینا چاہیئے۔ جب تک میرے دل میں کسی کی طرف سے رنج رہتا ہی۔ تو میں تو اپنے دل کو کفر میں ڈوبا ہوا سمجھتا ہوں۔ اُس کا دور کرنا جلد یا دیر میں اپنے اختیار میں نہیں پاتا۔ اِلّا ہمیشہ اُس کے دور کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میرے وہ لفظ اگر تم محفوظ رکھنے چاہتے ہو تو وہ حرف دال۔ لام ہی۔ میں بھی حتی المقدور اپنے دوستوں کے دو حرفوں کو محفوظ رکھنا چاہتا ہوں اور یہی دو حرف محفوظ رکھنے کے قابل ہیں۔ میں نے آپ کی پنشن کی درخواست کی خبر پایونیر میں پڑھی تھی مگر میں افواہ بے بنیاد سمجھتا تھا۔ لیکن آپ کے اس خط سے اُس کی تصدیق ہوئی۔ مجھے اُس کا نہایت افسوس ہی اور آپ کے اس فعل کو گناہ بھی سمجھتا ہوں۔ اگرچہ مجھ کو یقین ہی کہ سر آسمان جاہ منظور نہ کرینگے اور اگر بالفرض منظور کرلیں تو بھی آپ کو اُن جھگڑوں سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا ضابطہ کی روسے نہ پھنسے پرائیویٹ طور پر پھنسے۔ پس حرکت بے نتیجہ سے کیا فائدہ اب سُنیے کہ اس فعل سے آپ کو گناہ کیوں ہوا۔ آپ کے خط سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر تمامہ اصلاح ہو جاوے تو آپ رہ سکتے ہیں۔ پس وجہ ترک درحقیقت عدم اصلاح یا توقع عدم اصلاح ہی۔ ایک مسلمانی ریاست ہی جس کی نسبت ایک مسلمان کو باوصف مایوسی اصلاح کے

اس کی اصلاح میں کوشش سے باز آنا نہیں چاہیے۔ آپ اُس سے باز آتے ہیں۔ اور فی الحقیقت یہ ایک قومی اور اسلامی گناہ ہے نہ وہ جس کو تم نے غلطی سے سمجھا تھا۔ اور اُس غلط فہمی سے درحقیقت قومی گناہ میں پڑے تھے ہیں فتمیہ آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے مسلمانوں کی بہتری۔ ترقی اور درستیٔ اخلاق کی جس پر میں کوشش کر رہا ہوں۔ مطلق توقع نہیں ہے۔ مایوسی محض ہے مگر اس خیال سے کہ ہمارا فرض کوشش کیے جانا ہے کرتا ہوں۔ پس جس چیز کے حصول سے مایوسی ہو اُس مایوسی کے سبب سے اپنا فرض کوشش ترک نہیں ہو سکتا۔ پس آپ نے جو اصلاح سے مایوس ہو کر اپنی کوشش کو بند کرنا چاہا نہایت معصیت کی۔

تمام مسلمانوں پر اس وقت جس قدر تمام دنیا میں ہیں خدا کی خفگی ہے۔ صاحبان ملک سے اور جو کارکن اُن کے ہیں اُن سب میں سے قوت انتظامیہ معدوم ہو گئی ہے۔ سلطنت ہائے کلاں و ذی اختیار ترکی۔ مصر۔ ایران۔ بخارا مراکو۔ سب کا یکساں حال ہے۔ ہندوستان کی ریاستوں میں حیدرآباد بھوپال۔ ٹونک۔ رامپور۔ بھاولپور وغیرہ وغیرہ سب کے سب بدبختی و بدانتظامی و بال کی حالت میں ہیں۔ اراکین سلطنت میں نفاق حسد اور عداوت ادنے امر خلاف خواہش پر یا اختلاف رائے پر عداوت و دشمنی۔ دوسروں کے منصب و کام میں مداخلت و خلل اندازی۔ ایک کو ذلیل ثابت کر کر اپنے نام آوری اور خوشی۔ یہ تمام امور اراکین سلطنت ہائے اسلامی کے امر طبعی ہو گئے ہیں۔ پس کیا ایسی حالت میں اصلاح ہو سکتی ہے۔ تعجب یہ ہے کہ سب میں یہ باتیں ہیں اور ہر ایک سمجھتا ہے کہ میں ان عیوب سے بری ہوں۔ پس کسی اسلامی سلطنت میں اصلاح کامل کی

یا نیم کامل کی توقع رکھنا خام خیالی ہی مگر جو لوگ اُن کے کارکن ہیں اُن کو اُس مایوسی کے سبب سے دستکش ہونا ہیں تو گناہِ عظیم سمجھتا ہوں۔ قومی رفاہ کا جو لوگ کام کرتے ہیں اُن کو اس سے بھی زیادہ مزاحمتیں پیش آتی ہیں۔ میں اپنے تئیں سب سے اوّل اُن شخصوں میں سمجھتا ہوں اور قرار دیتا ہوں کہ قومی کاموں میں بھی لوگوں پر حسد کرتا ہوں۔ خلاف رائے سے ناراض ہوتا ہوں۔ مخالف رائے دینے والوں سے عداوت شروع کرتا ہوں اور تمام الزاموں۔ خودرائی نفسانیت وغیرہ کا مرتکب ہوتا ہوں اور بایں ہمہ یہ سمجھتا ہوں کہ ان تمام بدیوں سے پاک ہوں۔ بہرحال قومی رفاہ کے کاموں میں بھی لوگ گو وہ میں ہی ہوں ایسی نالائق باتیں کرتے ہیں۔ پس جب اس وجہ قومی بلکہ اقوہ کو اور بہت سے وجوہ وموانع کے ساتھ شامل کیا جاوے تو قومی رفاہ و اصلاح کی کیا توقع ہوسکتی ہی۔ تعجب یہ ہی کہ جو تعلیم پاتے جاتے ہیں اور جن سے قومی بھلائی کی امید تھی وہ خود شیطان اور بدترین قوم ہوتے جاتے ہیں۔ جس کو نہایت سچا دانشمند سمجھو اخیر وہ شیطان معلوم ہوتا ہی۔ درحقیقت وہ شیطان ہو یا جس شخص نے اُس کو شیطان سمجھا ہی وہ شیطان ہو۔ ہمارا اُلّو کہیں نہیں گیا اور قومی رفاہ و اصلاح کی امید باقی نہیں ہی۔ نہایت تعجب ہی کہ مسلمان مختلف قوم کے مختلف طبائع کے مختلف ملکوں کے اور مختلف آب و ہوا کے رہنے والے ہیں۔ مگر سب کے سب ایک قسم کی ابتری۔ خرابی۔ بدانتظامی زوال و وبال کی حالت میں ہیں۔ پس کونسا امر سب میں مشترک ہی۔ جس کے سبب سے سب کی یکساں حالت ہی۔ سر چارلس تریولین کا قول سچ معلوم ہوتا ہی کہ وہ مشترک شے اسلام ہی۔ ترکی کو اُس نے سچ نصیحت کی تھی کہ جب تک

اسلام نہ چھوڑے اصلاح نہیں ہو سکتی - کیا کچھ کم افسوس کی بات ہو کہ حیدرآباد
میں تم سب سے اعلیٰ عہدہ دار پانچ چھ سال سے زیادہ نہیں ہو اور سب کے
سب باہم مخالف، ایک دوسرے کے برخلاف ایک کو دوسرے سے ضد
یا صاف کہو عداوت - ایک دوسرے پر تفوق چاہنے والا اور ہر ایک شخص
یہی کہتا اور یقین کرتا ہو کہ میرا قصور نہیں میں تو نہایت نیک ہوں وہ
شخص یہ سب عیب رکھتا ہو - حیدرآباد بمقابل دیگر سلطنتوں کے ایک پر کاہ
کے برابر ہی - جب اُس کے عہدہ داروں کا یہ حال ہو تو کیا توقع اصلاح ہو سکتی
ہی - اس سے کچھ بحث نہیں کہ زید قصوروار یا عمرو کوئی ہو نتیجہ واحد ہی - تمہارے
پنشن سے افسوس اس بات کا ہو کہ ایک دوست اعلیٰ منصب پر تھا - اُس
سے قبل از وقت علٰحدہ ہوتا ہی - گو وہ کچھ نہ کرے - تب بھی قومی فلاح کے
کاموں میں اُس سے تقویت ہوتی ہی - درحالیکہ آپ نے قومی کام میں
بھی بہت کچھ مدد کی ہی تو آپ کے علٰحدہ ہونے کا زیادہ افسوس ہی - ہر پہلو
سے تمہاری درخواست پنشن ناواجب و قبل از وقت ہی - خود تم کو اُس سے
عذر کرنا اور درخواست کو واپس لینا چاہیے اور میں دوستانہ نصیحت کرتا ہوں
کہ اپنے طریقہ کو اور اپنی طبیعت کو بدلنا اور مخالفت کو موافقت سے تبدیل
کرنا ضرور ہی - اور جب تک یہ نہ ہوگا ملک میں انتظام و اصلاح کی توقع خیال
خام ہی - معاف کیجیے کہ میں نے اتنا بڑا خط آپ کو لکھا تکلیف دی - والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڈھ ۱۶ ستمبر ۹۰ء

* * *

مخدومی۔ مکرمی نواب انتصار جنگ بہادر۔ آپ کے استعفا واپس ہونے سے مجھے خوشی ہوئی۔ گو آپ کو نہوئی ہو مگر میں بہ لحاظ اپنی خوشی کے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ پھوٹ کا میوہ حیدرآباد میں سے پیدا ہونا معدوم ہو جاوے۔ اب تین امر ہیں جن کو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں۔ اوّل یہ کہ سرآسمان جاہ کے نام کی آسمان منزل کا چندہ جلد تر وصول کر دو۔ نہ انسان کو اپنی زندگی پر اعتماد ہی اور نہ انقلاب زمانہ پر۔ پس ایسے کام کو جو رفاہ عام قومی سے متعلق ہی تساہل و تاخیر میں ڈالے رکھنا نہایت غلطی ہی۔

دوسرا امر یہ ہی کہ عناصر اربع نے جو متفق ہو کر تدبیر کی تھی کہ جو نقصان بہ سبب اللہداد امداد و راجہ امیر حسن خاں کالج کو پہونچا ہی اُس کا معاوضہ کیا جاوے وہ کیا تدبیر تھی اور کیا اُس کا نتیجہ ہوا اور کیا اُس سے توقع رکھنی چاہیے۔

تیسرا امر یہ ہی کہ (عسی ان تکرہوا شیئا وہو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا وہو شر لکم) جو کہ میرے نزدیک تمہارا استعفا نا منظور رہونا اس آیت کے حصہ اوّل میں داخل ہی۔ اس لیے تم کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ اور شکر ادا کرنے کی صورت مناسب یہ ہی کہ محمد بن سعد کاتب الواقدی کی ایک کتاب اسلامی تاریخ کی ہی اور غالباً بڑی کتاب ہی۔ نایاب ہی۔ جرمن میں اُس کا ایک باب ترجمہ ہو کر معہ اصل عربی کے چھاپہ ہوا ہی اُس باب کا عنوان یہ ہی۔ ذکر بعثتہ رسول اللہ الرسل بکتابہ۔ اس میں آں حضرت کے نامے منقول ہیں۔ معہ حالات ایلچیاں وغیرہ اُسی میں تمام وفود کا جو قوموں

کے پاس آئے اور قبائل اور قومیں ایمان لائیں۔ بغیر جنگ و جدال کے مندرج ہی۔ اسباب کے ۸۰ صفحہ ہیں پتھر کے چھاپہ میں ۱۵۰ سے زیادہ نہیں ہوسکتے میرا ارادہ ہی کہ اس باب کو دینیات کے درس میں داخل کروں۔ عربی لینگویج میں اصل عربی اور فارسی لینگویج میں اُس کا ترجمہ فارسی۔ عربی اصل کے چھاپنے میں ما صہ روپیہ خرچ ہونگے۔ مگر چونکہ عربی زبان کی کتاب کمتر فروخت ہوگی۔ صرف طالب علم یا دس پانچ آدمی خریدیں گے اس لیے اُس کی لاگت وصول ہونی محتمل ہی۔ پس آپ بشکر اللہ اُس کتاب کو چھپوا کر یا تو خاص طالب علموں کے لیے وقف دیجیے یا کالج کو دیدیجیے کہ وہ بقیمت فروخت کریگا۔ فارسی ترجمہ اُس کا یا تو میں خود چھپواؤنگا یا کالج کی طرف سے چھپواؤنگا۔ کیونکہ اُس میں نقصان ہونے کا مطلق احتمال نہیں ہی بلکہ فائدہ ہوگا۔ اوّل تو فارسی پڑھنے والے طالب علم زیادہ ہیں۔ دوسرے اُس کے خریدار بھی زیادہ ہونگے۔ والسّلام

خاکسار

سید احمد

علیگڈھ ۲۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء

—————— ۳۰ ——————

اب میرا دل تم سے صاف ہوگیا۔ مہدی حسن کے سامنے میں نے تم کو بہت برا بھلا کہا اور بخارات نکال لیے اس لیے میں تم کو وہی القاب لکھتا ہوں جو پہلے لکھتا تھا۔

عزیزی و مکرّمی مولوی مشتاق حسین [۱]۔ ایک پارسل بیس [۲] رسالوں کا ویلوپے ایبل روانہ کیا ہی اُس کو پانچ روپیہ دو آنہ دیکر لے لو اور ان

رسالوں کو حسبتہً للہ مسلمان نوجوان طالبعلموں میں بانٹ دو ہمارے کالج میں علاوہ یونین کلب کے مسٹر آرنالڈ پروفیسر نے لائق اور ذی استعداد اور ذی شعور طالبعلموں کی اخلاقی تعلیم کے لیے ایک سوسائٹی قائم کی ہے۔ اور اخوان الصفا اُس کا نام رکھا ہے۔ افتتاحی اسپیچ جو اُنھوں نے کی وہ اردو میں بطور رسالہ کے چھاپہ ہوئی ہے۔ وہی یہ رسالے ہیں۔ تین امر آپ کے غور کے لائق ہیں۔ اوّل اُس کو پڑھو اور انصاف کرو کہ ہم کو الزام دینا کہ ہم نے نالائق یا ناقابل پروفیسر کالج میں جمع کیے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے۔ دوم بورڈنگ ہوس میں اِن پروفیسروں کو پوری مداخلت دینا اور طالبعلمیں اور اِن پروفیسروں میں دوستانہ۔ مشفقانہ مودبانہ ربط وضبط بڑھنے دینا کیا ہمارا جرم ہے۔ سوم۔ کوئی کالج مسلمانی یا انگریزی اور ہندوستانی ریاستوں کا ایسا بنا سکتے ہو۔ جس میں اس قسم کی تعلیم کے سامان مہیا ہوسکتے ہیں۔ جو لوگ ہمارے کالج کے طالبعلموں اور اُن کے مربیوں کو اغوا کرتے ہیں اور خطوط لکھتے ہیں کہ علیگڈھ کالج چھوڑ کر الہ آباد بورڈنگ ہوس چلے آؤ کیا وہ قوم کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں۔ یہ ترجمہ ایک طالب علم نے جو اخوان الصفا کا ممبر ہے کیا ہے۔ تم کسی کالج کے طالب علم کا نشان دے سکتے ہو جو ایسا ترجمہ انگریزی کا کرسکے۔

خیر انچہ من کردم بہ من است وانچہ دیگراں میکنند بر آنہاست والسّلام

خاکسار

سید احمد

علی گڈھ۔ ۳۰ نومبر ۱۸۹۶ء

میں الہ آباد تھا ابھی آیا ہوں یعنی حال میں۔

۱۳۱

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر۔ آپ کو اس خبر کو سُن کو کہ میں نے پھر ارادہ ایک دفعہ حیدرآباد آنے کا کیا ہی کچھ تعجب نہ ہو گا۔ ضرورت اس بات پہ مجبور کرتی ہی کہ خیالات کے پورا کرنے پر گو کہ وہ خام ہی کیوں نہوں کوشش کی جاوے۔ کالج بہ روز بروز خیر متوقع ترقی ہوتی جاتی ہی۔ جس کے سبب سے اضافۂ اخراجات ایک امر لازمی اور اب بغیر اس کے کہ لا کلاس قائم کیا جاوے چارہ نہیں ہی۔ دوسرے نظام میوزیم کا تعمیر ہو جانا صرف امداد گورنمنٹ نظام اور امرائے سلطنت نظام کی امداد سے ضرور ہی۔ اُس کے لیے چندہ کھول کر در بدر بھیک مانگتے پھرنا قوم اور گورنمنٹ نظام دونوں کے لیے نامناسب ہی۔ ان دونوں امور کے لیے وہاں آکر حضور نظام سے عرض معروض کروں گا۔ اگر ملازمت نصیب ہوئی اور نواب سر آسمان جاہ سے بھی ہر طرح توجہ اور عنایت کی توقع ہی اور آپ اور مخدومی نواب عماد الملک پرائیویٹ سکریٹری بھی ضرور توجہ فرماوینگے اور اگر خدا کی مرضی ہو گی تو مطلب ضرور حاصل ہو جائے گا۔

مطلب یہ ہی کہ گورنمنٹ نظام جو امداد کالج کی بالفعل کرتی ہی اُس کو دوگنا کر دے اور علاوہ اُس کے گورنمنٹ نظام اور نیز امراء سلطنت نظام نظام میوزیم کی تعمیر کا چندہ پورا کر دیں جس کی تعداد پچاس ہزار روپیہ کی ہونی چاہیئے۔

بہ لحاظ عمر مجھ کو اس قدر دور دراز کا سفر بلاشبہ مشکل ہی اور نیز ذاتی میرا خرچ پڑ جاویگا۔ جس کا برداشت کرنا مجھ کو آسان نہیں ہی۔ یہ سب تکلیفیں اُن خیالات کو پورا کرنے کو ہیں۔ مگر میں نہیں جانتا کہ آپ کی رائے میں یہ محض خیال خام ہی یا ایسا ہی کہ توکلاً علی اللہ اُس کے پورے کرنے پر کوشش

کی جاوے۔ کامیابی اور ناکامیابی خدا کے اختیار میں ہی۔ اس کا جواب جلد عنایت ہو۔ والسّلام خاکسار

سید احمد

علی گڈھ۔ ۱۹ر جنوری ۱۸۹۱ء

— ۳۲ —

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک۔ آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ آپ کی علالت اور ضعف طبع کا درحقیقت نہایت افسوس ہی۔ زیادہ افسوس یہ ہی کہ کام کرنے سی آپ کو مہلت نہیں ہوتی۔ آپ کے عنایت نامے سے جس کے ساتھ نواب عماد الملک اور نواب محسن الملک بھی متفق ہیں۔ مجھے بھی اتفاق ہی۔ زیادہ عمدہ بات یہ ہی کہ معاملہ یکسو ہوگیا۔ اب اخیر فیصلہ متفق علیہ یہ ہی کہ اگر حضور ایڈریس کا لینا اور ڈپیوٹیشن کا پیش ہونا منظور فرمادیں تو ہم سب آویں گے ورنہ نہ آویں گے میں بھی اس فیصلہ کو پسند کرتا ہوں۔ ہم کو بھوپال بھی جانا ہی اور یہ تجویز تھی کہ حیدرآباد جاتے ہوئے جاویں گے۔ چونکہ ہم کو بہر حال بھوپال جانا ہی۔ پس قطع نظر اس سے کہ حیدرآباد جانا ہو یا نہو ہم بھوپال جانیکی تاریخ مقرر کرتے ہیں جو غالباً عشرہ محرم کے بعد کی ہوگی۔ پس اگر آپ کا تار حسب مراد آیا تو حیدرآباد چلے آویں گے ورنہ بھوپال سے اپنے گھر لوٹ آویں گے۔ بانجیر شما بہ سلامت۔ مگر آپ کا تار بہت یا نیست کا جسقدر جلد ممکن ہو آنا چاہیئے۔ میں اُس کے انتظار میں یہاں چند روز مقیم رہونگا اگر صرف بھوپال جانا ہوا تو ہم کو زیادہ انتظام کی ضرورت نہوگی اور اگر حیدرآباد آنا پڑا تو زیادہ انتظام کی ضرورت پڑیگی۔ پس تار کے بھیجنے کی جسقدر جلد ممکن ہو کوشش کرنی چاہیئے نواب عماد الملک کوئی دقیقہ کوشش کا جو اُن کی قدرت میں ہوگا ہرگز فروگذاشت نہ کریں گے مگر احتیاطاً آپ کو لکھتا ہوں کہ اگر بالفرض حضور

ڈیپوٹیشن کا اور ایڈریس کا پیش ہونا منظور فرمالیں تو ایڈریس کی طیاری آپ اپنے ذمہ رکھیں۔ ایڈریس کا مسودہ لکھوائیں اوس کو خوش خط عمدہ کاغذ پر لکھوائیں طلائی کام بنوائیں چاندی کا بکس جس قیمت کا آپ مناسب سمجھیں بمبئی سے منگوائیں غرضکہ سب چیز مرتب ہو کہ ہم کو وہاں پہونچکر صرف دستخط کرنے باقی رہ جائیں کیونکہ ہم کو ان سب کاموں کے انجام کی خصوصاً ایسی حالت میں کہ ہم کو جلد بھوپال جانا بہرحال لازم ہی۔ فرصت نہیں ہی اور امور مذکورہ بالا کا انجام ہم سے غیر ممکن ہوگا۔ بھوپال میں ہم کو معلوم نہیں کہ کیا ہوگا آپکو معلوم ہی کہ بھوپال اب تک ہمارے لیے کوہ رہا ہی۔ اس وقت صرف یہ امر پیش آیا ہی کہ ایک دوست نے بھوپال سے لکھا کہ سفر حیدرآباد میں آپکو بھوپال میں آنا چاہیئے اور اسباب میں منشی محمد امتیاز علی صاحب کو آپ لکھیئے۔

میں نے ایک دو حرفی اور الھڑ طرز کا خط منشی امتیاز علی صاحب کو لکھا جسکا پہلا فقرہ یہ تھا کہ ہم کو بھوپال میں گھسنے کی اجازت ہو سکتی ہی الخ اس کے جواب میں منشی محمد امتیاز علی صاحب کا مختصر یہ خط آیا ہی "میں اپنی خوش نصیبی پر فخر کروں گا اگر بھوپال میں تشریف لاکر کچھ بھی قیام فرماویں گے یا اتنک مجھ کو حیرت ہوگی اگر آپ حیدرآباد کو تشریف لے جاویں اور بھوپال کو اپنی تشریف دہی سے سرفراز نہ فرماویں۔ حضور سرکار عالیہ سے میں نے ذکر کر دیا ہی۔ لیکن دیگر روسا و عمائد ملک سے مجھے کچھ بھی امید نہیں" پس ہم نہیں جانتے کہ وہاں کیا ہوگا۔ بہرحال ہم نے بھوپال جانے کا اقرار کر لیا ہی۔ اور وہاں انشاءاللہ تعالی ضرور جاتے ہیں۔ خواہ حیدرآباد آنا ہو یا نہو۔ بھوپال سے میرے آنے کی خبر سنکر چند عمائد بھوپال کے چند خط آئے ہیں جو بہت زیادہ عنایت و مہربانی اور اخلاق میرے ساتھ کرنی چاہتے ہیں مگر وہاں کا

حال مجھ کو معلوم نہیں اور میں نہیں سمجھا کہ مجھ کو وہاں کیا طریقہ اختیار کرنا ہوگا اس قدر ضرور لازم ہوگا کہ جناب بیگم صاحبہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرسکنے کا۔ حالانکہ میری حیثیت بھوپال ہو یا حیدرآباد ایک سائل کی ہی سائل کا ہر ایک سے سوال کرنا اُس کا پیشہ ہی۔ اندرونی معاملات سے اس کو کیا سروکار ہی۔ اب مختصر بات اور ہی کہ حیدرآباد آنا تو مشتبہ ہی اور جانب عدم زیادہ راجح معلوم ہوتا ہی۔ پس اب آسمان منزل کے چندہ پورا کرنے کی زیادہ کوشش فرماویں اور جلد بھیجیں کیونکہ روپیہ کی ہم کو تنگی ہو گئی ہی۔ آسمان منزل کرسی تک طیار ہو گئی ہی نہ صرف آسمان منزل کا کرسی تک بلکہ کالج تک اُس طرف کی لین کا کرسی تک بنانا لازم تھا اب ممکن ہی کہ کرسی پر سے صرف آسمان منزل کی عمارت چلی جاوے مگر کل لین کو کرسی تک بنانا لازم تھا۔ اگر آنا ہوا تو وہ نقشہ جس پر آسمان منزل بنی شروع ہوئی ہی ساتھ لیتا آؤں گا۔

یہ خط بجنسہ نواب عماد الملک اور نواب محسن الملک کو بھی دکھا دینا والسلام

خاکسار

سید احمد

الہ آباد۔ ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء

—— ۳۳ ——

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر۔ میں کل بخیریت یہاں پہونچا حیدرآباد میں جو کچھ ہوا وہ صرف آپ کی عنایت آپ کی کوشش آپ کی سعی آپ کی توجہ مختصراً یہ کہ آپ کی ذات سے ہوا اس کا شکر کسی طرح ادا نہیں ہو سکتا جس قدر چندہ باقی رہ گیا ہی بغیر آپ کی توجہ اور کوشش کے انجام نہیں پا سکا۔ امید ہی کہ آپ اُس طرف توجہ خاص مبذول فرماویں۔ جس قدر

روپیہ وصول ہوناجاوے بنک میں جمع ہو اور فہرست اور رسید بنک کو وقتاً فوقتاً میرے پاس روانہ ہوتی رہے۔ میں رپورٹ ڈپوٹیشن طیار کرتا ہوں اس قدر جلد چندہ پورا ہونا چاہیئے کہ رپورٹ میں پوری تعداد مندرج ہوجاوے سند مجھ کو نہیں ملی اُس کی طیاری میں کچھ دیر تھی وہ بھی جلد روانہ ہو زیادہ بجز شکریہ کے اور کیا لکھوں۔ میں تیسری اکتوبر تک علی گڈھ پہونچ جاؤں گا

والسلام۔ خاکسار

سید احمد

الہ آباد ۲۷ ستمبر ۱۸۹۱ء

—— ۳۴ ——

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر۔ آپ کا عنایت نامہ محررہ از مقام بمبئی پہونچا۔ اُس کے مضمون سے مجھے نہایت خوشی ہوئی۔ تار میں میں نے آپ کو مبارک بادی ادپری دل سے لکھی تھی اور اس خط کا مضمون پڑھنے کے بعد میں دل سے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ خدا کا شکر ہی کہ محمد احمد کی بیوی نہایت سعادتمند معلوم ہوتی ہی۔ مجھے افسوس ہوا کہ تم محمد احمد کی بیوی کو شکیل مکان میں لے گئے۔ خیر روشنی نے اُس کا عیب چھپا دیا ہوگا۔ اگرچہ یہ مناسب تھا کہ اوّل وہ آپ کے مکان میں آتیں۔ مگر تم نے ایسا شکیل مکان رکھ چھوڑا تھا کہ اگر میں وہاں ہوتا تو محمد احمد کی بیوی سے کہتا کہ تم ایسے شکیل میں نہ جاؤ۔ بہرحال تمہارے اس خط سے مجھے بے انتہا خوشی اور طمانیت ہوئی ہی۔ خدا آیندہ بھی ہمیشہ تم سب کو خوش و خرم رکھے اگرچہ یہ مثل مسلم ہی۔ کہ

سالیکہ نکوست از بہارش پیدا است

مگر خدا کی جناب میں التجا سے غافل نہ رہنا چاہیئے اور اسی پر بھروسہ اور توکل اصلی امر ہی۔ خدا محمد احمد کو اور اس کی بیوی کو ہمیشہ نیک توفیق دیتا رہے

والسّلام

سید احمد

الہ آباد۔ ۲۳ نومبر ۱۸۹۱ء

۳۵

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر۔ آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ آپ کی عنایت کا کہ آپ نے پانچ روپیہ ماہواری منظور فرمالیے شکر ادا کرتا ہوں۔ مدرسہ پر اس غبن کا ایسا سخت واقعہ ہوا ہی اور اُس نے مجھ کو ایسا سخت صدمہ دیا ہی جس کا بیان ہو نہیں سکتا۔ مجھ کو سب سے زیادہ تم سے توقع تھی کہ تم آتے اور ہمدردی کرتے۔ نہ صرف مدرسہ کے ساتھ بلکہ میرے ساتھ نہ تم آئے نہ کوئی خط لکھا نہ بات پوچھی اگرچہ جو ہونا تھا وہ ہوا اس کا کچھ علاج نہ تھا مگر تم سے اس رنج میں شریک ہونے کی توقع تھی۔ اسی بنا پر میں نے لکھا کہ آپ کو مدرسہ سے ہمدردی مثل سابق نہیں رہی۔ اخراجات کی تنگی سب کو ہی۔ دوسروں کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ کیا آپ خیال کرسکتے ہیں کہ مجھ کو بیس ۲۰ روپیہ دینا کس قدر مشکل ہی۔ پس ایسے ضروری کاموں کے لیے تنگی اخراجات کا عذر میں اپنے خیال کے مطابق محض مہمل سمجھتا ہوں۔ پس تم پر کیسی ہی تنگی ہو اور آمدنی اخراجات کو کافی نہو اور ہر مہینے قرض ہوتا جاوے ایسے امور میں میں ان باتوں کی کچھ وقعت نہیں سمجھتا ہوں۔ دنیا کا کارخانہ اسی طرح لشتم پشتم چلا جاتا ہی۔ بجز اُن لوگوں کے جو اپنی زندگی کا مقصود گنج قارون جمع کرنا سمجھتے ہیں اور جس قدر جمع ہو جاوے بس نہیں کرتے

اور زیادہ ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ خدا مجھ کو اور تم کو ایسا نہ کرے

والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڈھ ۱۳ نومبر ۱۸۹۵ء

۳۴

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر۔ آپ کا عنایت نامہ مورخہ
۲۲ فروری پہونچا۔ نسبت چھاپنے یا نہ چھاپنے خط نامہ کے جو آپ تجویز کریں
اس کی تعمیل کو ہم موجود ہیں مگر جو مسودہ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اس
میں اور جو چھپا ہے کچھ فرق نہیں ہے بجز اس کے کہ چھپنے میں کوئی نقطہ اچھی
طرح نہیں اٹھا یا کوئی حرف رہ گیا۔ بہرحال جو آپ کی مرضی ہو وہ کیا جاوے
اس امر کی نسبت کہ جو فیصلہ اجلاس میں ہوا ہے اس کے برخلاف کوئی ممبر
رائے لکھے ہم اس کو اپنے اخبار میں نہیں چھاپنے کے اس لیے کہ اگر ہم
چھاپیں تو ضرور ہوگا کہ ہم اس کا جواب بھی دیں۔ اور اس طرح پر طولانی سلسلہ
جواب و سوال کا جاری کرنا ہر ایک کے ناپسند ہوگا۔ مگر علاوہ ہمارے اخبار
کے ہر ایک ممبر کو اختیار ہے کہ جو چاہے سو کرے۔ اس بات کے دریافت
ہونے سے کہ اب آپ کی طبیعت اچھی ہے طمانیت ہوئی والسلام

خاکسار

سید احمد

۲۴ فروری ۱۸۹۶ء

۳۷

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۹ رجون پہونچا۔ ممنون عنایت ہوا۔ مولوی ح ا خ صاحب اور خواجہ م ی صاحب کو خبط ہوگیا ہے جو کچھ چاہتے ہیں بے سمجھے اور بے اصل ضرورت کی دریافت کے لکھتے ہیں۔ با اصل حال کو دانستہ مخفی کرتے ہیں۔ حسابات بورڈنگ ہوس کی نسبت بلاشبہ یہ تجویز ہوئی تھی کہ انگریزی اور اردو میں رہیں۔ مگر قریباً چار سو لڑکوں کا حساب دوہرے طور پر رکھنا ایک خرچ بے فائدہ تھا۔ کیونکہ اردو حساب کو نہ کوئی دیکھتا ہے اور نہ کوئی دیکھنے والا اور نہ کوئی جانچنے والا۔ اس واسطے اردو و انگریزی دونوں زبانوں میں حساب رکھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی مگر سکریٹری کے دفتر کے حسابات جس طرح کہ پہلے رکھے جاتے ہیں اُسی طرح پر ہیں۔ اس قدر مدت تک غبن کا حال نہ دریافت ہونے کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ جو انگریزی حساب بنک سے آتا تھا اُس کا مقابلہ اردو حساب سے شیام بہاری لال کے ذمہ تھا اور وہ بے ایمانی سے کہدیتا تھا کہ سب ٹھیک ہے۔ اب اُس کا مقابلہ کرنا میں نے اپنے ذمہ کرلیا ہے اور ہر مہینے پر مقابلہ کرتا ہوں۔ اور بنک کے پاس خلاصہ اُس کا بھیج کر ہر مہینے اُس کی تصدیق کرا لیتا ہوں۔ جس کے سبب کوئی احتمال آیندہ تغلب کا نہیں ہے۔ انگریزی تحریر پر خواجہ وجیہہ الدین مقرر کر دیے گئے ہیں۔ جن پر بخوبی اعتماد ہے۔ اور کوئی دغابازی کی اُن سے توقع نہیں ہے۔ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ میں چند روز علی گڈھ رہوں گا اور حسابات کو دیکھوں گا اُس سے نہایت خوشی ہوگی۔ بورڈنگ ہوس کا حساب گو انگریزی میں ہے کیونکہ بغیر اُس کے پرنسپل اُس کو جانچ نہیں کرسکتے مگر اگر آپ اُس کو

آن کر دیکھینگے تو سید کلن یا میر ولایت حسین صاحب آپ کو مدد دینگے
سالانہ بجٹ کا حساب جانچنے کے واسطے جو لوگ تجویز کئے گئے ہیں اُن میں
کسی کو فرصت نہیں ہوئی کہ آکر جانچے۔ صرف مرزا عابد علی بیگ صاحب
تشریف لائے اور دس روز رہے اور ذرا ذرا اسباب جانچ کر کیفیت
لکھ گئے ہیں۔ والسّلام خاکسار

سید احمد

علی گڈھ۔ یکم جولائی ۱۸۹۰ء

۳۸

عزیزی و مکرّمی نواب وقار الملک بہادر آپ کا عنایت نامہ پہونچا جو
بحیثیت ٹرسٹی آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ پہلے اس میں ایسے شخص کو تجویز کرلو
جو اپنے تمام ضروریات کو چھوڑ کر دن رات بورڈنگ ہوس کے حساب
میں مصروف ہو اُس شخص کو یہ کہنے کا حق ہے کہ حساب صرف انگریزی
میں ہو یا صرف اردو میں یا انگریزی و اردو دونوں میں لیکن جب
کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے تو اس امر میں اُن لوگوں کا جو اس کام میں مصروف
نہیں ہیں۔ نصیحتیں کرنا کچھ مفید نہیں ہے۔ لڑکوں کے مربیوں کے پاس برابر
حساب اردو میں جاتا ہے۔ اُن کو کوئی مقام شکایت نہیں ہے۔ غرضکہ میں ایسے
لوگوں کی باتوں پر جو دور بیٹھے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ یہ ہونا چاہیئے اور
وہ ہونا چاہیئے توجہ نہیں کرسکتا۔ البتہ جو لوگ اس کام میں مصروف
ہیں وہ جان سکتے ہیں کہ کیا کیا مشکلات درپیش ہیں اور کیونکر حل ہونی
چاہئیں۔ وہ جو کچھ کہیں اور صلاح دیں وہ بلاشبہ توجہ کے لائق ہے۔
دفتر سکریٹری کا حساب بالکل اردو میں مرتب ہے۔ اور انگریزی میں بھی

گزشتہ سال سے مرتب کرنا شروع کیا ہی۔ اس خیال سے کہ اگر گورنمنٹ کا آڈیٹر دیکھنے کو آوے تو دیکھ سکے۔ آپ نے جو یہ خیال کیا ہی کہ دفتر سکریٹری کا حساب بھی انگریزی میں ہی۔ یہ خیال صحیح نہیں ہی۔ والسّلام

خاکسار

سیّد احمد

علی گڈھ۔ ۸ ر جولائی ۱۸۹۷ء

—— ۳۹ ——

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر۔

اسکول کلاسوں میں ابتدا سے سنسکرت پڑھانے والا پنڈت مقرر ہی۔ موجودہ پنڈت کیدار ناتھ ۲ ر نومبر ۱۸۸۵ء سے نوکر ہی۔ اس سے پہلے اور کوئی تھا۔ سنہ ۹۶-۱۸۹۵ء میں صرف دو طالب علم تھے۔ کالج کلاسوں میں سنسکرت پڑھنے والے اور اسکول میں (۴) اور سنہ ۹۷-۱۸۹۶ء میں کالج میں صرف ایک طالب علم سنسکرت پڑھنے والا تھا اور اسکول میں (۳)

باقی امور جو آپ کے عنایت نامہ میں دوسرے صفحہ پر ہیں اُس کا جواب لکھنا میں نہیں چاہتا کیونکہ اُس سے کچھ فائدہ نہیں۔ جن امور کو آپ تصور کرتے کہ قومی کالج کے لیے مبارک فال نہیں ہیں ہم اُنھیں امور کو قومی کالج کے لیے مبارک فال سمجھتے ہیں۔ پس اس کا کوئی علاج نہیں ہی۔ اور یہ یقین کرنا چاہیئے کہ خدا کو جو منظور ہی وہ ہوگا۔ والسّلام

خاکسار

سیّد احمد

علی گڈھ ۲۳ ر جولائی ۱۸۹۷ء

مولوی زین العابدین صاحب سب جج ریٹائرڈ مچھلی شہر کے نام

مولوی صاحب کو سید صاحب سے نہایت خصوصیت تھی مدتوں صوبہ متحدہ میں سب ججی کے عہدہ پر ممتاز رہے پنشن لینے کے بعد ریاست رامپور میں جج ہو گئے تھے ۱۹۰۵ء میں انتقال ہوا۔ محمڈن کالج علیگڈھ کی مسجد میں مدفون ہیں۔

۱

مکرمی مولوی زین العابدین

تمہارا خط نہیں آیا۔ مزاج کا اور شادی کا حال معلوم نہوا کیا یہ بات سچ ہے کہ تم پنشن لیتے ہو یا پنشن لینے کا حکم ہوا ہے۔

اس سال میں نے پانچ روپیہ ماہواری تمہاری طرف سے اسکالرشپ بجٹ میں مندرج کیے ہیں۔ امید ہے کہ تم کو اس کے دینے میں کچھ تکلیف نہوگی تمہارا حال نہ معلوم ہونے سے تردد رہتا ہے۔ والسلام خاکسار

سید احمد

علی گڈھ ۲۰ اپریل ۱۸۸۹ء

۲

مخدومی زین العابدین

تمہارا خط پہونچا۔ میرا نینی تال جانا چند کاموں کے انجام پر موقوف ہے۔ جو ٹھیک معلوم نہیں کہ کب انجام ہوں گے۔ تم اپنا وقت کیوں ضائع کرتے ہو راجہ صاحب کا مکان موجود ہے۔ جو کمرے میرے تعلق ہیں اُن میں تو راجہ صاحب کو بھی مداخلت کا اختیار نہیں ہے۔ پس تم فی الفور مع زین العابدین چلے جاؤ۔ تمہاری

بیماری سے ہیں، سخت پریشان و متردد ہوں والسّلام
خاکسار

سید احمد
علی گڈھ ، رمئی ۱۸۸۹ء

۳

مکرّمی عنایت نامہ پہونچا۔ جن تردّدات کا مجھے ہمیشہ خیال رہتا تھا۔ آخر وہ آن موجود ہوئے۔ لیکن چھ مہینے کی رخصت منظور رہو یا پنشن ہو تم کو اپنی باقی ماندہ زندگی بسر کرنے کا اسی وقت پورا بندوبست کرنا چاہیئے تمہارے خیال میں کیا ہی؟ میں تو اس وقت تمہارا خط پڑھ کر اس قدر پریشان ہوا ہوں کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ بہرحال بتاؤ اب کیا کروگے۔ والسّلام خاکسار

سید احمد
علی گڈھ ۸ مئی ۱۸۸۹ء

۴

مخدومی زین العابدین

میں ۲۰ مئی تک یقیناً نینی تال جاؤں گا۔ اگرچہ تم میں طاقت نہیں ہی۔ مگر جس طرح ہوسکے تم میرے پاس آجاؤ۔ تمہارا دل بھی بہلے گا۔ تم سے تمہارے آیندہ حالات کی نسبت بات چیت کرنے سے میری پریشانی بھی رفع ہوگی معہذا جب چھ مہینے کی رخصت لی ہی تو وہاں پڑے رہنے سے کیا فائدہ۔ علی گڈھ ہی میں رہو۔ یہاں آجاؤ تو اس کا بندوبست بھی کیا جاوے

والسّلام۔ خاکسار سید احمد
علی گڈھ ۔ ۹ رمئی ۱۸۸۹ء

۵

مکرمی زین العابدین

تمہارا خط پہونچا جو امور کہ تردد یا رنج سے پیش آتے ہیں اُن کی نسبت یہ کہدینا کہ رنج و تردد سے کچھ فائدہ نہیں۔ لغو و مہمل لفظ ہیں۔ رنج و تردد کی بات قدرتی طور پر دل کو رنج و تردد میں ڈالتی ہی۔ مگر بہرحال جو امر پیش آوے اُس کو برداشت کرنا چاہیے۔ میری بھی نہایت تمنا ہی کہ جب تک میں زندہ ہوں تم علی گڈھ میں رہو۔ میری کوٹھی کے متصل جو بنگلہ ہی جس میں ڈاکٹر رہتا تھا۔ خالی ہوگیا ہی۔ جب تک تمہارے رہنے کا معاملہ طی نہو کسی کو کرایہ پر نہیں دینے کا جس قدر جلد ممکن ہو اور تم میں طاقت ہو ایک دن یا دو دن کے لیے میرے پاس ہوجاؤ۔ جب تک تم مل نہ جاؤگے اور تم سے زبانی بات چیت نہوجاویگی ترددات جو لاحق ہیں رفع نہونگے اور طبیعت یکسو نہوگی۔ زین الدین کو اپنے ساتھ لیتے آؤ۔ والسلام۔۔ خاکسار

سید احمد

علی گڈھ ۱۳ ؍ مئی ۱۸۹۵ء

۶

مکرمی زینو بھیا

ابھی تمہارا خط پہونچا۔ کچھ شبہ نہیں کہ تم کو مجھ سے جدا ہونے کا ایسا ہی رنج ہی جیسا کہ تم نے لکھا۔ مگر تم تو اُس رنج کو کسی قدر لکھ بھی سکے۔ مگر مجھ کو تمہارے چلے جانے سے جو رنج ہی وہ لکھا بھی نہیں جاسکتا۔ زبان کھجلاتی ہی اور کوئی یہاں نہیں کہ اُس کو برا کہوں۔ دل میں غصہ آتا ہی اور کوئی یہاں نہیں ہی جس پر غصہ نکالوں۔ ہاتھ کھجلاتے ہیں اور کوئی یہاں نہیں ہی جس کو ماروں حقیقت

میں تمہارے جانے سے مکان سونا نہیں ہوا بلکہ دل سونا ہو گیا۔ صبح اُٹھ کر خدایاد نہیں آتا مگر تم یاد آتے ہو

اے کہ ہرگز فراموشت نہ کنم

کا نقشہ ہو گیا ہی۔ قبل روانگی پنجاب میری طبیعت درست نہیں تھی۔ پنجاب میں اور زیادہ مضمحل اور درماندہ ہو گئی۔ لاہور میں زیادہ نہ ٹھہر سکا۔ اور اضلاع پنجاب میں جہاں جہاں جانا تھا جا نہیں سکا۔ واپس چلا آیا۔ بعد واپسی کے طبیعت زیادہ خراب ہو گئی اور کل تک اچھی نہیں تھی۔ آج اچھا ہوں اور امید ہی کہ دو ایک دن میں طبیعت درست ہو جاوے گی۔ تمہاری صحت اور تندرستی کا ہر وقت خیال رہتا ہی۔

لاہور اور اضلاع لاہور میں جو چندہ ہوا اُس کی تعداد قریباً اکیس ہزار روپیہ کے ہی۔ لیکن میرے لاہور میں قیام نہ کرنے سے اور اضلاع میں نہ جانے سے۔ منجملہ زرچندہ کے دس ہزار ایک سو روپیہ نقد وصول ہو گیا۔ زر بقیہ کے وصول کرکے بھیجنے کا دوستوں نے وعدہ کیا ہی۔ معلوم نہیں کہ وصول ہو گا یا نہیں۔ یا کس قدر وصول ہو گا۔ بہرحال بہ سبب ناسازیِ طبیعت میں نہ لاہور میں ٹھہر سکتا تھا نہ اطراف میں جا سکتا تھا۔ میری طبیعت اس وقت سست تھی۔ اس لیے میں نے اپنے ہاتھ سے خط نہیں لکھا۔ گر میری طبیعت اچھی ہی۔ کچھ تردد نہ فرمایئے مگر اس شعر پر ضرور عمل کرنا۔

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی
بیاد آر محبان بادہ پیما را

تمہارے گھر میں سب طرح خیریت ہی والسّلام خاکسار سید احمد

۲۶ر اپریل ۱۸۹۴ء

۷

مکرمی زینو

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۳ اپریل پہونچا۔ آپ نے لکھا ہے کہ اب میں کسی قدر اچھا ہوں۔ اس سے طمانیت ہوئی۔ کثرت کار ہم کو علیل کر دیتی ہے۔ افسوس کہ سید علی حسین خاں ریونیو ممبر کا انتقال ہوگیا اور جب تک کہ کوئی دوسرا مقرر ہو بیشک تم پر کام بہت پڑ جائے گا۔

جناب عالی متعالی مسٹر سید زین الدین صاحب کی صورت دیکھنی مجھ کو نصیب نہیں ہوتی۔ کبھی وہ تشریف نہیں لاتے۔ اور اس سبب سے ان کی ملازمت نصیب نہیں ہوتی۔ تمہارا خط جو ان کے پاس آتا ہے اس کی اطلاع مجھ کو نہیں ہوتی اور نہ تمہاری طبیعت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ پس اب مہربانی سے اپنی خیر و عافیت کا خط میرے نام سے ہمیشہ بھیجتے رہیے۔ چار پانچ روز ہوئے کہ سید مسعود کے ختنہ ہو گئی۔ وہ اور سید محمود اور میں سب بخیریت ہیں۔ والسّلام

خاکسار۔ سید احمد

علی گڈھ۔ ۱۵۔ اپریل ۱۸۹۵ء

۸

مکرمی زینو

آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ ان دنوں میں آپ کو مجھ سے علیحدہ رہنے کا نہایت افسوس ہوگا۔ مگر مجھ کو بھی ان دنوں میں تمہارے رامپور چلے جانے کا نہایت رنج ہے۔ علاوہ ان سب باتوں کے میں نہیں جانتا کہ تم اب زیادہ نوکری رامپور میں کرو۔ تمہاری طبیعت کی حالت اچھی نہیں ہے اور بلحاظ تمہاری طبیعت کے سب جی کے عہدہ سے تم کو پنشن دلوائی گئی۔ چند

روز بہ لحاظ حالات عیال داری کے تم نے نوکری کرلی اور اس قدر روپیہ تمہارے پاس ہوگیا ہی کہ ضروریات عیال داری سے فارغ ہوجاؤ گے۔ پس اب اپنی جان کو تکلیف میں ڈالنا کچھ ضرور نہیں۔ جو کچھ تم کو ملتا ہی تمہاری زندگی بسر کرنے کے لیے نہایت کافی ہی۔ خدا کا شکر کرو اور اپنے گھر میں آکر بیٹھو اور جو خدا نے دال روٹی دی ہی اُس کو کھاؤ اور شکر کرو۔ السٹر جو تم نے بنوایا ہی۔ میں یہ تو جانتا تھا کہ میرے لیے بنوایا ہی اور عظیم نے جو لکھا تھا وہ سچ لکھا۔ میں نے اُس سے یوں ہی کہا تھا۔ مگر میری خوشی یہ تھی کہ تم یہاں موجود ہوتے اور جس طرح ہمیشہ اپنے ہاتھ سے خلعت عنایت کیا کرتے تھے۔ اسی طرح وہ خلعت بھی دیتے اور میں آپ کے سامنے پہنتا۔ مگر چوکہ اب آپ کے آنے میں دیر معلوم ہوتی ہی۔ اس لیے اگر ضرورت ہوئی تو اُس کو پہن لوں گا۔ ورنہ حتی المقدور تمہارے آنے کا انتظار کروں گا۔ میں نے آپ کی طرف سے دس روپیہ ماہواری دو برس کے لیے چندہ واسطے اجراء کار تعمیر مسجد کے لکھدیا ہی۔ حضور پرنور نواب صاحب رام پور دام اقبالہ علی گڈھ اسٹیشن سے گزرے۔ مجھ کو کچھ اطلاع نہیں تھی۔ ورنہ میں جاکر آداب عرض کرتا۔ باقی ما بخیر و شما بہ سلامت۔ والسّلام

خاکسار سید احمد

علی گڈھ۔ ۲۸ر اکتوبر ۱۸۹۵ء

——— ۸ ———

مکرمی زینو

ہزار روپیہ کے کرنسی نوٹ واسطے پورا کرنے نقصان کالج کے زین الدین نے مجھ کو دیے جس کے لیے میں آپ کا دل و جان سے شکر ادا کرتا ہوں لیکن

ایک اور امر ہی جس کی بابت تصفیہ ہونا چاہیے۔ گزشتہ بجٹ میں آپ کی طرف سے مالعہ بحساب عہ ماہواری بابت اسکالرشپ آپ کے نام لکھے گئے تھے اُس میں کچھ وصول نہیں ہوا اور بابت منافعہ تین قطعہ ڈبنچروں کے لغایتہ آخر مارچ ۱۸۹۶ء لیہ زین الدین کے دادنی ہونگے اور بابت منافع دیگر مبلغان کے بیہ زین الدین کے دادنی ہونگے۔ بعد منہائی اُن روپیوں کے جو واسطے ادائی فیس کے دے دیے گئے ہیں جسکا مجموعہ مالعہ ہی پس اگر آپ اجازت دیں تو اُن روپیوں کا جمع خرچ کر دیا جائے۔ کیونکہ اسی ماہ مارچ میں اُن کا جمع ہونا ضرور ہی۔

دوسرا امر یہ ہی۔ جو کہ توقع نہیں ہی کہ سال آیندہ میں آپ رام پور میں ملازمت اختیار رکھیں گے اور نیز فیس تعلیم کی زیادہ ہوگئی ہی اس لیے بہ نظر آپ کے حالات کے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آیندہ سے آپ کے نام سے بجٹ میں کوئی اسکالرشپ نہ لکھی جائے یا نہایت ہی قلیل لکھی جائے۔ جیسی کہ آپ کی رائے ہو اُس سے اطلاع دیجیئے۔

تیسرا امر یہ ہی کہ کالج سے ہرسال زین الدین کو بابت منافع مبلغان امانت شدہ مالعہ اور بابت منافع تین قطعہ ڈبنچر لعہ یافتنی ہوتے ہیں جس کا مجموعہ مالعہ ہوتا ہی اور یہ روپیہ آپ کے تینوں لڑکوں کی جبکہ تیسرا بھی داخل ہو جائے ادائے فیس کے لیے کافی ہوگا اور اور روپیہ بچ رہے گا۔ اس امر کی بھی میں آپکو اطلاع کرنا چاہتا ہوں کہ ہم قرضہ گورنمنٹ میں ماعہ ماہواری قسط دیتے ہیں۔ چند ماہ کے بعد وہ قرضہ پورا ہو جاویگا اور ہمارا ارادہ ہی کہ دو سو یا ڈھائی سو روپیہ ماہواری جو اُس قرضہ سے چھوٹ جاوے گا وہ زین الدین کے زر امانت میں لگا دیا جاوے تاکہ رفتہ رفتہ زر امانت بیباق ہو جائے

اس میں جو آپ کی مرضی ہو اُس سے مطلع کیجیئے۔ والسّلام

خاکسار سیّد احمد

علی گڈھ ۵ مارچ ۱۸۹۶ء

—— ۱۰ ——

مکرّمی زینو

آپکا عنایت نامہ طولانی رجسٹری شدہ پہونچا۔ میں نے حسب تحریر سابق حسابات کا جمع خرچ کردیا۔ ۱۰۱ روپیہ دادنی بعد جمع خرچ نکلے تھے وہ زین الدین کے پاس بھیج دیے۔ مجھکو ہرگز نہ اس بات کا خیال تھا اور نہ خیال ہی کہ میرے بعد تم یا تمہاری اولاد علی گڈھ میں سکونت اختیار کریگی۔ تمہارا اور تمہاری اولاد کا یہاں رہنا صرف عارضی غایت درجہ میری یا تمہاری زندگی تک ہی شاید تم کو یاد ہوگا کہ میں نے تم کو لکھا تھا کہ ایک شخص کی عارضی زندگی کے بھروسہ پر کوئی مکان وطن اختیار کرنے کے لیے بنانا لغو اور بے فائدہ ہی تمہارا خیال تھا کہ بنارس میں تو وطن اختیار نہیں ہو سکنے کا۔ اگر ہوسکے تو مکانات شوالہ موجود ہیں اور یہی وجہ اصلی بنارس کے مکان فروخت کرنے کی ہوئی۔ بہرحال جب امر کہ ہوچکا اُس کے ذکر سے کچھ فائدہ نہیں۔

میں اب بھی تم کو صلاح دیتا ہوں کہ اپنی اولاد سے جو فضل الٰہی سے سب سمجھدار ہیں صلاح کرو کہ وہ کہاں توطن اختیار کرنا پسند کرتے ہیں۔ علی گڈھ میں یا دوسری جگہہ اگر وہ مرادآباد میں پسند کریں جس کو میں بھی اپنی اور تمہاری زندگی کے بعد اُن کا وطن ہونا پسند کرتا ہوں تو تم کو مرادآباد میں کوئی مکان لے لینا جو سستا بھی ملے گا نہایت مناسب ہی اور اگر وہ علی گڈھ میں رہنا پسند کریں تو علی گڈھ میں کوئی مناسب بندوبست کیا جائے۔ اسمٰعیل خاں والی کوٹھی

اُن کے لیے خرید دینے کی شکایت بیجا ہی۔ کبھی مجھ کو خیال بھی نہ تھا کہ درحقیقت اُس زمین کے خریدنے کا اور اُس میں مکان بنانے کا جو میری کوٹھی کے پاس ہی اور جو محمد احمد کے لیے خریدی گئی ہی تمہارا ارادہ ہی اور نہ کبھی اُس کا ارادہ تم نے ظاہر کیا۔ اب اس خط میں اُس کا ذکر کرتے ہو۔ جس بنگلہ میں تم علی گڈھ میں رہتے ہو اگر وہ میری ملکیت ہوتا تو شاید خدا جانتا ہوگا کہ میں اُسی وقت بلا معاوضہ تم کو دے دیتا۔ مگر آپ کو معلوم ہی کہ وہ ملکیت مدرسہ ہی نہ اُس کو میں منتقل کر سکتا ہوں نہ اُس کا منتقل کرنا مناسب ہی اور نہ کرایہ میں تخفیف کر سکتا ہوں۔

اس کی مرمت کی جو شکایت ہی اُس کی نسبت میں نے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں کہ تم اپنے اہتمام سے خود جس طرح تمہاری مرضی ہو مرمت کرا لو اپنی خاطر خواہ اور اُس کی لاگت کرایہ میں مجرا لے لو میں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر مکان میں تنگی ہی تو تم کوئی کمرہ زاید بنا سکتے ہو آپ نے چبوترہ کا سوائے اس خط کے کسی میں ذکر نہیں کیا۔ آپ چبوترہ بھی مرمت کے ساتھ بنوا لیں۔ یہ تو آپ یقین کر لیں کہ جس بنگلے میں آپ رہتے ہیں وہ کسی طرح منتقل نہیں ہو سکتا۔ مگر آپ اس بات کا قطعی تصفیہ کریں کہ بعد میری اور آپ کی زندگی کے آپ کی اولاد کو کہاں توطن اختیار کرنا مناسب ہوگا۔ علی گڈھ میں یا اور کسی جگہ اگر علی گڈھ ہی میں توطن قرار پاوے تو اُس وقت کوئی تدبیر مکان کی نسبت کی جاوے اور صلاح سے کوئی زمین لی جاوے جس میں مکان تعمیر ہو والسّلام

خاکسار سید احمد علی گڈھ ۱۱ مارچ ۱۸۹۶ء

خواجہ الطاف حسین صاحب حالی کے نام

مولانا پانی پت کے رہنے والے ہندوستان کے مشہور شاعر تھے جن کو سعدی ہند کے لقب سے یاد کیا جاتا ہی۔ ۱۹۱۴ء میں وفات پائی

۱

جناب مولانا مخدوم مکرم بندہ

میں کلکتہ پہونچ گیا۔ نشان تحت خط ہذا مندرج ہی۔ نواب ضیاءالدین احمد خاں بہادر نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ نسبت مسودہ قانون وقف خاندانی اہلِ اسلام کے میں اپنی رائے لکھ کر بھیجونگا۔ جو کہ غالباً وہ تساہل فرماویں اور جلد نہ بھیجیں اس لیے آپ ازراہ عنایت اُن سے تاکید کرکے اور اپنے سامنے لکھوا کر جلد ارسال فرماویں۔ مسودہٗ قانون ان کے پاس ہی۔ اگر آپ کے تکلیف نہ ہو تو آپ اُس کو جناب برادر صاحب بخشی انعام اللہ خاں صاحب کو بھی زبانی سمجھا دیں کیونکہ اُن کو فرصت اور دماغ اُس کے پڑھنے کا نہو گا اسی لیے میں نے اُن کے پاس نہیں بھیجا۔ بس آپ اُس کے مطالب زبانی بیان فرمادیں اور اُن سے خط نسبت اُس کے لکھوا کر روانہ فرمادیں۔

پانی پت میں جو ذی وجاہت اور معزز مسلمان ہوں اُن کے پاس سے میں رائے آنی چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہی کہ کم سے کم ایک ہزار رئیسوں کی رائیں جمع ہوجاویں۔ والسّلام خاکسار سید احمد

(کلکتہ ۱۰ ر نمبر وکٹوریہ ترلیس)

دسمبر ۱۸۷۶ء

۲

جناب مخدوم ومکرم من۔ عنایت نامجات مع پانچ جلد مسدس پہونچے جس وقت کتاب ہاتھ میں آئی جب تک ختم نہ ہولی ہاتھ سے نہ چھوٹی اور جب ختم ہولی تو افسوس ہوا کہ کیوں ختم ہوگئی۔ اگر اس مسدس کی بدولت فن شاعری کی تاریخ جدید قرار دی جاوے تو بالکل بجا ہی۔ کس صفائی اور خوبی اور روانی سے یہ نظم تحریر ہوئی ہی بیان سے باہر ہی۔ تعجب ہوتا ہی کہ ایسا واقعی مضمون جو مبالغہ جھوٹ تشبیہات دور از کار سے جو مایۂ ناز شعرا وشاعری ہی بالکل مبرّا ہی۔ کیونکر ایسی خوبی وخوش بیانی اور موثر طریقہ پر ادا ہوا ہی۔ متعدد بند اس میں ایسے ہیں جو بے چشم نم پڑھے نہیں جاسکتے۔ حق ہی جو دل سے نکلتی ہی دل میں بیٹھتی ہی۔ نثر بھی نہایت عمدہ اور نئے ڈھنگ کی ہی۔ پرانی شاعری کا خاکہ نہایت لطف سے اُڑایا ہی یا ادا کیا ہی۔ میری نسبت جو اشارہ اس نثر میں ہی اُس کا شکر کرتا ہوں۔ اور آپکی محبت کا اثر سمجھتا ہوں۔ اگر پرانی شاعری کی کچھ بو اُس میں پائی جاتی ہی تو صرف اُنہی الفاظ میں ہی۔ جن میں میری طرف اشارہ ہی بیشک میں اس کا محرک ہوا اور اس کو میں اپنے اُن اعمالِ حسنہ میں سے سمجھتا ہوں کہ جب خدا پوچھیگا کہ تو کیا لایا میں کہونگا کہ حالی سے مسدس لکھوا لایا ہوں اور کچھ نہیں۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے اور قوم کو اس سے فائدہ بخشے۔ مسجدوں کے اماموں کو چاہیے کہ نمازوں میں اور خطبوں میں اسی کے بند پڑھا کریں۔ آپنے یہ نہیں ارقام فرمایا کہ کس قدر کتابیں چھپی ہیں اور کیا لاگت لگی ہی اور فی کتاب کیا قیمت مقرر کی ہی نہایت جلد آپ ان جملہ امور سے مجھے مطلع فرمایئے یہ بھی لکھیے کہ بعد تقسیم یا فروخت کس قدر کتابیں اب موجود ہیں۔

آپ کے اس خیال کا کہ حق تصنیف مدرستہ العلوم کو دیا جاوے اور رجسٹری

کرادی جاوے میں دل سے شکر کرتا ہوں مگر میں نہیں چاہتا کہ اس مسدس کو جو قوم کے حال کا آئینہ اور یا اُن کے ماتم کا مرثیہ ہی کسی قید سے مقید کیا جاوے جس قدر چھپے اور جس قدر وہ مشہور ہو اور لڑکے ڈنڈول پر گاتے پھریں اور رنڈیاں مجلسوں میں طبلہ سارنگی پر گاویں۔ قوال درگاہوں میں گاویں۔ حال لانے والے اس سچّے حال پر حال لاویں اُسی قدر مجھ کو زیادہ خوشی ہوگی میرا تو دل چاہتا ہی کہ دہلی میں ایک مجلس کروں جس میں تمام اشراف ہوں اور رنڈیاں نچواؤں مگر وہ رنڈیاں بھی مسدس گاتی ہوں۔ میں اس کل مسدس کو تہذیب الاخلاق میں چھاپوں گا۔ میرے اُن استفسار کا جواب جن پر نشان درج کر دیا ہی بہت جلد مرحمت ہو۔ والسّلام

خاکسار آپ کا احسانمند تابعدار

سید احمد

شملہ۔ پارک ہوٹل۔ ۱۰ر جون ۱۸۷۹ء

۳

جناب مولانا۔ مخدوم و مکرم من

شملہ میں میرے لیے اس سے بڑھ کر کون سی نعمت ہو سکتی ہی کہ چند روز آپ کی صحبت رہے میرا رمضان سچ مچ عید ہو جاویگا آپ بلا تامل تشریف لائیے۔ مکان دل۔ آنکھیں سب حاضر ہیں۔ موسم یہاں کا اچھا ہی۔ اتفاقیہ علالت دوسری چیز ہی۔ معمولی بیماری کا ہر جگہ ہونا لازمی ہی۔ سردی بہت نہیں ہی۔ نہایت ملائم ٹھنڈک ہی۔ بارش اکثر ہوتی ہی جو کسی قدر ناگوار ہی۔ آپ تشریف لائیے میری دانست میں کچھ نقصان اور مضرت سردی کے سبب متصور نہیں ہی لیکن تین امر کا خیال رہے۔ اوّل یہ کہ جب کالکا سے چلیے اگرچہ ٹونگہ چھتری دار

ہوگا تو بھی ایسا سامان جو بارش سے محفوظ رکھے ضرور ساتھ ہو۔ دوسرے کالکا سے قبل روانگی تار برقی میرے پاس مشعر روانگی از کالکا بھیجدیجئے گا۔ تاکہ میں اس مقام پر جہاں تک ٹونگہ آتا ہی اپنا نوکر اور جھپان بھیجدوں گا ورنہ میرے مکان تک آنے میں نہایت تکلیف ہوگی۔ تیسرے کالکا سے تانگہ پر نہ آئیگا۔ ٹونگہ میں آئیگا۔ جس میں ۲ ٹٹو ہوتے ہیں۔ انبالہ سے ڈاک والے سے بندوبست ہوجاتا ہی۔ ساڑھے نو روپے میں شملہ تک پہونچا دیتا ہی۔ انبالہ سے ڈاک گاڑی ہوتی ہی اور کالکا سے ٹونگہ۔ اگر ارادہ شریف مصمم ہوگیا ہو تو اس عریضہ کا جواب فوراً ارقام فرمائیگا والسّلام خاکسار

سید احمد

شملہ پارک ہوٹل ۱۶۔ اگست ۱۸۸۹ء

۴

جناب مولانا مخدوم و مکرم من۔ مولانا حالی۔

آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ جو ہمدردی آپ نے میرے ساتھ اس روپیہ کے غبن ہونے میں فرمائی ہی۔ اُس کا میں دل سے شکرگزار ہوں۔ مگر لاکھ روپیہ سے زائد غبن معلوم ہوتا ہی اس کا جس قدر مجھ کو رنج و صدمہ ہی وہ بیان نہیں ہوسکتا۔ ہرچند میں دل کو سمجھاتا ہوں کہ جو ہونا تھا وہ ہوگیا۔ مگر ایک نیچرل امر ہی دل کو بے اختیار رنج و فکر میں پڑنا۔ چند روز تک تو میری حالت ایسی خراب تھی کہ مجھے کسی بیماری شدید کے لاحق ہونیکا اندیشہ (یہاں پر ایک لفظ بھول گئے ہیں شاید "رہا" یا "تھا" ہوگا) تین روز تک مطلق کھانا کھایا نہیں گیا اور طبیعت کی عجیب کیفیت تھی۔ مگر اب اُس حالت سے بہت

افاقہ ہی۔ اگر میرا ذاتی روپیہ ہوتا تو مجھے کچھ بھی پرواہ نہ ہوتی۔ آپ کے کلمات تشفی آمیز سے بہت تقویت ہوتی ہی۔ مگر جب تعداد کثیر روپیہ کا خیال جاتا ہی تو دوستوں کی تشفی سب بھول جاتی ہی۔ خدا رحم کرے۔

والسّلام

خاکسار

سید احمد

علی گڈھ۔ ۲ر اکتوبر ۱۸۹۵ء

مولوی چراغ علی صاحب المخاطب بہ نواب اعظم یار جنگ کے نام

مولوی صاحب عرصہ تک حیدرآباد میں معتمد فنانس کے عہدہ پر معزز و ممتاز رہے ہیں۔ ۱۸۹۵ء میں وفات پائی۔

۱

مخدومی و مکرمی نواب اعظم یار جنگ بہادر

آپ کا عنایت نامہ اور چند اجزا جواب سوال پہونچ زاید از حد آپ کی عنایت کا شکر ادا کرتا ہوں۔ مجھے نہایت خوشی ہے کہ آپ کا جواب کتنا ہی بڑا ہو تہذیب الاخلاق میں چھاپا جاوے گا۔ آپ کے پروف بھیجنا تو مشکل ہے مگر جہاں تک مجھ میں طاقت ہے تو میں اُس کی صحت میں کوشش کروں گا۔ آپ نے جو صدر محاسبی تقاضا کر دیا کہ رقم ماہوار جلد جلد بھیج دیا کریں اس کا بھی شکر کرتا ہوں اب حیدرآباد میں سوائے آپ کے کوئی دوست نہیں ہے۔ اس لیے آپ کو کالج کے امور کی نسبت زیادہ تر خیال رکھنا لازم ہے۔ سو روپیہ ماہواری جو بڑے سر سالار جنگ مرحوم نے خاص اپنی جاگیر سے کالج کے لیے مقرر کیا تھا۔ اور سند دوامی عنایت کی تھی۔ اُس کو نواب س۔ ج بہادر نے روک رکھا ہے نہایت افسوس کی بات ہے جو نواب س۔ ج نے ایسا کیا۔ ہم نے بذریعہ گورنمنٹ انگریزی کوئی تحریک نہیں کی ہے۔ اور معلوم نہیں کہ اس طرح پر تحریک کرنی مناسب ہو یا نہیں۔ اس قصہ کے لکھنے سے مقصد یہ ہے

کہ آپ وہاں ہیں اور کالج کے ہر ایک امر کا لحاظ اور خبر گیری صرف آپ کی ذات سے توقع کی جاتی ہے۔

بقیہ اجزائے جواب بھی عنایت فرمایئے

والسّلام خاکسار

سیّد احمد

علی گڈھ ۱۲ ؍ جون سنہ ۱۸۹۴ء

خان بہادر مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی کے نام

مرحوم ہندوستان کے مشہور مصنفین میں تھے۔ میور سنٹرل کالج میں پروفیسر تھے۔ ۱۹۱۰ء میں وفات پائی

۱

مخدومی مکرمی شمس العلماء خان بہادر

اس قدر القاب لکھنے پایا تھا کہ ڈاک آئی اور آپ کا نوٹ انگریزی رپورٹ سالتمام پر لکھا ملا۔ خدا کا شکر کیا۔ بہت دعائیں دیں کہ تم کو اور تمہارے بیٹے کو خدا زندہ و سلامت رکھے۔ تم سے میں اس لیے ناراض ہوا کہ باوجود اس قدر بیماری کے جو دہلی میں ہوئی۔ آپ نے اور آپ کی ندار سیدہ بیوی صاحب نے عنایت اللہ کو دہلی میں رہنے دیا۔ متعدد مرتبہ میں نے ارادہ کیا کہ آپ کو لکھوں کہ عنایت اللہ کو دہلی سے بھیج دو پھر معلوم نہیں کہ کیا کیا اوہام اور خیالات نے گھیرا کہ خط لکھا لکھایا چاک کر دیا اور دل کو اس بات سے تقویت دی کہ خدا پر توکل کرو مگر خدا کا شکر ہو کہ خیر و عافیت سے بہت سخت زمانہ گزر گیا۔ مجھ کو تو دن رات تردد رہتا تھا۔ اب بھی گرمی بڑی شدت کی ہے۔ خدا سب کی خیر و عافیت رکھے۔ آمین۔

میں نے حکیم عبدالمجید خاں صاحب سے اقرار کیا تھا کہ مدرسہ طبیہ کی سالانہ رپورٹ میں لکھونگا۔ انھوں نے مجھکو بلایا کہ رپورٹ لکھ جاؤ۔ میں نے کہا کہ دہلی میں

بیٹھ کر نہیں لکھی جا سکتی۔ آپ سب کاغذات لکھ کر اپنے بھائی صاحب کو علی گڈھ بھیجد یجیئے۔ چنانچہ وہ دو دن کے لیے بروز پنج شنبہ علی گڈھ آویں گے اگر آپ بھی اُن کے ساتھ دو دن کے لیے تشریف لے آویں تو بہتر ہوگا۔ عنایت اللّٰہ کو شملہ یا نینی تال بھیج دو تو بہتر ہی۔ نینی تال میں اُس کے لیے میں بندوبست کرونگا

والسّلام

خاکسار سیّد احمد

علی گڈھ ۱۶ مئی ۱۸۹۲ع

۲

مخدومی و مکرمی جناب شمس العلماء خان بہادر

عنایت نامہ پہونچا۔ عزیزی عنایت اللّٰہ کی طبیعت کے بہتر ہونے کا جو حال آپ نے لکھا ہی اُس سے خوشی ہوئی۔ خدا اُس کو صحت کامل اور مستقل عنایت کرے۔ میں آپ سے بیان نہیں کر سکتا کہ عنایت اللّٰہ کی علالت مزاج سے مجھ کو کس قدر رنج ہی۔ سید محمود کو جیسا کہ اُن کا مزاج ہی۔ ہائی کورٹ کی ججی کی کچھ بھی پرواہ نہیں ہی۔ وہ استعفا دینے کو جوتی اُتارنے کے برابر سمجھتے ہیں۔ جو تحریرات بابت تنازعہ چیف جسٹس اُنھوں نے لکھی ہیں وہ نہایت سخت ہیں اور چیف جسٹس کی نسبت الزام لگانے اور اُس کی خصلتوں کے بیان کرنے میں کچھ فروگزاشت نہیں کی۔

ابھی ان تمام تحریرات کی نسبت گورنمنٹ سے کچھ فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ اُنھوں نے استعفا بھیجدیا ہی۔ بعد اس قدر رنجاچاقی اور تحریرات مخالفت کے پھر یکجائی اور بشرکت کام ہونا ناممکن تھا لہذا اُن کے دل میں سما گیا ہی کہ مجھے نوکری کرنی ہی منظور نہیں ہی اس کا کیا علاج ہی۔ بہرحال خدا کو جو بہتر معلوم ہوگا وہ ہوگا۔

دو رِم کاغذ کی جو مدرسہ کے کام کے لیے آپ سے منگائے تھے اُس کی
قیمت لہ بذریعہ منی آرڈر مرسل خدمت ہیں۔ والسّلام

خاکسار سید احمد

علی گڈھ ۲۶ ستمبر ۹۳ء

— ۴۷ —

مخدومی مکرمی جناب شمس العلما، خان بہادر

تہذیب کا کاغذ ہو چکا ہے۔ میں ایک تختہ سفید کاغذ کا اور ایک تختہ زرد کاغذ کا بطور نمونہ کے بھیجتا ہوں۔ جیسا کہ سفید تختہ ہے اُس کے ساتھ کے بیس رِم اور جیسا کہ زرد تختہ ہے اُس کے ساتھ کے چار رِم اور روانہ فرما دیں۔

۱۲ جولائی کے اجلاس ٹرسٹیان میں آپ کا تشریف لاکر شریک ہونا ضرور ہے اب کے "تہذیب الاخلاق" میں عزیزی عنایت اللہ کا ایک مضمون انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا ہوا چھپا ہے۔ آپ انصاف سے اُس کو پڑھیے گا۔ آپ کی تمام عمر ترجمہ کرنے میں گزر گئی۔ آپ بھی ایسا عمدہ ترجمہ کرسکتے ہیں۔ اگر کسی ایسے مطول اور مشکل مضمون کا اردو میں ایسا ترجمہ کردو تو جو کچھ کہو آپ کی نذر کردوں۔ والسّلام

خاکسار سید احمد

علی گڈھ۔ ۲۹ جولائی ۹۵ء

— ۴۸ —

جناب والا شمس العلما خان بہادر

واہ جناب واہ۔ آپ نے خواجہ وجیہ الدین سے فرمایا کہ گیارہ بجے کا وقت جو بجٹ میٹنگ کے لیے مقرر کیا ہے اچھا نہیں ہے اگر ایک بجے کا وقت

ہوتا تو اچھا تھا۔ مطلب آپ کا یہ تھا کہ آپ نو بجے دلی سے چلتے اور اجلاس میں شریک ہوکر۔ اُسی دن واپس چلے جاتے۔ یہی آپ کا انصاف ہی۔ آپ سے ملاقات نہیں ہوتی۔ برس میں دو اجلاس ہوتے ہیں۔ جس میں آپ سے ملاقات ہونے کی توقع ہوتی ہی۔ اگر برس میں دو دن بھی آپ ملاقات پسند نہیں کرتے تو مجھ کو اپنی بدقسمتی پر افسوس ہی۔ آپ ضرور تاریخ اجلاس سے ایک روز پہلے تشریف لائیگا۔ دوسرے دن اجلاس میں شریک ہوکر تشریف لیجائیگا۔ ایک دن قبل اجلاس کے بورڈ آف مینجمنٹ کا اجلاس ہوگا اور غالباً سید محمود بھی اُس اجلاس میں اور ٹرسٹیوں کے اجلاس میں شریک ہوں گے اُن سے بھی ملاقات ہوجاوے گی۔ پس آپ ضرور ایک روز قبل اجلاس کے تشریف لائیں معلوم نہیں کہ عزیزی عنایت اللہ مہوبا سے واپس آئے یا نہیں والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڈھ ۵ جولائی ۱۸۹۶ء

۵

مخدومی مکرمی جناب شمس العلماء خان بہادر

سید احمد علی دہلی میں ہی اگرچہ افسوس ہی کہ وہ بھی نہایت کاہل اور سست افسردہ محض ہوگیا ہی لیکن اگر اُس کی بیوی اچھی ہو اور وہ خود اپنے تئیں یہاں آنے کے لائق سمجھتا ہو تو اُس کو بھیجدیجیے۔ بعض کام انگریزی تحریر کے ضروری ہیں عزیزی عنایت اللہ کا حال معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور اُس کی طبیعت کا کیا حال ہی اگر اُن کی طبیعت اچھی ہو تو ہفتہ دو ہفتہ کے لیے اُن کو بھی بلانا چاہتا ہوں تاکہ وہ انگریزی کے کام میں کچھ مدد کریں۔ خاکسار سید احمد علی گڈھ

۶

مخدومی مکرمی شمس العلماء خان بہادر

حضور جناب وائسرائے و گورنر جنرل آف انڈیا ۲۰ نومبر کو علیگڑھ واسطے ملاحظہ کالج کے تشریف لاویں گے اور اس سبب سے ضرورت ہوگی کہ صدر دروازہ مدرسہ سے اسٹریچی ہال تک سُرخ بانات بچھائی جائے۔ جس کا فاصلہ قریباً پونے دوسو گز کا ہی بانات بوریہ کے اوپر بچھائی جاتی ہے اور کوئی نقصان بانات میں نہیں ہوتا مگر یہاں اس قدر بانات نہیں ملتی۔ سابق میں دہلی سے ایک بزاز لایا تھا اور چند گھنٹہ بچھا کر پھر اُٹھالے گیا اور شاید ۸ر گز کے حساب سے اُس کو کرایہ دیا گیا تھا۔ پس آپ فی الفور جواب لکھیں کہ دہلی میں کوئی بزاز اس طرح بانات لانے کو راضی ہی یا نہیں۔ اگر راضی ہو اور معتبر آدمی ہو تو اُس کو ۲۵ر نومبر تک بانات لیکر یہاں آجانا ہوگا۔ ۲۶ر نومبر کو ۹ بجے بانات بچھائی جاوے گی اور ایک بجے یا دو بجے اُٹھالی جاویگی۔ امید کہ جلد تر اس کا جواب عنایت فرمایئے

والسّلام ۔ خاکسار

سید احمد

علی گڈھ ۱۰ر نومبر ۱۸۹۶ء

۷

مخدومی مکرمی جناب خان بہادر شمس العلماء

اس وقت میرے پاس صاحب کلکٹر بہادر علی گڈھ کی ایک باضابطہ چٹھی آئی ہی جس میں اُنھوں نے لکھا ہی کہ شمس العلماء مولوی ذکا اللہ خاں زندہ ہیں اور وہ کہاں ہیں۔ میں نے جواب لکھدیا ہی کہ فضل الٰہی سے زندہ ہیں اور دہلی میں ہیں اور چیلوں کے کوچہ گذر فیض بازار میں رہتے ہیں مگر اس استفسار کا سبب مجھکو کچھ معلوم نہیں

والسّلام خاکسار سید احمد علی گڈھ ۸ر نومبر ۱۸۹۶ء

راجہ[1] جے کشن داس صاحب سی-آئی-ای رئیس مراد آباد کے نام

۱

جناب راجہ صاحب مخدوم و مکرم

اگر آپ کو تکلیف نہ ہو اور کسی کمرہ میں پندرہ دن روز عنایت اللہ کو رہنے کی اجازت دیں تو میں اور شمس العلماء مولوی ذکا اللہ عنایت اللہ کے باپ آپ کے شکر گزار ہوں گے۔ عنایت اللہ نہایت سعادتمند لڑکا ہے اور بہت سلیقہ کا اور نہایت آدمیت و صفائی سے رہنے والا ہے۔ والسّلام

خاکسار

سید احمد

۱۷ مئی ۱۸۹۰ء

---

[1] راجہ صاحب سیّد صاحب کے بہت مخصوص دوستوں میں تھے لیکن افسوس کہ راجہ صاحب کے نام اور خطوط جو یقیناً تعداد میں زیادہ ہونگے دستیاب نہ ہوسکے۔

نواب عماد الملک بہادر مدظلہ العالی کے نام

مولانا سید حسین بلگرامی المخاطب بہ نواب عماد الملک ہندوستان کے اہلِ علم اور مشاہیر سے ہیں۔ سرکار نظام میں متعلف ذمہ داری کے عہدوں پر ممتاز رہے ہیں اب وظیفہ پاتے ہیں اور حیدرآباد دکن میں مقیم ہیں

۱

جناب مخدوم و مکرم من۔

میرے دل کو اُس دن آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا نہایت رنج ہی حقیقت میں اس قدر کام تھا کہ حاضر ہونا بالکل بھول گیا۔ نہایت نادم ہوں ندامت کا افسوس نہیں ہی۔ کیونکہ آپ سے ندامت ہونا کچھ بات نہیں ہی مگر درحقیقت مجھ کو رنج ہی اور وہ اس طرح دور ہو سکتا ہی کہ میں دولت خانہ پر خواہ چادر گھاٹ میں خواہ پہاڑ پر جہاں آپ ہوں حاضر ہو کر الوش خوری کر کے رنج کو مٹا دوں پس اگر کل آپ تشریف رکھتے ہوں تو مجھے علی الصباح مُطّلع فرمائیے میں حاضر ہوں ورنہ پہاڑ پر جس دن آپ فرما دیں حاضر ہوں جو دلی نیاز کہ مجھ کو آپ سے ہی وہ حاجت بیان نہیں رکھتا۔ والسّلام

خاکسار

سید احمد

۲۵ راکتوبر ۱۸۸۲ء

۲

جناب مخدوم و مکرم معظم باعث افتخار ما برگشتہ نصیباں زاد عمرہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۷ر نومبر پہونچا باعث اعزاز ہوا - آپ کا تعلیمی کانگریس میں شریک ہونا میں آپ کو دل سے یقین دلاتا ہوں کہ ہماری قومی عزت دلی خوشی ذریعۂ افتخار اور غرور ہی - میں نے آپ کا نام نامی سرورق میں لکھ لیا ہی - پانچ روپیہ سال اُس کا چندہ ہی - پچھلے سال کی رپورٹ معہ رسالہ مولوی شبلی صاحب مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم پر جو گویا ایک جزو رپورٹ مذکور کا ہی خدمت عالی میں روانہ کی ہی - رپورٹ نہایت ناقص چھپی ہی - مگر اُس کے آخر میں قواعد کانگریس شامل ہیں اُس سے اُس کے مقاصد معلوم ہوں گے -

درحقیقت اُس سے یہ مقاصد میں نے سمجھے ہیں - اوّل یہ کہ ہر سال مختلف مقامات میں مسلمانوں کا گروہ جمع ہوگا اور مسلمانوں کی تعلیم پر اُلٹی سیدھی یا اچھی بری معقول نامعقول جو کچھ بحث ہوگی مگر اُس سے فائدہ یہ ہی کہ مسلمانوں میں ایک تحریک اور خیال تعلیم کا ضرور پیدا ہوگا -

دوم ہر ضلع سے مسلمانوں کی تعلیمی حالت کی رپورٹ لکھے جانے کی خواہش کی جاتی ہی - اگر ہر ضلع کی رپورٹیں تیار ہو جاویں تو ایک صحیح نقشہ مسلمانوں کی حالت تعلیم کا لوگوں کے سامنے آجاوے شاید اُس کی درستی کا اور لوگوں کو بدتر حالت مسلمانان سے مطلع ہو کر کچھ توجہ کرنے کا موقع ملے -

اُسی کے ساتھ یہ تدبیر چاہتا ہوں کہ علوم عربیہ اور درس کتب مذہبی جو معدوم ہوتا جاتا ہی کسی طرح قائم رہے اگر عربی و فارسی ہم میں سے معدوم ہو جائے تو اُسی کے ساتھ ہماری قومیت بھی معدوم ہو جاوے گی -

سوم یہ خواہش کہ قابل وقعت لوگ مسلمانوں کی تعلیم پر تحریرات کریں مضمون نو

تعلیم مسلمانان ہو پھر اُس کے متعدد پہلوؤں میں سے جونسا پہلو چاہیں اختیار کریں مولوی شبلی صاحب نے تاریخانہ مضمون گزشتہ تعلیم مسلمانان پر اختیار کیا وہ رسالہ مرسل ہی میں سمجھتا ہوں کہ نہایت عمدہ اور مفید چیز طیار ہو گئی اس سال جو جلسہ لاہور میں ہوگا مولوی نذیر احمد صاحب مسلمانوں کی تعلیم پر ایک لکچر دیں گے بلاشبہ ایک لائق آدمی کے خیالات وہ کچھ بھی ہوں دنیا میں موجود ہوجاویں گے اُسی اجلاس میں مولوی ذکاءاللہ صاحب ایک رسالہ پیش کریں گے جس میں موجودہ حالت تعلیم مسلمانان کا بیان ہوگا۔ یہ سب رسالجات چھاپہ ہوویں گے۔ دنیا میں موجود رہینگے۔ شاید کوئی کسی وقت کام آدے اور اپنا اثر دکھاوے۔ غرض کہ رپورٹ مرسلہ پر مجمل نظر ڈالنے سے اُس کا حال آپ کو معلوم ہوگا۔ اگرچہ افسوس ہے کہ رپورٹ نہایت خراب چھپی ہے۔ حضور بندگان عالی نظام کے کانگریس میں شریک ہونے سے نہایت عمدہ اثر ہوا ہے۔ مسلمانوں کے سردار اعظم کی شرکت بلاشبہ ہماری خوش نصیبی ہے۔ نواب سالار جنگ نے بہت عمدہ چٹھی لکھی ہے۔ آپ کی تحریک زیادہ تر مفید ہوئی ہوگی۔ عزیزی سید زین العابدین کے آکسفورڈ میں عمدہ تعلیم پانے سے نہایت خوشی ہوئی خدا کرے سب طرح پر کامیابی ہو۔ دینیات کی تعلیم کا سوال نہایت مشکل ہے۔ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ موجودہ کتب سُنّی و شیعہ اِس قابل نہیں ہیں کہ بعد تعلیم علوم جدیدہ کسی مسلمان کا اعتقاد قلبی مذہب اسلام پر رہے صرف معتزلیوں کے اصول مذہب اور کتابیں کسی قدر عمدہ معلوم ہوتی ہیں مگر موجود نہیں ہیں۔ یہی خیال مجھ کو باعث ہوا ہے کہ میں نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے۔ تین جلدیں اُس کی چھپکر تیار ہو گئی ہیں وہ آپ کے نذر کرتا ہوں بروقت فرصت جابجا سے ملاحظہ فرمایئے۔ جلد چہارم عنقریب تیار ہونے والی ہے وہ بھی بھیجوں گا۔ مولوی سیّد مہدی علی صاحب کے واپس آنے سے خوشی ہوئی۔ افسوس کہ ان کی طبیعت

تندرست نہیں ہی۔ سر لیپل گرفن صاحب سے میری ملاقات نہیں ہی الا جو اوصاف اس کے مشہور ہیں وہ تو خوفناک ہیں مگر پٹیالہ والے اُن سے خوش ہیں۔ شاید اُس کی یہ خصلت ہو کہ دوست کے اُس سرے کے دوست اور جس سے ناراض ہوں اُس کے پہلے سرے کے دشمن۔ والسّلام

کمترین سیّد احمد

علی گڈھ۔ ۰ ر نومبر ۱۸۹۰ء

— ۳ —

جناب مخدوم و مکرم معظم من نواب عماد الدولہ بہادر

آپ کا نوازش نامہ پہونچا جو خوشی اور افتخار آپ کے عنایت ناموں سے ہوتا ہی اُس کا بیان نہیں کر سکتا۔ آپ کا دل سے شکر کرتا ہوں کہ آپنے الرشد کا چھپنا ہمارے سلسلہ آل میں منظور فرمایا۔ پس میں منتظر ہوں جس وقت ابن رشد والا رسالہ بعد نظر ثانی آپ عنایت فرماوینگے فی الفور چھپنا شروع ہو جاوے گا۔

جناب مولوی شبلی صاحب کی نسبت جو فقرہ آپ نے تحریر فرمایا تھا وہ میں نے اُن کو سُنایا اُن پر چار حالتیں گزریں۔ جب تک میں پڑھتا رہا وہ حیرت میں رہے اور تردد رہا کہ درحقیقت یہی الفاظ لکھے ہیں۔ پھر میں نے اُن کو وہ خط دیا کہ اُس فقرہ کو وہ خود پڑھ لیں۔ جب کہ اُنھوں نے دیکھ لیا کہ وہی الفاظ ہیں تو اُن کو ندامت اور افتخار اور مسرّت تین حالتیں ایک ساتھ جمع ہو گئیں ندامت تو اس لیے تھی کہ وہ اپنی نزدیک اپنے تئیں اس لائق نہیں سمجھتے جس طرح کہ اُن کی نسبت آپ نے اپنے خیالات ظاہر فرمائے۔ افتخار اس لیے تھا آپ جیسے شخص نے اُن کی تصنیفات کی اس قدر قدر فرمائی۔ اور درحقیقت اُن کا یہ فخر ناواجب نہ تھا۔ فلاں وہماں کی واہ واہ سے نہ اُن کا دل خوش ہو سکتا اور

نہ کچھ فخر ہو سکتا تھا۔ بلا شبہ آپ کی قدردانی باعث افتخار ہو سکتی ہی۔ مسرت
اُن کو بے انتہا اس لیے ہوئی ہی کہ چونکہ وہ آپ کی نیک طبیعت اور مزاج سے
واقف نہ تھے اُن کو دل میں افسوس تھا کہ آپ اُن کی پہلی تحریرات سے کسی قدر
آزردہ خاطر ہیں دفعتاً اُن کا وہ خیال زائل ہو گیا اور بے انتہا مسرت اُن کو
ہوئی۔ میں نے آپ کا نام کسی قدر بے ادبی سے لیا کیونکہ اُس وقت یہ مرے
دل میں آیا اُسی طرح آپ کا نام لینا ادب تھا۔ میں نے کہا کہ تم سید حسین کو نہیں
جانتے میں نے آج تک اُن کا سا نیک دل اور پاک باطن ظاہر و باطن حاضر و غائب
یکساں سچا دوست اور ہمہ تن سچائی کسی کو نہیں دیکھا۔ رنج یا کدورت کی اُن کے
دل میں خدا نے جگہ ہی پیدا نہیں کی اُن کو آپ کی ملاقات کا نہایت شوق
پیدا ہوا ہی۔ میرے دل میں کچھ خیالات تمام سفر ہندوستان کے پیدا ہوئے
ہیں۔ اُن خیالات تمام کا جن میں غالباً امید کامیابی نہیں ہی۔ پھر کس وقت ذکر
کرونگا۔ مگر وہ خیالات پختہ ہو گئے ہیں اثنار سفر میں میرا ارادہ حیدرآباد آنے کا
بھی ہی اگر ممکن ہوا تو مولوی شبلی صاحب کو بھی حیدرآباد لاؤں گا تا کہ آپ کو وہ اپنی
آنکھ سے دیکھ لیں اور جان لیں کہ آپ کون ہیں اور کیسے ہیں۔ پچاس نسخے المامون کے
میں نے خدمت عالی میں روانہ کیئے ہیں۔ گزشتہ تعلیم مسلمانان کے نسخے صرف
معدودے چند رہ گئے ہیں اس لیے وہ نہیں بھیج سکا۔ آپ نے جو کتابوں کو خرید
فرمایا غالباً آپ کو خیال ہوگا کہ گویا ایک اعانت مولوی شبلی کی ہی۔ مگر مولوی شبلی
نے یہ کتابیں معہ حق تصنیف وغیرہ کالج کی نذر کر دی ہیں اُن کی قیمت یا منافع
سے ایک حبہ کا فائدہ اُنھوں نے حاصل نہیں کیا۔ اور آیندہ جو کچھ وہ لکھ رہے ہیں
صرف کالج کے فائدہ کے لیے لکھتے ہیں اپنا ذاتی فائدہ اُن کو مقصود نہیں۔ ایسے
جاہل آدمی ہیں کہ اُنھوں نے چند نسخے المامون کے بلا قیمت اپنے دوستوں کو

بھیجنا چاہیے میں نے ہر چند اصرار کیا کہ جس قدر تمہارا دل چاہے لے لو ہر گز نہ مانا
مجھ سے خرید کیں اور اپنے دوستوں کو بلا قیمت بھیج دیں۔ الفاروق کی نسبت جو
آپ نے تحریر فرمایا وہ سب درست ہی مگر اُس کے ساتھ فیہ ما فیہ بھی ہی۔ اگر کسی کا
دل ایسا مضبوط ہو کہ اُس فیہ ما فیہ کو بھی صاف صاف مثل ایسے مورخ کے جو کچھ
مذہب نہ رکھتا ہو لکھے تو بلا شبہ نہایت عمدہ بات ہی۔ مگر کیا مولوی شبلی ایسا کرینگے
اگر نہ کریں گے تو کتاب ردّی ہوگی۔ یہی حال المعلی کا ہی۔ خلافت کی نسبت
بحیثیت انتظام ملکی کیا لکھا جاوے اور کون لکھ سکتا ہی۔ میں تو اُن صفات کو
جو ذات نبوی میں جمع تھیں دو حصوں پر تقسیم کرتا ہوں ایک سلطنت اور ایک
قدوسیت۔ اوّل کی خلافت حضرت عمر کو ملی۔ دوسری کی خلافت حضرت علی و
ائمہ اہل بیت کو مگر یہ کہدینا تو آسان ہی مگر کس کو جرات ہی کہ اس کو لکھے۔ حضرت
عثمان نے سب چیزوں کو غارت کر دیا۔ حضرت ابو بکر تو صرف برائے نام بزرگ
آدمی تھے۔ پس میری رائے میں ان بزرگوں کی نسبت کچھ لکھنا اور مورخانہ
تحریرات کا زیر مشق بنانا نہایت نامناسب ہی جو ہوا سو ہوا جو گزرا سو گزرا جبز
کے رسالہ پر مولوی شبلی صاحب نے نظر ثانی کی ہی اور کچھ اضافہ کیا ہی اب وہ
نہایت عمدہ اور مکمل ہوگیا ہی۔ اور وہ ہمارے سلسلۂ ال میں بنام الجزیہ چھپ گیا ہی
متعاقب اُس کو خدمت میں بھیجوں گا۔ آپ ضرور بروقت فرصت کوئی رسالہ
تحریر فرماویں مگر اُس کا نام ال خلاں ہو اور ہم کو عنایت کریں تاکہ ہمارے سلسلۂ
ال میں چھاپہ جاوے تمام آمدنی جو ان سلسلوں سے ہوگی وہ سب کالج کو دیجاویگی
علاوہ اس کے کہ اس طریقے کے رسالے اور مسلمانوں کی یاد تاریخ قوم میں پھیلے گی
وہ ہماری قوم کا باعث فخر ہی۔ کالج کو بھی کچھ نہ کچھ فائدہ ہوگا۔
اگر آپ کی کوشش کو خدا کامیاب کرے اور کالج کلاسوں کے ہونہار طالب علم

کے لیے پچاس ؏ روپیہ ماہواری وظیفہ ملے تو ہم نہال ہو جاویں گے۔ ہمارے پاس وظیفوں کے لیے سرمایہ نہایت قلیل ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ہم کس طرح بھیک مانگ کر وظیفوں کے لیے روپیہ جمع کرتے ہیں۔ کمبخت مسلمان ایسی بدتر حالت میں ہیں کہ بغیر مالی امداد کے ان کی تعلیم غیر ممکن ہے۔ بجٹ ہمارے کالج کا تیار ہونے کو ہے۔ مسٹر بک نے بجٹ اسکالرشپوں اور وظیفوں کا سال آیندہ کے لیے جو یکم اپریل سے شروع ہوتا ہے پیش کیا ہے اُس میں چھ ہزار سات سو روپیہ اسکالرشپوں اور وظیفوں کے لیے مسلمان طالب علموں کے واسطے چاہتے ہیں میں قبول کرتا ہوں کہ جو کیفیت اور وجوہ اُنھوں نے لکھے ہیں سب درست ہیں مگر عمدہ وجوہات روپیہ پیدا نہیں کرسکتیں۔

ایک اور امر بھی اس وقت میرے دل میں آیا۔ خیر میں لکھدیتا ہوں۔ مولوی مہدی علی صاحب مجھ سے ملنے کو آئے دو دن رہے ہر قسم کی باتیں ہوئیں مجھے اس بات کے معلوم ہونے سے بے انتہا دلی خوشی ہوئی ہے کہ آپ کی دوستی اور محبت و یگانگت اور احسانمندی اور تمام وہ باتیں جو دو سچے دوستوں میں ہونی چاہیں اُن کے دل میں پوری طرح پر آپ کی طرف سے موجود ہیں۔ ابکی دفعہ مولوی مہدی علی سے ملکر سب مجھے اس سے زیادہ کوئی خوشی نہیں ہوئی الحمد للہ علی ذالک

المامون کی قیمت کا بل حسب ضابطہ کالج کی جانب سے متعاقب خدمت میں بھیجوں گا۔ والتسلیم

خاکسار کمترین

سید احمد

علی گڈھ ۲۰ مارچ ۱۸۸۹ء

۴

جناب مخدوم مکرم معظم من باعثِ افتخار نواب عماد الملک بہادر

میں کل الہ آباد پہونچا۔ آپ نے جو عنایت و محبت و شفقت بمقام حیدرآباد فرمائی اُس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ آپ کا شکر ادا کرنے کی ضرورت ہی۔ آپ نے ترجمۂ قرآن مجید کی چند کاپیاں دینی فرمائی تھیں وہ رہ گئیں۔ امید کہ دو کاپیاں میرے پاس بمقام علیگڑھ بھیجدیجیے اور سید محمود کے پاس جو کاپی بھیجیے وہ سیدھی اُن کے پاس بھیجدیجیے۔ عزیزی مہدی حسن طال عمرہٗ کو بہت بہت سلام۔ والسّلام۔

خاکسار سیّد احمد

الہ آباد۔ ۲۷ ستمبر ۱۸۹۱ء

۵

مخدومی مکرمی باعث افتخار قوم نواب عماد الملک بہادر

آج ایک چک مرسلہ بنک بنگال حیدرآباد دو ہزار چار سو میرے پاس آئی اس کے ساتھ جو چھٹی ایجنٹ بنک کی ہی اُس میں صاف یہ لکھا ہی کہ حسب خواہش اکونٹینٹ جنرل گورنمنٹ نظام یہ روپیہ بھیجا جاتا ہی۔ میں یقین کرتا ہوں کہ جیسا آپنے پہلے لکھا تھا کہ جن سنوں کا روپیہ نظام وظیفہ کا چڑھ گیا ہی وہ بھیجدیا جاوے۔ اور آیندہ کے لیے کوئی تجویز ہوگی کہ وہ جاری رہیگا یا نہیں۔ بہرحال میں آپ کی اس توجہ کا کہ زر باقیات سابق وصول ہوگیا دل و جان سے شکر ادا کرتا ہوں۔ خدا نے آپ کی سعی و کوشش کو کامیاب کیا۔ خدا کا شکر ہی۔

اس امر میں کہ آیندہ بھی نظام وظیفہ جاری رہے گا یا نہیں شبہ ہی۔ مجھ کو تو اُس کے آیندہ جاری رہنے میں مایوسی ہی مگر جو اس وقت ایک مشکل پیش آگئی ہی

اُس کی اطلاع آپ کو کیا بحیثیت ٹرسٹی کالج اور کیا بحیثیت افسر گورنمنٹ نظام دینی ضرور ہی اور مجھ کو امید ہی کہ جو کچھ آپ سے ہوسکیگا آپ کریں گے۔

حال یہ ہی کہ گورنمنٹ شمال مغرب نے حکم دیا ہی کہ کل گورنمنٹ کالجوں اور ایڈیڈ کالجوں میں جیسا کہ ہمارا کالج ہی کالج کلاس کے طالب علموں کی فیس کا اضافہ کیا جاوے۔ ایم اے کلاس کے طالب علموں کی فیس بارہ روپیہ ماہواری تجویز کی گئی ہی۔ اور بی۔ اے کلاس کے طالب علموں کے لیے دس روپیہ ماہواری اور انٹرمیڈیٹ یا ایف اے کلاس کے طالب علموں کے لیے آٹھ روپیہ ماہواری یہ شرح فیس تعلیم کی اس قدر گراں ہی کہ اکثر مسلمان طالب علم بلکہ کلیتاً اُس کے ادا کرنے سے معذور ہوں گے اور ایک شدید نقصان مسلمانوں کی تعلیم میں پہونچیگا۔ اس وقت ہمارے کالج کے کلاسوں میں ایک سو چھیتر سے زائد طالبعلم صرف مسلمان ہیں۔ لیکن فیس کے اضافہ ہونے کے بعد بمشکل صرف نصف طالبعلم باقی رہینگے۔ اور وہ بھی اس صورت میں کہ وظیفہ یا اسکالرشپ سے اُن کی اعانت کی جائے۔ ایسی حالت میں اگر نظام وظیفہ جاری رہ سکنا ممکن ہو تو مسلمانوں کو نہایت مدد پہونچ سکتی ہی۔ لیکن چونکہ چاروں طرف سے مسلمانوں کو بدنصیبی نے گھیر لیا ہی اور گھیرتی جاتی ہی اس لیے مایوسی کے سوا کچھ خیال نہیں ہوتا۔ بہرحال ان امور کی اطلاع آپ کو کرنی مناسب تھی۔ کی گئی۔

ہمارا ارادہ ہی کہ اُس رزولیوشن کی نسبت جو گورنمنٹ سے جاری ہوا ہی مسلمانوں کی حالت کے لحاظ سے عذر پیش کریں۔ عذر کی چٹھی جو حقیقت میں ججہ ہی مسٹر بک اور سید محمود لکھینگے مگر میری دانست میں کچھ ہونے والا نہیں۔ اگر آپکے ذہن میں کوئی بات گزرے تو اُس سے اطلاع فرمایئے۔ والسلام

کمترین خاکسار سید احمد۔ ۹ اپریل ۱۸۹۵ء علی گڈھ۔

۶

جناب مخدوم و مکرم من باعث افتخار قوم نواب عماد الملک بہادر

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۵ اپریل پہونچا اور میرے جان و دل اور روح کا باعث افتخار رہا جو کہ آپ کی عنایت و توجہ سے دو برس کی بقایا وظائف نظامیہ مل گئی اُس کا شکر ادا کرنا میری طاقت سے باہر ہی بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ کچھ ادا کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہی۔ قوم کی ہمدردی جو آپ کے دل میں ہی وہ باعث اُن سب باتوں کی ہی جو آپ نے کیں اور کرتے ہیں اور کریں گے۔ یہ ظاہر ہی کہ حیدرآباد میں سوائے آپ کے یا مولوی چراغ علی کے کوئی ہمارا ہمدرد نہیں ہی مگر ہم کو ہر وقت خدا پر بھروسہ ہی اور ہر وقت خیال رہتا ہی کہ ؎

دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست

اگر خدا کو مسلمانوں کے حق میں کچھ بہتر کرنا ہی تو یہ مدرسہ قائم اور سرسبز رکھیگا ورنہ جو خدا کی مرضی اس وقت کالج کلاسوں میں (۲۰۵) طالب علم ہیں۔ منجملہ اُن کے (۱۹۸) مسلمان ہیں اگر شمال مغربی اضلاع کے کل کالجوں کے کالج کلاسیس کے مسلمان طالب علموں کو شمار کر لیا جاوے تو بھی اُن کی تعداد ہمارے کالج کے مسلمان طالب علموں سے نصف سے کچھ ہی زیادہ ہی۔

اسکول کلاسوں میں ۳۰۱ طالب علم ہیں جس میں سے (۲۸۹) مسلمان ہیں یہ تعداد مسلمانوں کی بھی کچھ کم نہیں ہی۔ غرض کہ کل کالج اور اسکول کے طالب علموں کی تعداد (۵۰۶) ہی اور لا کلاس میں (۹۰) طالب علم ہیں۔ پس کل تعداد طالبعلموں کی (۵۹۶) ہی زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہی کہ (۳۳۵) طالب علم بورڈر ہیں اور سب آپس میں ملے ہوئے اور نہایت شاداں اور فرحاں رہتے ہیں۔ علاوہ معمولی تعلیم کالج کے یونین کلب ہی جس میں وقتاً فوقتاً انگریزی زبان میں تقریریں اور

مباحثہ ہوتا ہی۔

پھر ایک لجنتہ الادب ہی جس میں عربی خواں طالب علم اور مدرس اور بعض دیگر احباب شریک ہوتے ہیں اور کل گفتگو اور مباحثہ جو کچھ ہوتا ہی عربی زبان میں ہوتا ہی اور جو عربی زبان میں نہایت عمدہ اور شستہ گفتگو کرتا ہی اُس کو انعام دیا جاتا ہی شاید اب کی دفعہ نذیر احمد ایک طالب علم کو انعام ملے۔ عربی زبان کے اخبار جو مصر اور بیروت وغیرہ میں چھپتے ہیں وہ اکثر لیے جاتے ہیں اور لجنتہ الادب کے ممبر اُن کو بخوبی پڑھتے ہیں اور یہ ذریعہ اُن کو عربی میں گفتگو کرنے کا نہایت عمدہ ہی علاوہ اس کے ایک مجلس اخوان الصفا کی ہی اُس کے پریسیڈنٹ مسٹر ارنلڈ ہیں اور منتخب طالب علم اُس کے ممبر ہیں۔ یہ مجلس خاص لوگوں کی ہی غیر شخص اس میں داخل نہیں ہوتا۔ ہر ایک طالب علم کے دل میں جو سچی بات ہی اُس پر گفتگو کرتا ہی اور اور طالب علم صدق دل سے اُس کی اصلاح اور ترمیم یا تصدیق یا تردید کرتے ہیں۔ اس مجلس نے میری دانست میں طالب علموں کے اخلاق پر نہایت عمدہ اثر کیا ہی۔

علاوہ اس کے چار پانچ کلب جسمانی ورزشوں کے ہیں۔ جمناسٹک۔ کرکٹ فٹ بال۔ قواعد۔ گھوڑے کی سواری یعنی۔ رائڈنگ اسکول۔ گھوڑوں پر علاوہ معمولی مشق کے اس طرح پر بھی مشق کرتے ہیں جس طرح قواعد میں ہوتی ہی۔ کل بورڈران ورزش جسمانی میں شامل ہیں اور علی الصباح روز قواعد ہوتی ہی۔ الگ الگ جماعتیں طالب علموں کی بہ لحاظ عمر کے بنائی گئی ہیں۔ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے دنوں میں ایک ریویو ہوا تھا جس میں قواعد کرنے والی جماعتیں اور گھوڑے پر قواعد کرنے والی جماعتیں سب شریک تھیں۔ اُس وقت آپ مجھ کو بہت یاد آئے کیونکہ آپ ہمیشہ اس بات کی تاکید کرتے تھے کہ طالب علموں کو

ورزش جسمانی کا مشاق کرنا چاہیئے۔ غرض کہ جہاں تک ہم سے ہو سکتا ہے قوم کی بھلائی اور بہتری میں کوشش کرتے ہیں آیندہ اُس کا قائم رہنا خدا کے اختیار میں ہے آپ کا یہ کہنا بالکل سچ ہے کہ قوم اُس کی کچھ قدر نہیں کرتی اور نہیں جانتی کہ کیا کچھ بہتری کے لیے ہو رہا ہے۔ اگر قدر کرتی تو ہم کو روپیہ کی بابت کسی سے کچھ پرواہ نہیں رہتی اور نہ کبھی اس بات کا تردد ہوتا کہ نواب سرسالارجنگ مرحوم کی جاگیر کا روپیہ جو بند ہو گیا وہ کمی ہم کیونکر پوری کریں۔

جناب۔ مجھ کو قوم کی طرف سے اور اُس کی بھلائی اور ترقی کی طرف سے بالکل مایوسی ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ کوشش کرنا ہمارا فرض ہے کوشش کیے جاتے ہیں۔ گورنمنٹ سے جو فیس تعلیم کے اضافہ کا حکم آیا ہے بلاشبہ نہایت تردد انگیز ہے۔ اب یہ صلاح قرار پائی ہے کہ ایک عرضداشت بمضمون مناسب اس باب میں گورنمنٹ کی خدمت میں ٹرسٹیوں کی جانب سے بھیجی جائے۔ سید محمود نہایت توجہ سے اُس عرضداشت کو تیار کر رہے ہیں اور اپنی دانست میں اُس کو بہت موجہ لکھا ہے جب وہ تیار ہو جاوے گی تو ایک نقل اُس کی آپ کے ملاحظہ سے لیے بھیجوں گا۔ اگرچہ مجھ کو امید نہیں ہے کہ منظور ہو گی ایک اور امر آپ کی اطلاع کے لیے باقی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے کالج کے وزیٹروں میں مندرجہ ذیل نام ہیں:۔

(۱) آنریبل سر ولیم میور۔ ایل ایل ڈی۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔

(۲) آنریبل سر جان اسٹریچی۔ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ ای۔

(۳) آنریبل سر آکلینڈ کالون کے۔ سی۔ ایم۔ جی کے سی۔ ایس۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ ای۔

(۴) ہزاکسی لینسی نواب محمد مظہر الدین خاں رفعت جنگ بشیر الدولہ

عمدۃ الملک اعظم الامرا امیر کبیر سر آسماں جاہ بہادر کے سی۔ آئی۔ ای۔
اب یہ تجویز ہوئی ہی کہ ہز اکسی لینسی نواب وقار الامرا مدار المہام کا نام بھی وزیروں میں اضافہ کیا جائے۔ میں نے مولوی چراغ علی صاحب کو لکھا ہی کہ اگر ممکن ہو تو ہز اکسی لینسی کی مرضی اس باب میں دریافت کریں۔ اگر مرضی ہو تو باضابطہ تحریک کی جا دے۔

آپ نے جو حیدر آباد کالج کی ترقی کا حال لکھا ہی اُس کے پڑھنے سے بہت خوشی ہوئی۔ تمام ہندوستان میں حیدر آباد ایک مسلمانی ریاست ہی اور دن رات اُس کی بھلائی اور قیام اور دولت و اقبال کی ترقی کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ خدا آپ کو بھی خوش و خرّم رکھے۔ اگر آپ کو ذرا سا بھی رنج ہوتا ہی تو ہمارے دل کو نہایت صدمہ پہونچتا ہی۔ آپ کی ادنیٰ پریشانی خاطر سے ہم کو دلی پریشانی ہوتی ہی۔

در ہند چو تو یکے و آنہم ناخوش
صد حیف بما اگر بمانم خوش دل

والسّلام مع الاکرام
کمترین شما
سید احمد
۳ مئی ۱۸۹۵ء علی گڈھ

۲

جناب مخدوم مکرم معظم من نواب عماد الملک بہادر باعث افتخار برگشتہ بخت مسلماناں۔ میں عزت حاصل کرتا ہوں ایک ناچیز عربی رسالہ کے نذر کرنے سے جس کا نام ہی "تبرئۃ الاسلام عن شین الامۃ والعلام" امید ہی

آپ اس محقر نذر کو قبول فرمائینگے۔

سیّد محمود نے جو کتاب "ہسٹری آف انگلش ایجوکیشن ان انڈیا" لکھی اور چھپ گئی ہو وہ بھی آپ کی خدمت میں ایک کاپی نذر کرنے والے ہیں۔ آج ایک منی آرڈر بیس۲۰ روپیہ کا جو آپ کی طرف سے بھیجا گیا ہو پہونچا۔ اُس کی کوپن میں کچھ تفصیل نہیں ہو کہ کس بابت ہی۔ امید کہ اُس سے مطلع فرماویں۔

کوپن واسطے ملاحظہ کے ملفوف ہی۔ والتسلیم

کمترین

سید احمد

۱۳ مئی ۱۸۹۵ء علی گڈھ

۸

جناب مخدوم مکرم معظم من باعثِ افتخار قوم نواب عماد الملک بہادر

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۵ جون پہونچا تھا جس کو اور جس کے مضمون مندرجہ کو میں باعث اپنے افتخار کا سمجھتا ہوں بالفعل یکم جولائی سے طالب علموں پر ایک روپیہ ماہواری فیس کا اضافہ کردیا ہی۔ اور بورڈنگ ہوس میں علاوہ فیس تعلیم کے جو اور فیسیں لی جاتی ہیں مثلاً کرایہ وغیرہ اُن میں تخفیف کردی ہی۔ اس صورت میں طالب علموں کو ایک روپیہ فیس تعلیم کا کچھ ناگوار نہ ہوگا اور ہم کو جو بالفعل آمدنی کالج میں ہی اُس میں کچھ نقصان نہیں ہونے کا کیونکہ جس قدر بورڈنگ کی فیس کم ہوتی ہی اُسی قدر یا اُس کے قریب اضافہ ہوا ہی۔ گورنمنٹ سے ہماری درخواست متعلق فیس کا اب تک کچھ جواب نہیں آیا ہی لیکن پرائیویٹ طور پر معلوم ہوا ہی کہ گورنمنٹ کی یہ رائے ہی کہ اگر ایک کالج کے لیے کچھ تخفیف کی جاوے تو تمام اور کالج غل مچاویں گے اور مشکل پیش آوے گی۔ پس ہم کو

اُس درخواست کی منظوری کی کچھ توقع نہیں ہے مگر اُس کے جواب آنے کے بعد دیکھا جاویگا کہ کیا کرنا ہی۔ اسکالرشپوں یا وظیفہ کے سرمایہ کیلیے چندہ کرنا ایک عمدہ تدبیر ہی اگرچہ اُس میں عمدہ کامیابی ہو۔ بعد آنے جواب کے گورنمنٹ سے میں سوچونگا کہ کیا ہوسکتا ہی۔

نواب وقارالامرا بہادر نے وزیٹر ہونا مدرسۃ العلوم کا منظور کرلیا ہی اور جواب بھیجدیا۔ میں نے سید محمود کی ایک کتاب "ہسٹری آف ایجوکیشن اِن انڈیا" ہز ایکسیلنسی نواب وقارالامرا کی خدمت میں اس درخواست سے بھیجی تھی کہ چند کتابیں گورنمنٹ حیدرآباد بھی واسطے اپنے دفتر اور سررشتۂ تعلیم کے خریدے اُس کا جواب ابھی تک کچھ نہیں آیا ہی۔

میں نے مینیجر کالج میگزین کو آج لکھ بھیجا ہی کہ آپ کے نام میگزین جاری کردے تین روپیہ سالانہ اُس کی قیمت ہی۔

بجٹ چھپ چکا تھا اور آپ کی مرضی سے اسکالرشپوں کا ذکر اُس میں مندرج نہیں ہوسکا۔ لیکن علی گڈھ گزٹ میں اُس کی خبر میں نے اپنی مرضی کے موافق (نہ آپ کی کے موافق) چھاپ دی ہی اور ۲۱ جولائی کے اجلاس میں اُس کو پیش کروں گا۔ اگرچہ بعض حالتوں کے خیال سے آپ کی نسبت افسوس ہوتا ہی۔ لیکن جس قدر خوشی اور عزت فی الحقیقت مجھ کو ان اسکالرشپوں کے مقرر ہونے سے ہوئی ہی اُس کو بیان نہیں کرسکتا۔ والتسلیم

خاکسار

سید احمد

علی گڈھ

۲۶ جون ۱۸۹۵ء

۹

جناب مخدوم و مکرم من باعثِ افتخارم و افتخار قوم نواب عماد الملک بہادر

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۰ ر اگست پہونچا۔ باعث افتخار ہوا جس طرح آپ کو آرام ہو اور چندہ یادگار جوبلی بہ اقساط ادا فرماویں تو کچھ ہرج نہیں ہے۔ حاجی مولوی محمد اسمٰعیل خاں صاحب کو کمال عزت و افتخار کا باعث ہے کہ آپ نے اُن کے آرٹیکل کو جو ۱۷ ر جولائی کے گزٹ میں چھپا ہے پسند فرمایا۔ یہ عزت جو اُن کو آپ کی پسندیدگی کا باعث ہوئی نہایت افتخار کے ساتھ یاد رکھنی چاہیے۔ میں نے اُن کو آج خط لکھا ہے کیونکہ وہ ایک کام کے لیے آگرہ چلے گئے ہیں نہایت خوشی ہوگی۔ اگر اُن کا مضمون انگریزی اور اردو میں بطور پمفلٹ کے چھپے لیکن یہ تو فرمایئے کہ انگریزی ترجمہ کون کرے اگر آپ از راہِ عنایت حیدر آباد میں کسی سے لکھوا دیں اور پھر خود اُس پر نظرِ ثانی فرما کر اُس کی اصلاح کردیں تو اُس کا بطور پمفلٹ اردو اور انگریزی میں چھاپنا کچھ مشکل نہیں۔

سید علی حسن اور سید علی رضا اپنی والدہ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے آج اُن کو بلا کر کہدیا کہ اگرچہ حیدر آباد سے تار بھی آیا ہے اور خط بھی آیا ہے کہ تم دونوں کو بلگرام بھیجا جائے لیکن اگست و ستمبر میں اگر تم اچھی طرح پڑھنے میں مشغول رہو گے جس کا بندوبست میں نے کردیا ہے تو شروع اکتوبر میں آٹھ دس دن کے لیے میں تم کو بلگرام بھیج دونگا تاکہ اپنی والدہ سے مل آؤ۔ علی رضا بھی امتحان میں اپنی جماعت کے پاس ہوگیا۔ اور اُس سے اوپر کی جماعت میں ترقی ہوگی۔ میں نے ایک روپیہ ماہواری بطور جیب خرچ کے انعام کے طور پر دینا تجویز کردیا ہے جس سے وہ خوش ہوگیا لیکن آپ کو معلوم رہے کہ ان لڑکوں کا جو جیب خرچ مقرر کیا ہے وہ امانت رہتا ہے اور ایک ایک پیسہ کا حساب لکھا جاتا ہے وہ ایک پیسہ بھی بغیر اطلاع اور اجازت ماسٹر

کے خرچ نہیں کر سکتے۔ میں خوش ہوں کہ دونوں لڑکے نہایت سعادتمندی سے رہتے ہیں۔ اگر بلگرام کے علاقے کورٹ ہو جائیں تو نہایت خوشی ہوگی اور ایک پرانا خاندان تباہی سے بچ جائے گا۔

مجھ کو نہایت خوشی ہے کہ نئے بورڈنگ ہوس کی تجویز کو آپ پسند کرتے ہیں مگر یہاں تو سوائے معدودے چند کے دشنام دہی کے سوا اور کچھ نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ لڑکوں کو عیسائی کرنے کا اُن کا ارادہ ہے۔ بہر حال میں اُس کی کوشش چھوڑنے کا نہیں۔ ان دنوں میں میری طبیعت کسی قدر علیل ہوگئی تھی۔ مگر اب اچھی طرح ہے۔ عزیزی سید محمد ہاشم کس جگہ بارسٹری کرتے ہیں اس سے مجھ کو اطلاع دیجیے۔ جن لوگوں کو میں نے ٹرسٹی تجویز کیا تھا اُن میں سے چار صاحبوں نے انکار کر دیا ہے۔ پس میرا ارادہ ہے کہ سید ہاشم کو اور تین اور شخصوں کو ٹرسٹی تجویز کروں۔ آپ کی صحت اور خیر و عافیت اور اقبالمندی کی دعا ہمیشہ خدا سے رہتی ہے۔ والسّلام

خاکسار سید احمد

علی گڈھ - ۱۱- اگست ۱۸۹۵ء

۱۰

جناب مخدوم مکرم باعثِ افتخار قوم نواب عماد الملک بہادر

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۰ اگست پہونچا باعثِ اعزاز ہوا شاید اب تک آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ کلارک دفتر سکریٹری مدرستہ العلوم نے متعدد جعلی اور فریبی چکیں جاری کر کے مدرستہ العلوم کے روپیہ میں سے جو بنک میں جمع تھا ذر کثیر تغلب اور تصرف کر لیا ہے۔ جس میں مجھ کو ایک قسم کی پریشانی ہوئی اور تمام حسابات کئی سال کے جانچنے ضرور پڑے جس کے سبب

مجھکو فرصت نہیں ہوئی کہ میں آپ کے نوازش نامہ کا جواب لکھتا۔ نواب وقارالامرا بہادر یہاں تشریف لے آئے۔ مولوی س۔ا۔خ بہادر کے یہاں مہمان ہوئے۔ لیکن اُنھوں نے مولوی مہدی علی صاحب سے جو یہاں آئے ہوئے تھے اور مولوی سیّد علی صاحب کے ذریعہ سے دو باتیں کہلا بھیجیں ایک یہ کہ وہ چار بجے میرے مکان پر مجھ سے ملنے تشریف لاویں گے دوسرے یہ کہ اُن کی نہایت خوشی ہی اور وہ چاہتے ہیں کہ مولوی س۔ا۔خ صاحب اور مجھ میں جو شکر رنجی ہی وہ دور ہو جاوے۔ میں نے کہلا بھیجا کہ جو آپ کی مرضی ہو مجھ کو اُس میں کچھ عذر نہیں ہی۔ چنانچہ وہ معہ مولوی س۔ا۔خ صاحب کے تشریف لائے اور میں اُن کے سامنے مولوی س۔ا۔خ صاحب سے ملا میں نے چاہا کہ میں نواب صاحب سے عرض کروں کہ میرا مذہب اور میرا طریقہ اور عمل اس شعر پر ہی ؎

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن
آئینِ ماست سینہ چو آئینہ داشتن

مگر میں نے یہ شعر پڑھنا اُس وقت مناسب نہیں سمجھا اور صرف ملنے ہی پر قناعت کی۔ نواب صاحب تھوڑی دیر میرے مکان پر ٹھہرے چائے پی اور میں اور مولوی۔ س۔ ا۔خ۔ صاحب اور نواب صاحب ایک گاڑی میں بیٹھ کر مدرسہ میں گئے اور ایڈریس دی گئی۔

اگر آپ نے سوسائٹی کا اخبار مطبوعہ ۳ ستمبر ۱۸۹۵ء ملاحظہ نہ کیا ہو تو ضرور ملاحظہ فرمایئے اُس میں تمام حالات اور ایڈریس وغیرہ مندرج ہیں۔

جو مجلس کہ آپ نے امداد طالب علمان مدرستہ العلوم کی قایم کی اُس کا میں دل سے شکر گذار ہوں اُس مجلس میں کامیابی ہو یا نہ ہو اُس کی مجھ کو کچھ فکر نہیں ہی

بلکہ مجھ کو کمال خوشی اور عزت جو کچھ اس میں ہے کہ آپ سا شخص جس کو میں دل اور
جان سے باعتبار طینت کے ایک فرشتہ صفت خیال کرتا ہوں اور باعتبار
علم و فضل اور خاندان کے اپنی قوم کا سردار جانتا ہوں اور صرف سردار ہی نہیں بلکہ
میں اپنا صدق دل سے باعثِ افتخارِ قوم سمجھتا ہوں۔ ہمارے کاموں میں شریک
اور ہمارا ہمدرد ہے۔ اگر آپ میرا دل چیر کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو کہ کس قدر مجھ کو
اس بات سے خوشی اور عزت ہے۔ مولوی نظام الدّین صاحب نے مجھکو لکھا ہے کہ
وہ پانچسو روپیہ کا کرنسی نوٹ بطور سرمایہ وظائف کے بھیجدیں گے۔
میرے نزدیک بھی نہایت ضرور اور مناسب ہے کہ جس قدر روپیہ اس طرح
سے وصول ہو وہ بطور سرمایۂ وظائف کے پرامیسری نوٹوں میں محفوظ کیا جاوے
مگر افسوس یہ ہے کہ پرامیسری نوٹوں کا سود نہایت قلیل ہو گیا ہے۔ بہرحال کچھ ہی ہو
اس کے سوا کچھ چارہ نہیں۔ رئیس و رعیّت نے جو آرٹیکل مسلمانانِ بنگالہ پر لکھا ہے وہ
میں نے نہیں دیکھا ہے۔ اگر آپ کے پاس ہو تو مجھ کو عنایت کیجیے ورنہ اُس کی تاریخ
بتائیے کہ میں اُس کو دفتر رئیس و رعیّت سے طلب کروں۔ مجھ کو اس بات کے جاننے
سے نہایت خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو حیدرآباد سے مختلف
مقامات پر بھیجدیا ہے کچھ شبہ نہیں کہ اُن کا حیدرآباد میں مقیم رہنا کچھ مناسب نہیں تھا
عزیزی زین العابدین غالباً برار میں کام سیکھنے گئے ہیں اور عزیزی سید ہاشم کو
بارسٹری کا کام کرنے کے لیئے مدراس بھیجنے کا ارادہ ہے۔ اِس بات کے دریافت
کرنے سے مجھکو نہایت خوشی ہے کہ اُن دونوں عزیزوں نے علمی لیاقت بہت
اچھی پیدا کی ہے اور زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ عزیزی سید ہاشم میں سعادتمندی
بلند خیالی اعلیٰ درجہ کی جمع ہے اس زمانہ کے لڑکوں میں وہ چیز جس کو کہ ہم ہندوستانی
سعادتمندی سے تعبیر کرتے ہیں۔ بہت کم ہے جس لڑکے میں لیاقت شرافت

سعادت مندی بلند اقبالی جمع ہو وہ نمونہ خدا کی رحمت کا ہی ملکہ اُس کو فرشتہ رحمت کہنا چاہیے۔ عزیزی سید ہاشم کو ایم اے کی ڈگری آجاوے تو نہایت خوشی کی بات ہی مگر اُن کا یہ خیال کہ اُس کے لیے روپیہ صرف کرنا فضول ہی کوئی بیجا خیال نہیں ہی۔ خصوصاً آپ کی حالت جو اِن دنوں میں ہی جس کا مجھکو کمال رنج اور افسوس ہی بلاشبہ اِس خیال کے لائق ہی جو خیال عزیزی سیّد ہاشم نے کیا ہی

اگر عزیزی سیّد ہاشم یہاں آویں اور چند روز میرے پاس رہیں تو مجھ کو اور سیّد محمود کو بے انتہا خوشی ہوگی اور میرا دل بے اختیار یہ شعر پڑھے گا۔

ہمائے اوج محبت بدام ما افتد
اگر ترا گزرے بر مقام ما افتد

حقیقت میں دونوں لڑکوں سے ملنے کو میرا دل چاہتا ہی امید ہی کہ خدا کوئی ایسا موقع کریگا۔

میں آپ کی رائے سے دل سے متفق ہوں کہ اب موقع نہیں ہی کہ مسلمانوں کی گزشتہ حالت پر تفاخر کیا جاوے اور میں نہایت نامناسب سمجھتا ہوں کہ عام مجمعوں میں یہ راگ گایا جایا کرے۔ اوّل تو یہ بات سچ ہی کہ اگر انصافاً اِس زمانہ کے خیالات سے گزشتہ مسلمانوں کے حالات کا مقابلہ کیا جاوے تو بجز ظلمت کے اور کچھ نہیں پایا جاتا۔ شاید اُس زمانہ میں اکثر حکومتوں کا ایسا ہی حال ہو جو مسلمانوں کا تھا۔ لیکن اگر کوئی یکچشم دوسرے کو بھی کہے کہ وہ بھی یکچشم ہی تو اس کہنے سے عیب یکچشمی اُس سے دور نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کو جا یا بیجا اپنی پہلی حالت پر غرور ہی اور خود پسندی اور استخوان جد فروشی اُن کے دل میں مستحکم ہوگئی ہی۔ پس پچھلے تفاخر کو گائے جانا اُن کی بدعادت کو اور

مستحکم اور قوی کرنا ہی حالانکہ ضرورت اس بات کی ہی کہ جو عیوب اُن میں ہیں وہ بتائے جاویں اور جو ضرورتیں کہ اب اُن کو درپیش ہیں وہ سمجھائی جاویں اتفاق اور قومی ہمدردی نہ کبھی مسلمانوں میں ہوئی اور نہ اب موجود ہی۔ یہ سچ ہی کہ کسی عہدِ سلطنت میں قوم یا سلطنت رفاہِ عام کے کام کے اصولوں پر متوجہ نہیں ہوئی اور نہ کبھی کچھ کیا۔ چند لوگوں نے اگر کچھ کیا تو صرف نام آوری یا مذہبی خیال سے۔ مذہبی خیال کچھ قابل تعریف نہیں۔ ایک بڑھیا جو گنگا کے پانی میں کھڑی ہو کر اپنی نقد ہزار روپیہ کی چپکے سے گنگا میں ڈالدیتی ہی۔ اگر یہ امر قابل تعریف کے ہو تو اور لوگوں کے بھی مذہبی کام قابلِ تعریف کے ہو سکتے ہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں ہی کہ مذہبی کام نہ کیے جاویں بلکہ میرا مطلب یہ ہی کہ جب قومی رفاہ کا کوئی کام نہیں کیا جاتا اور صرف مسجدیں امام باڑے ہی بنائے جاتے ہیں تو میں اس کو قابل عزت اور قابلِ وقعت نہیں سمجھتا۔ بہرحال گزشتہ حالت پر تفاخر کرنا کچھ شبہ نہیں ہی کہ مسلمانوں کے عیوب کو مستحکم کرنا ہی اور اُس سے کچھ اصلاح قومی کی توقع نہیں۔ والسّلام۔ خدا آپ کو صحیح اور تندرست و کامیاب و با اقبال رکھے اور خداوند تعالےٰ آپ کے دونوں فرزندوں کو بھی نام آور اور باعثِ افتخار قوم بنا دے۔

خاکسار

آپ کا تابعدار

سیّد احمد

۵ ستمبر ۱۸۹۵ء

علی گڈھ

۱۱

جناب مخدوم و مکرم من باعثِ افتخارِ قوم نواب عماد الملک بہادر

مولوی نظام الدین حسن صاحب نے پانسو روپیہ کا پرامیسری نوٹ بحق کالج خرید کرکے بد اسکالرشپ فنڈ بھیجدیا۔ مولوی ابو الحسن صاحب نے بھی اپنا چندہ جو بحساب سکۂ انگریزی بعد منہائی کمیشن منی آرڈر بہ تعداد ۹ ہ ۱ کے ہوا معرفت آپ کے پرسنل اسسٹنٹ کے پہونچ گیا۔

اگر آپ سے اور نواب وقار الامرا بہادر سے ملاقات ہوا ور معلوم ہوسکے کہ بعد ملاحظہ کالج اُن کی کیا رائے نسبت کالج کے ہوئی اُس سے بھی مطلع فرمائیگا۔ والتسلیم خاکسار

سید احمد

علی گڈھ ۸ ستمبر ۱۸۹۵ء

۱۲

جناب مخدوم و مکرم من باعث افتخار من وقوم من نواب عماد الملک بہادر

عنایت نامہ۔ شفقت نامہ مرحمت نامہ مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۶ء چند روز ہوئے کہ میرے پاس پہونچا۔ جو عنایت اور شفقت میرے حال پر ظاہر فرمائی ہی اُس کا صرف شکر گزار ہی نہیں ہوں بلکہ باعثِ عزت و افتخار سمجھتا ہوں۔ میری آرزو جناب کی خدمتِ عالی سے صرف اِس قدر ہی۔

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا
بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس است

بہر حال خدا تعالیٰ آپ کو صحیح و تندرست خوش و خرم رکھے اس میں کچھ شک نہیں کہ بد بختی سے جو نقصان کالج کو ہوا اُس کا آپ کے دل پر نہایت

ہی رنج ہوا ہوگا۔ میرا تو اس صدمے سے تین چار مہینے تک ایسا حال ہوگیا تھا کہ لوگوں کو یقین تھا کہ میں کسی سخت بیماری میں مبتلا ہو جاؤں گا مگر رفتہ رفتہ وہ حالت بدل گئی اور میں نے اپنے دل کو سمجھایا کہ جو امر واقع ہوگیا گو کسی سبب سے ہوا ہو اُس پر رنج کرنے سے کوئی نتیجہ نہیں بلکہ دل کو مضبوط کرکے جہاں تک ممکن ہو اُس کی تلافی میں کوشش کرنی چاہیئے مگر جو لوگ اس قابل ہیں کہ مدد کرسکیں خدا اُن کو مدد کرنے کی توفیق نہیں دیتا اور جن کے دل میں کچھ مدد کرنے کی ہے اور خدا نے اُن کو توفیق بھی دی ہے اُن کے پاس ہے نہیں مجھکو یقین کامل ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ آپ کو پوری وسعت دیتا تو صرف اکیلے آپ ہی جبر نقصان کر دیتے مگر جو حال آپکا ہے وہ ظاہر ہے۔ گو آپ کی ہمت کچھ ہی ہو مگر جب روپیہ نہ ہو تو ہمت سے کیا کام نکلتا ہے۔ میں نے سنا کہ مولوی س خ صاحب نہایت فخر سے بیان کرتے ہیں کہ حضور نظام نے الہ آباد کے بورڈنگ ہوس کے لیے اُن کو بارہ ہزار روپیہ دیے اور لوگوں سے بطور طعن کے پوچھتے ہیں کہ سید احمد کو بھی اس نقصان کی بابت حیدرآباد سے کچھ ملا؟ معلوم نہیں کہ یہ خبر جو لوگوں نے مجھ سے کہی ہے صحیح ہے کہ نہیں اور جو بات اُن کی طرف منسوب کی جاتی ہے وہ درحقیقت اُنھوں نے کہی یا نہیں مگر جس شخص نے مجھ سے بیان کیا میں نے اُس کو جواب دیا کہ حیدرآباد نے مجھ کو اس سے بہت زیادہ دیا ہے جتنا کہ اُن کو دیا مگر حقیقی دینے والا خدا ہے۔ میں اب زیادہ تر ضعیف ہوگیا ہوں اور آخر دفعہ جو میں نے آپ سے ملازمت کی تھی اُس کے بہ نسبت میرے قویٰ میں بہت ضعف ہوگیا ہے اور اب عمر بھی زیادہ ہوگئی جو کچھ باقی رہی ہے وہ کسی نہ کسی طرح گزر جائے گی۔ آپ کی یہ دعا کہ جبر نقصان میرے سامنے ہو جائے۔ خدا اُس کو قبول کرے۔ آپ نے جو اپنی لڑکی کی شادی کر دی اُس سے مجھ کو کمال خوشی ہوئی خدا مبارک کرے

اور اس بات سے زیادہ خوشی ہی کہ لڑکا نیک اور سعادت مند ہی۔ کفو کی پابندی نہ کرنا اگرچہ باعثِ افسوس ہی مگر کیا کیجیے جب کہ ہم قوم لڑکے بالکل نالائق اور وہ ناسعادت مند ہیں۔ اشرافوں کے گھروں میں لڑکیوں کا ہونا ایک آفتِ جانکاہ ہی اس لیے کہ لڑکے لائق اور سعادتمند اشراف خاندانوں میں ناپید ہوتے جاتے ہیں۔ وظیفہ آپ کا مقرر کیا ہوا جو سہ ماہی آتا ہی نہ اُس میں کچھ دقت ہی۔ اور اگر ماہواری آوے تو نہ اُس میں کچھ ہرج اور دقت ہی۔ بہرحال آپ اس میں کچھ زیادہ تکلیف نہ فرمائیں۔ جو صورت ہی ہم کو اُس سے کچھ ہرج نہیں۔ اس بات کے دریافت ہونے سے کہ ایک ہفتہ سے آپ کے مزاج میں اعتدال آگیا ہی نہایت خوشی ہوئی۔

عزیزی سید ہاشم کی نیک نامی سے کام کرنے کی مجھ کو بہت خوشی ہوئی ہی۔ اور امید کہ وہ سعادت مند ضرور خدا کی عنایت سے ہردلعزیز ہوں گے۔

آپ کے پرسنل اسسٹنٹ صاحب نے جواب کی دفعہ روپیہ بھیجا ہی اُس میں عزیزی سید ہاشم کی طرف سے بھی ستر بھیجے ہیں اگرچہ مجھ کو اس روپیہ سے نہایت خوشی ہوئی ہی۔ مگر پرسنل اسسٹنٹ کی چٹھی میں اور کچھ زیادہ تفصیل اُس کی نہیں لکھی ہی۔ سوائے آپ کے اسکالرشپ کی اور روپیہ جو اس نام سے آتا ہی۔ میں اُس کو بنک میں بھیجتا رہتا ہوں اس ارادہ سے کہ جب مناسب تعداد کا ہو جائے تو پرامیسری نوٹ اُس کا خریدا جائے اس بات کے دریافت ہونے سے بھی مجھ کو بہت خوش ہی کہ امراؤتی میں عزیزی سید زین العابدین نہایت اچھی طرح کام کرتے ہیں۔ خدا آپ کے خاندان کو ہمیشہ باعزت و اقبال رکھے۔ والتسلیم عریضہ سید احمد ۲۵ اکتوبر ۱۸۹۲ء۔ علی گڈھ

سراج الدّین احمد ایڈیٹر سرمور گزٹ ناہن کے نام

پہلے سرمور گزٹ چودھویں صدی وغیرہ کے ایڈیٹر رہے ہیں۔ اب راولپنڈی میں بیرسٹر ایٹ لا ہیں

۱

جناب اڈیٹر صاحب سرمور گزٹ۔ میرا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہے کہ جناب حضرت علی مرتضیٰ علیہ السّلام یا ائمہ اطہار میں سے کسی ایک نے بھی متعہ کیا ہے۔

خاکسار

سید احمد علی گڈھ ۱۴ر فروری ۱۸۸۹ء

۲

مشفقی مکرمی مخدومی منشی سراج الدین صاحب آپ نے اپنے اخبار میں متعدد خط اس منشا سے کہ وہ عورت کے لکھے ہوئے ہیں شائع کیے ہیں اگر ایسا یقین نہیں ہے تو کیا یہ کانشنس کے برخلاف نہیں ہے کہ جس کو تم صحیح نہیں سمجھتے اُس کو بطور سچ کے ظاہر کرو؟ میری نصیحت یہ ہے۔ کہ ہر ایک کام میں تم اپنے دل کو ٹٹولو کہ جو کچھ تم کہتے ہو یا کرتے ہو تمہارا دل اُس کو سچ جانتا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں جانتا اور اُس کو سچ کے طور پر بیان کیا تو خلاف کانشنس۔ بلکہ خلاف ایمانداری کام کیا۔ آپ مجھ کو معاف کیجیے۔ بسبب اس کے کہ آپ سے محبت ہے۔ یہ کڑوی نصیحت کی ہے۔ والسّلام۔

خاکسار

سید احمد۔ از علیگڈھ۔ ۱۹ اپریل ۱۸۸۹ء

۳

مجی و مکرّمی و مخدومی۔ آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ ممنون ہوا۔ آپ کے قلم نے سرمور گزٹ میں میری نسبت زیادہ جوش دکھایا ہی جس کے لائق میں خود اپنے آپ کو نہیں سمجھتا۔ میں فرض کرتا ہوں کہ آپ اپنی عنایت و محبت سے مجھے ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن اور لوگ تو ایسا نہیں سمجھتے۔ پس وہ لوگ آپ کی تحریر کو فضول سمجھتے ہیں۔ پس ایسی تحریرات سے جن کو لوگ فضول سمجھیں کیا فائدہ .... آپ میرے تصویر کو کیا کیجیئے گا؟ آپ کو معلوم نہیں ہی کہ تصویر کھینچنا۔ کھنچوانا رکھنا سب منع ہی۔ بااین ہمہ اگر آپ چاہتے ہیں تو لیجیئے ملفوف ہی۔ اگر تصویر میں کچھ نقص ہوا تو بے چاری بے جان۔ بے زبان تصویر پر الزام نہ دیجیگا۔ بلکہ جس کی تصویر ہی اُس پر اور اگر آگے بڑھیے تو اور پر۔ مگر یہ نصیحت پیر دانا یاد رکھنی چاہیئے ؎

پیر ما گفت خطا در قلم صنع نہ رفت
آفریں بر نظر پاک خطا پوشش باد

والسّلام

خاکسار سیّد احمد

علی گڈھ۔ ۱۳؍ جون ۱۸۸۹ء

۴

مخدومی مکرمی۔ آپ کا پوسٹ کارڈ اور مجموعۂ لکچر پہنچا۔ میں آپ کی عنایت کا اور اُس محبت کا جس کے سبب سے آپ کو اُن لکچروں کے جمع کرنے اور چھاپنے کا خیال ہوا۔ دل سے شکر گزار ہوں۔ لیکن میرے احباب جس قدر مجھ پر مہربانی فرمائیں گے اور بہ نیکی یاد کریں گے اُسی قدر بعض لوگ ناراض ہوں گے اور جو

دل چاہے گا۔ وا ہی یانا وا ہی مجھ پر اور آپ پر ناراض ہوں گے۔ بیچارے مہدی علی نے کیا قصور کیا ہی جو اس پر پھر مار ہو رہی ہی۔ والسّلام

خاکسار

سیّد احمد۔ علی گڈھ

۱۰ اپریل ۱۸۹۱ء

۵

مخدومی مکرمی منشی سراج الدین احمد صاحب اڈیٹر سرمور گزٹ ناہن۔

آپ کا اخبار[1] مورخہ ۱۲ مارچ ۱۸۹۱ء کے دیکھنے سے جس میں "نیرنگی زمانہ کے تماشائی" کی تحریر چھپی ہی نہایت رنج ہوا ہی۔ کیا اخباروں کی اب یہ نوبت پہنچی ہی کہ ہمعصر انسانوں کے تمسخر کرتے کرتے انبیائے علیہم السّلام کے تمسخر اختیار کریں۔ کیا آپ کے نزدیک وہ تحریر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ ایک گستاخی اور ٹھٹہ کی نہیں ہی۔ افسوس صد افسوس کہ آپکے اخبار میں ایسے مضمون چھاپے ہوئے جو متانت اور انبیائے علیہ السّلام کے ادب کے بالکل خلاف یا نامناسب ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ ایسا مضمون لکھنے کی ضرورت آیندہ بتائی جائے گی۔ کوئی ضرورت ہو یا نہ ہو مگر ایسے مضمون کے لکھنے کی جس طرز تحریر پر ہر ایک مسلمان افسوس کرے گا کوئی ضرورت نہیں

---

[1] سرمور گزٹ میں کسی صاحب نے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے معتقد تھے ایک مضمون لکھا تھا جس میں حضرت مسیح علیہ السّلام۔ حضرت عیسیٰ اور مرزا صاحب موصوف کے ساتھ مشابہتیں ثابت کی تھیں۔ وہ مشابہتیں زیادہ ترخیالی تھیں اور مضمون کا انداز بیان اس قسم کا تھا جس سے ہر دو انبیا علیہم السّلام کی اہانت ہوتی تھی اس مضمون کو دیکھ کر سرسیّد مرحوم نے یہ خط تحریر کیا تھا۔

ہو سکتی۔

امید ہی کہ آپ میرے اس خط کو اخبار میں چھاپ دیں گے و انا بری مما تقولون والسّلام خاکسار

سید احمد

علی گڈھ ۲۴ ؍ مارچ ۱۸۹۲ء

۶

مخدومی مکرمی۔ جہاں تک مجھے علم ہی تحصیلداری[1] کے عہدہ میں مندرجہ ذیل کام ہوتے ہیں۔

اوّل۔ وصول مالگزاری سرکار جس میں کوئی معذور شرعی نہیں ہی۔ دوم۔ بٹوارہ اور تقسیم اراضیات اس میں بھی کوئی معذور شرعی نہیں ہی۔ سوم۔ نالشاتِ وصولِ زرلگان کا تصفیہ جو حسب استغاثہ زمیندار کاشتکار پر کیا جاتا ہی اس میں بھی کوئی معذور شرعی نہیں ہی۔ چہارم داخل خارج وارثانِ متوفی یا خریدارانِ اراضیات میں اس میں بھی کوئی معذور شرعی نہیں ہی۔ بعض تحصیلوں میں صیغۂ آبکاری تحصیلدار کی زیر نگرانی ہوتا ہی مگر اس کا ٹھیکہ دار جدا گانہ ہوتا ہی اور داروغہ آبکاری یا تحصیلدار اس بات کا نگراں ہوتا ہی کہ ٹھیکہ دار دغابازی یا خلاف ورزی شرائط ٹھیکہ نکرنے پاوے اور چوری سے شراب کہیں نہ جاسکے اس میں بھی کوئی معذور شرعی معلوم نہیں ہوتا۔ پنجم۔ خزانہ کی نگرانی جس میں کسی قسم کا معذور شرعی نہیں ہی۔ مجھ کو یاد پڑتا ہی کہ ایک نہایت بزرگ شخص سمجھتے تھے کہ تحصیلداری کی نوکری میں کوئی

---

[1] ۱۸۹۶ء میں چودھویں صدی میں ایک سوال ایسی ملازمت سرکاری کے متعلق چھپا تھا جس میں غیر اسلامی قانون کے مطابق احکام دیے جاتے ہیں۔ اس کے جواب میں سرسید کا یہ خط ہی:۔

معذور شرعی نہیں ہی اور ایک نہایت بزرگ اور مقدس شخص نے اس وجہ سے عہدہ تحصیلداری قبول کیا تھا۔ علاوہ اُس کے جن تحصیلداروں سے رجسٹری اور میونسپلٹی کا کام متعلق ہی اُس میں بھی کوئی معذور شرعی نہیں ہی بعض تحصیلداروں کے پاس فوجداری کا کام ہی جس میں مجرموں کو سزا دی جاتی ہی۔

وہ سزا سیاستاً ہوتی ہی۔ جس میں کوئی معذور شرعی نہیں معلوم ہوتا۔ اگر معذور شرعی ہی تو رشوت لینا ہی۔ اگر نیک آدمی جو متدین ہی اور نہایت ایمانداری سے اپنے عہدہ کا کام کرتا ہی اس کے لیے کوئی امر شرعی عہدہ تحصیلداری کے اختیار کرنے کے لیے مانع نہیں ہی۔ والسّلام

سید احمد

علی گڈھ ۳ر مئی ۱۸۹۶ء

۷

مخدومی و مکرمی۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ جو نوازش اور عنایت آپ نے اپنے عنایت نامہ میں فرمائی ہی اور جو قدر دانی اور قدر افزائی تہذیب الاخلاق کی کی ہی اُس کا میں دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تہذیب الاخلاق کے بند ہونے کا مجھ کو بھی نہایت افسوس ہی۔ مگر افسوس ہی کہ میری ہمت ٹوٹ گئی اور بمقتضائے عمر اور بعض عوارض سے میں اپنے میں تہذیب الاخلاق جاری رکھنے کی اب قدرت نہیں پاتا اور ان وجوہ سے کسی طرح بعد رمضان وہ جاری نہیں رہ سکتا۔ مجھ کو افسوس ہی کہ میری اس تحریر سے آپ کی خاطر عاطر کو کچھ ملال ہوگا۔ مگر جو امر میری قدرت سے باہر ہوگیا ہی اُس کے عمل کرنے سے مجبور رہوں۔ آپ کی عنایت اور مہربانی کا میں دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں اور امید ہی آپ کی عنایت ہمیشہ میرے حال پر رہیگی والسّلام خاکسار سید احمد علی گڈھ ۳۰ر اکتوبر ۱۸۹۶ء۔

۸

مخدومی و مکرمی۔ رمضان کا پرچہ تہذیب الاخلاق تو ضرور خریداروں کے پاس بھیجا جائے گا مگر میں نے اُس کو نہیں لکھا بلکہ ایک دوست نے لکھا ہی مجھ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اس میں کیا لکھا ہی۔ میرا دل اس کے لکھنے میں نہیں لگا اور اسی واسطے میں نے خود نہیں لکھا۔

والسّلام

خاکسار سید احمد

علی گڈھ ۱۴ر فروری ۱۸۹۷ء

۹

مخدومی۔ مکرمی۔ محبی۔ آپ کے چار قطعہ عنایت نامہ جات پہنچے دو ہوتے تو دوگانہ شکریہ ادا کیا جاتا۔ چار ہیں دوگانہ شکریہ بھی اُن کے لیے کافی نہیں میں اس خیال سے کہ آپ میری کسی تحریر سے برا نہ مانیں گے۔ جو میرے دل میں آتا ہی لکھ بھیجتا ہوں۔ خصوصاً اپنے خاص دوستوں کی نسبت میری خواہش ہی کہ ہر اخلاق میں وہ اعلیٰ درجہ پر ہوں اور سب اخلاق سے مقدم سچائی ہی۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ہم خود اپنے آپ کو سچا جانیں اور یہ سچائی جیسی کہ قول سے متعلق ہی ویسی ہی فعل سے بھی متعلق ہی۔ ایسی ہی پرائیویٹ خطوط سے اور ایسے ہی اخبارات سے متعلق ہی۔ بہرحال جو محبت و عنایت آپ میرے ساتھ برتتے ہیں اُس کا دل سے شکرگزار ہوں .... سے اور مجھ سے پرانی دوستی ہی۔ اور درحقیقت مجھ کو اُن کے ساتھ کسی درجہ تک محبت بھی ہی۔ اُنھوں نے جو ...... کی تعلیم کو خراب کیا ہی اُس کا بے انتہا مجھ کو رنج ہی۔ مگر میرے اختیار میں بجز رنج کرنے کے اور کیا تھا۔ مجھ کو دو شخصوں پر بے انتہا تعجب ہی .... اگر اور کوئی ہوتا۔ تو تعجب نہ ہوتا۔ تعجب یہ ہی کہ یہ دونوں صاحب بھی مطلق نہیں

کہ لڑکوں کی تعلیم کیونکر ہوتی ہے. کیونکر ہونی چاہیے اور محبت پدری کہاں تک کام میں لائی جائے اور کہاں تک اُس کو روکا جائے تاکہ وہ اولاد کے حق میں مضر نہ ہو جائے.......

خاکسار سید احمد
علی گڈھ

۱۰

مشفقی مکرمی۔ کیا آپ کا اخبار بھی مثل دیگر نالائق اخباروں کے نامہذب ہونے کو ہے۔ نہایت افسوس اور کمال درجہ افسوس ہے کہ مضمون مذاق نوشتہ... صاحب آپ کے اخبار ۳۰ اپریل میں چھپا ہے آپ کا اخبار روز بروز ترقی کرتا جاتا تھا۔ لوگوں کا خیال اُس کی طرف رجوع تھا۔ کیا اُس کا ارادہ ہے کہ اپنی تمام عزت و قدر کھو دے۔ والسّلام

خاکسار
سیّد احمد علی گڈھ۔

۱۱

مخدومی۔ دوستانہ صلاح دیتا ہوں کہ آپ اپنے اخبار کو مہذب بنائیں بدگو کے ساتھ اگر بدگوئی کی تو دونوں برابر ہو جاتے ہیں۔ میری نسبت لوگ کیا کیا کچھ نہیں لکھتے ہیں۔ کیا مجھے لکھنا نہیں آتا۔ ہندوستانی ریاستیں ہندوستان میں غنیمت ہیں۔ ہمیشہ اُن کے ساتھ دوستانہ برتاؤ چاہیئے۔

خاکسار
سید احمد
علی گڈھ

—— ۱۲ ——

مخدومی مکرمی۔ اِن چیزوں کو موجودہ حالت میں بحث میں لانا مسلمانوں کی ترقی میں ہرج ڈالنا اور اُن کو متوحش اور زیادہ تر متنفر کرنا ہی۔ یہ امور نہایت جزئیات ہیں جن کی بحث سے ترقی تعلیم اور ترقی تہذیب میں ہرج پڑے گا۔ پس اس کو ہرگز بحث میں نہیں لانا چاہیئے۔ پہلے امور معظم اور اصول کو رائج کرنا چاہیئے۔ تصاویر و تماثیل کے جائز و ناجائز ہونے کے دلائل موجود نہیں۔ اُس کی نسبت فیصلہ کرنا اور ناجوازی اور جوازکی وجہ بتانا نہایت دقیق اصول پر مبنی ہی تصاویر کا رواج خود ہوتا جاتا ہی۔ پس جو بیل کہ چل رہا ہی اُس کو آر مارنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ والسّلام

خاکسار

سید احمد۔ علی گڈھ

—— ۱۳ ——

مخدومی! بیشک میں پردہ کی رسم کا متعدد وجوہ سے نہایت طرفدار ہوں۔ اور بالتخصیص ہندوستان میں۔ اس میں میرا کچھ اجتہاد نہیں ہی۔ نہ میں نے کبھی اس پر غور کیا۔ مگر فقہائے اسلام کا یہ مسئلہ ہی کہ مونہہ اور ہاتھ پہنچے تک۔ اور پانوں ٹخنے تک ستر میں داخل نہیں ہیں۔ فقہائے متاخرین نے بہ سبب فسادات زمانہ مُنہ کو پردے میں داخل کیا ہی۔ مولوی شرر صاحب نے میری نسبت ایک لغو بات لکھدی ہی۔ شاید میں نے کسی کے سامنے کہا ہوگا کہ شرعاً منہ اور ہاتھ پردے میں داخل نہیں ہیں۔ اُن کو چاہیے کہ خود فقہ کی کتابیں دیکھیں۔ والسّلام

خاکسار

سید احمد۔ علی گڈھ

۱۴

مخدومی مکرمی۔ میں نے آپ کا اخبار مورخہ ۸ جنوری پڑھا۔ بلاشبہ میں آپ کی محبت کا جو آپ کو مجھ ناچیز سے ہے ممنون و احسانمند ہوں۔ اور آپ کو اُس تحریر کی نسبت جو اس پرچے میں ہے۔ بوجہ جوش محبت معذور سمجھتا ہوں۔ مگر جانے دو جس کا جو دل چاہے کہے۔ ہمارا کیا بگڑتا ہے۔ اگر ہمارے برا کہنے سے اُن کا دل خوش ہوتا ہے خوش کر لینے دو۔ تم بھی اُس برا کہنے سے خوش ہو۔ کیونکہ وہ ہمارے دھوبی ہیں۔ ہم کو گناہوں سے پاک کرتے ہیں۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ میں نے وہ خط جناب . . . . کے پاس بھیجدیا اگر اُن کا ذکر نہ ہوتا تو میں ہرگز نہ بھیجتا۔ باوجودیکہ مجھے لفافہ کے خط سے قریب یقین کے ہوگیا تھا کہ وہ . . . . . صاحب کا ہے۔ مگر . . . . میں مَیں اُن سے نہایت صاف دلی سے ملا تھا لیکن جب تحریر پر غور کرنے سے وہ یقین زیادہ مستحکم ہوگیا تو بلاشبہ ایسے شخص سے جو ایسے بزرگ ہمارے مخدوم اور اپنے محسن بلکہ پرورش کنندہ . . . . . . کی نسبت ایسا لکھے۔ تو وہ اس قابل نہیں کہ اس سے تعلق رکھا جائے۔ بس یہی کافی ہے۔ اس سے زیادہ اپنا وقت کیوں ضائع کرتے ہو۔ تم میرے ساتھ محبت رکھتے ہو اور اس کا بھی تم کو یقین ہے۔ کہ جو لوگ میری نسبت عیب لگاتے ہیں۔ وہ مجھ میں نہیں ہیں تو تمہارے خوش رہنے کے لیے اور مجھ کو خدا کا شکر کرنے کے لیئے یہی بات کہ وہ عیب اُس شخص میں جس کو تم دوست رکھتے ہو۔ نہیں ہے۔ کافی ہے۔ اس سے زیادہ کیا خوشی کی بات ہے۔ پس برا کہنے والوں کی بری بات کا بھی نیک پہلو نکالو اور خوش رہو۔ خدا تم کو ہمیشہ خوش رکھے۔ والسّلام

خاکسار

سید احمد۔ علی گڈھ

۱۵

مخدومی مکرمی۔ آپ کا پوسٹ کارڈ پہنچا۔ جو کلمات مبارکباد آپ نے تحریر فرمائے ہیں اُن کا دل سے شکر ادا کرتا ہوں "خواب حیرت" میرے پاس پہنچی اُس کا بھی شکر ہی۔ فضیلات کو بروقت فرصت پڑھ کر فضیلات حاصل کروں گا۔ مجھے یاد نہیں میں نے آپ کے کسی خط کا جواب نہ دیا ہو۔ اگر کسی خط کا جواب نہ جائے تو آپ میرے حالات پر خیال فرما کر معاف کریں گے معہذا جبکہ آپ میرے ساتھ ازراہ عنایت پوری محبت رکھتے ہیں۔ تو مجھ کو ضرورت ہی کہ آپ کے خطوں کا جواب نہ بھیجوں یا بہت تاخیر سے بھیجوں تاکہ لطفِ انتظار جس کی قدر آپ جانتے ہوں گے۔ قائم رہے

والسّلام

خاکسار سید احمد

علی گڈھ

۱۶

بھائی سرج الدین۔ تمہارا خط پہنچا۔ ہم کو خدا نے دنیا میں اسی لیے پیدا کیا ہی کہ سب کی بھلائی چاہیں۔ برا کرنے والے کی برائی سے ہم کو کیا کام ہی۔ ہم کو اپنا دل۔ اپنا کام۔ اپنی زبان بھلی رکھنی چاہیے۔ بدوں یا بدطینتوں پر افسوس کرنا چاہیئے۔ مگر اس سے زیادہ کچھ کرنا خود اپنے آپ کو بھی ویسا ہی کرنا ہی۔ جو لوگ بُرا کہنے والے ہیں۔ ان کی نسبت ہم کو صبر و تحمل چاہیئے۔ اگر وہ برائی ہم میں ہی تو اُس کے دور کرنے میں کوشش لازم ہی۔ اگر نہیں ہی تو خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ وہ برائی ہم میں نہیں ہی۔ برا کہنے والے کی نسبت ہم کو صبر و تحمل چاہیئے۔ اگر وہ برائی ہم میں ہی تو اُس کے دور کرنے میں کوشش لازم ہی۔ اگر نہیں ہی تو خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ وہ برائی ہم میں نہیں ہی۔ برا کہنے والے کی

نسبت خیال ہی نہیں کرنا چاہیے۔ کہ کون ہی۔ دنیا میں ہی بھی یا نہیں۔ پس یہی آرام وآسائش کا طریقہ ہی اگر تم بھی چاہتے ہو کہ دنیا میں آرام سے رہو۔ یہی طریقہ اختیار کرو۔ میں یقین کرتا ہوں مگر افسوس کے ساتھ کہ...... کی طبیعت خدا نے ایسی بنائی ہو کہ ان سے بھلائی اور سچائی کی توقع نہیں۔ کچھ ہی کرو آزار ہی پہنچیگا۔ پس گلہ کیا ہی۔ کیا تم دنیا کے بچھوؤں سے گلہ کرتے ہو۔ اور کیا وہ کسی کی دشمنی سے ڈنک مارتے چلتے ہیں پس...... کے حال سے کچھ بحث مت کرو۔ لوگونکا جیسا دل چاہے ویسا اُس کے ساتھ برتاؤ کریں۔ اگر ہم سے معافی چاہتے ہیں۔ ہمارا اس نے کیا گناہ کیا ہی۔ کیا میری داڑھی منڈ گئی آپ آکر دیکھ لیں بدستور ہی۔ جُز دو جُز بڑی ہی ہوگئی ہوگی۔ مجھے تمام عُمر افسوس رہے گا کہ میں نے وہ خط کیوں..... کے پاس بھیجدیا؟ لیکن اگر...... صاحب ممدوح کی نسبت اُس میں ہتوحش بات نہ لکھی ہوتی تو میں ہرگز نہیں بھیجتا۔ خیر جو ہوگیا اُس پر افسوس سے کیا فائدہ ہی۔ میرے نزدیک...... لی کسی بات کے درپے ہونا نہیں چاہیئے خدا کی دنیا میں بہت اقسام کی خلقت ہی۔ ہر ایک اپنا کام کرتا ہی تم اپنا کام کرو۔ مگر جان لو کہ تمہارا کام کیا ہی۔ نیکی بھلائی اور اپنے کام سے مطلب۔ دوسرے کے کام سے کچھ غرض نہیں۔ جس سے دل رُکا ہوا ہو۔ اُس سے مت ملو۔ کیونکہ اُس سے ملکر خوشی نہ ہوگی۔ یا منافقانہ طریقے پر ظاہرداری کرنی پڑے گی۔ نہ ملنے میں بہ نسبت ملنے کے آرام ہی۔ اِسی طرح اُس کی باتوں کی پروا نہ کرنے میں بالکل آرام ہی۔......

والسّلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خاکسار۔ سید احمد۔ علی گڈھ

نوٹ:۔ خطوط نمبر ۹ لغایتہ ۱۶ پر کوئی تاریخ نہیں ہی اس لیے وہ آخر میں درج ہوئے۔

نواب سردار محمد حیات خاں صاحب کے نام

۱

مائی ڈیر حیات۔ آپ کا عنایت نامہ پہونچا ..... بعد برسات پٹیالہ جانا ہوگا۔ آپ کی ملازمت کو بھی دل چاہتا ہی۔ اور سرہند میں حضرت مجددؒ کے مزار کی زیارت کا ارادہ ہی۔ کیا عجب ہی کہ ملتان تک آنا ہو جاوے۔

ملتان میں کن کن بزرگوں کی زیارت ہی۔ اُن سے اجازت لے لیجیے اور یہ بھی دریافت فرما لیجیے کہ کیا عنایت ہوگا۔ والسّلام

خاکسار

سیّد احمد۔ علی گڈھ

۲۶ جون سنہ ۱۸۹۰ء

مولانا مولوی عنایت رسول صاحب چریاکوٹی کے نام

۱

جناب مولانا مخدوم مکرم من مولوی عنایت رسول صاحب

آپ کا نوازش نامہ مورخہ ۲۲ مئی از مقام اعظم گڈھ پہونچا۔ آپ کی خیر و عافیت دریافت ہوتے سے نہایت خوشی ہوئی۔ حال یہ ہی کہ عالم مثال کی نسبت جو میں نے لکھا اس سے میری مراد یہ نہیں ہی کہ عالم مثال ماننے والوں کا خواہ وہ حضرات صوفیہ ہوں یا فلاسفہ یہ خیال ہی بلکہ میں عالمِ مثال کو نہیں مانتا اور بجز عالمِ خیال کے اور اس کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتا۔ پس میری رائے میں جس وجہ سے عالم مثال کے ماننے والوں کو عالم مثال کا خیال پیدا ہوا ہی وہ میں نے لکھا ہی اور وہ وجہ لکھی ہی جسکی وجہ سے عالم خیال ماننے کو عالم مثال کا خیال پیدا ہوا ہی نقشۂ واقعات عظیمہ جو آپنے بھیجا تھا وہ تہذیب الاخلاق میں چھپ گیا ہی اور پرچہ محرم کے پرچہ میں شائع ہوگیا جو رسالہ کہ متعلق تحریف آپنے لکھا ہی اُس کی نسبت آپ نے کچھ اشارہ نہیں کیا کہ وہ مثبتِ تحریف ہی یا منفیِ تحریف۔ بہرحال جو کچھ آپ نے لکھا ہو وہ ضرور میرے پاس بھیجدیجئے گا۔ شائد تہذیب الاخلاق میں تو اس کا چھاپنا مشکل ہوگا۔ کیونکہ تہذیب الاخلاق میں جو بحث ہوتی ہی وہ باہم مسلمانوں کے خیالات سے ہوتی ہی۔ غیر مذہب کی نسبت اس میں کچھ لکھا نہیں جاتا۔ لیکن میں خواہشمند ہوں کہ آپ کی تصانیف جو آپنے

لکھ لکھ کر صندوق میں بند کر رکھی ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو شائع ہوں اور میں اس رسالہ کو اور نیز آپ کی دیگر تصانیف کو علیحدہ بہ طور رسالوں کے چھپوانے کو موجود ہوں۔ آپ تو علی گڈھ تشریف نہیں لاتے۔ ناچار مجھ کو چریا کوٹ آنا پڑیگا۔ اور پوٹ کی پوٹ آپ کی تصنیفات جو آپ نے باندھ باندھ کر رکھ چھوڑی ہی۔ سب اٹھا لاؤنگا

والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڈھ۔ ۲۶ مئی ۱۸۹۶ء

میر واحد علی صاحب کے نام

۱

کامن سنس ایک دوسری چیز ہی اس کو اس تقسیم سے کچھ علاقہ نہیں ہی فطرت اس بات کو ثابت کرتی ہی کہ انسان کی عقل کے لیے یہی ایک حد ہی اور خود عقل ثابت کرتی ہی کہ جو باتیں اُس حد سے بالاتر ہیں وہ عقل انسانی سے مافوق ہیں۔ پس عقل پر عقلِ انسانی کا اطلاق ہی۔

مگر یہ حد عقلِ کامل کی ہی بہت سے انسان ایسے ہیں جن کی عقل اُس حد تک نہیں ہی اور ظاہر ہی کہ انسانوں کی عقول کے درجات متفاوت ہیں بہ لحاظ اون درجات متفاوتہ کے ہر شخص کی عقل نسبت عقل کا اطلاق کیا گیا ہی اور جبکہ اشخاص

سے قطع نظر کی جاوے تو عقل کل عقل انسانی سے تعبیر کیا ہو والسّلام
سیّد احمد ۱۰ اکتوبر ۱۸۹۵ء

ایک فارسی خط خان خیر اللہ خاں صاحب کے نام

۱

خان صاحب۔ مخدوم ومکرم مظہر عنایت وکرم خان خیر اللہ خان زاد عنایتہ۔ عنایت نامہ آں شفیق مکرم رسیدہ باعث ممنونی گشت۔ شکر عنایاتِ آن مکرم کہ از عنایت نامہ مترشح بود اداامی نمائم۔ مدرستہ العلوم علی گڑھ کہ بجہت تعلیم وتربیت مسلمانان بنا یافتہ اگر اطفال مسلماناں ازاں فائدہ بردارند بلاشبہ باعث مسرت دلی است یا قوت تماں فرزند آں مکرم کہ امتحان انٹرنس پاس نمود مسرت بر مسرت افزود۔ خدا تعالیٰ آں شفیق را مبارک کند۔ سعادتمندی و نیک روئگی وادب واطاعت بزرگاں وخیر خواہاں بر تعلیم ہم مقدم است اگر یاقوت خاں ارادہ تعلیم زائد دارد وحصول ڈگری ہائے یونیورسٹی را خواہاں است و دریں مدرسہ آمدہ تعلیم می خواہد من بسیار خرسندم وہر قدر کہ ممکن است در تعلیم اور کوشش خواہم کرد۔ مگر یاقوت خاں را معلوم باید کرد کہ تعمیل احکام وقواعد مدرسہ بر و واجب خواہد بود ونیز او را بہ طریق سعادتمندی واطاعت وادب وفرمانبرداری لازم وضرور خواہد شد واز مشورت وصلاح اشرارے کہ خود را و دیگراں را خراب کردن میخواہند پرہیز باید کرد بار دیگر چناں حماقت ونادانی نہ نماید کہ یک بار مرتکب آں شدہ۔ من بسیار خوش خواہم شد اگر یاقوت خاں در مدرسہ حاضر شدہ بہ طریق سعادتمندی تعلیم خود جاری نماید۔ والسلام علیکم خاکسار

سید احمد۔ علیگڑھ ۲۵ جولائی ۱۸۹۳ء

مولانا مولوی محمد ابراہیم صاحب آروی کے نام

۱

جناب مولانا مخدوم و مکرم من مولوی محمد ابراہیم صاحب زاد فیضہ'
السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ آپ کا نوازش نامہ مورخہ نہم دسمبر پہونچا ممنون ہوا۔ میں آپ کے عنایت نامہ کو باعثِ افتخار اور آپ کے دعائیہ کلمات کو باعثِ نجات سمجھتا ہوں۔ آپ نے باوجود اس کے کہ جو حقیقت حال میری تصنیفات کی تھی میں نے پوست کندہ آپ کی خدمت میں عرض کردی تھی دوبارہ آپ نے اُن کو طلب فرمایا ہی میں اُن کی نذر کرنے سے افتخار حاصل کروں گا۔ اس وقت میں رام پور جاتا ہوں دو تین روز میں واپس آؤں گا اور جس قدر کتابیں موجود ہیں اُن کا ایک ایک نسخہ خدمت عالی میں بھیجدوں گا۔ آخر عنایت نامہ میں آپنے دو سوالوں کا ذکر فرمایا ہی اوّل یہ کہ آپ علما کی اصلاح کے لیے کونسا طریقہ اور کونسا پہلو مناسب خیال فرماتے ہیں اس پر میں اس قدر اور زیادہ کروں گا کہ مسلمانوں کے اسلام پر قائم رہنے کے لیے کون سا طریقہ مناسب خیال کرتے ہیں۔

اُس فقرہ کا جو آپ کے سوال کا فقرہ ہی میں یہ جواب دیتا ہوں کہ میرے نزدیک اگر علمار کی اصلاح ممکن نہیں تو قریب قریب ناممکن کے ہی نفاق اور ضد اور تفوق ایک دوسرے پر اور بعضوں کا دینداری کو ذریعۂ معاش بنانا اور تقلید میں ایسا غلو کرنا کہ شرک فی النبوۃ کی حدتک پہنچ گیا ہی اور اُن بزرگوں کا جن کو عام لوگ

وہابی اور خود اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں۔ تسلب اور ادنی مسائل کے اختلاف میں فریقین کا ایک دوسرے کو کافر و مشرک کہنا اور اس حدیث کے الفاظ کو (میں نہیں جانتا کہ احادیث صحیحہ میں سے ہے یا نہیں) من استقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فھو مسلم۔ کو مردود قرار دینا علمائے زمانہ کا ذہن ہو گیا ہے اور اخوت اسلامی جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے بندھی ہوئی ہے اوس سب کو توڑ دیا ہے۔ جب یہ حال ہے تو خدا ہی اُس کی اصلاح کرے تو ہو ورنہ ظاہر اسباب میں تو ہوتی ہوئی نہیں معلوم ہوتی۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً۔
میرے نزدیک اس سے تو آپ ہاتھ دھوئیے مگر جو فقرہ میں نے مستزاد کیا ہے اُس پر توجہ فرمائیے اور میرے نزدیک وہ مطلب حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ علمائے زمانہ ابن رُشد نے جو رائے ظاہر کی ہے اُس کی پیروی نہ کریں۔ میں ایک پرچہ تہذیب الاخلاق خدمت عالی میں روانہ کرتا ہوں جس میں اس امر کے متعلق ابن تیمیہ ابن رُشد اور شریف مرتضیٰ کے آرا مندرج ہیں۔ علما کی باہم اصلاح ہو یا نہ ہو مگر ہر مسلمان کا اور خصوصاً علما کا فرض ہے کہ مسلمانوں کے اسلام پر قائم رہنے کی فکر کریں۔

دوسرا سوال درباب مہیا کرنے زمانہ کی تصنیفات و تالیفات کے ہے افسوس ہے کہ یہ کچھ آسان کام نہیں ہے اُس کے لیے روپیہ اور ہمّت اور استقلال اور صبر درکار ہے۔ اس زمانہ کی تصنیفات و تالیفات نہ عربی و فارسی میں ہیں اگر کچھ ہیں تو محض غیر مفید پوچ لچر ہیں غیر مذہب کے علما کی تصنیفات و تالیفات کے جمع کرنے کی اور دیکھنے کی ضرورت ہے جو علوم جدیدہ پر مبنی ہیں اور جن کی بنا پر اسلام پر اعتراضات ہیں اور نعوذ باللہ اُس کو غلط اور باطل ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور وہ سب زبان غیر میں ہیں۔ پھر کیونکر اُن سے

فائدہ حاصل ہو سکتا ہی۔ میں ایک رسالہ درباب استرقاق خدمت میں بھیجتا ہوں جو میری دانست میں کافی جواب ہی اون اعتراضوں کا جو مخالفین نے اسلام پر کیے ہیں۔ میں یقین جانتا ہوں کہ خود علمائے اسلام اُس رسالہ کو دیکھ کر مجھ کو کافر و مرتد بنا دیں گے۔ پس اگر آپ نے اس زمانہ کی تصنیفات جمع بھی کرلیں اور کسی طرح سے اُن سے مطالب بھی دریافت کیے تو کیا نتیجہ ہوگا۔ کیا آپ ایسی جرات کریں گے جو برخلاف تمام علمائے سابقین کوئی امر تحریر فرمائیں مجکو معاف فرمایے گا۔ کہ جو باتیں میرے یقین میں تھیں اُن کو صاف صاف عرض کیا ہی۔ والسّلام علیکم

خاکسار

سید احمد علی گڈھ

۱۴ دسمبر ۱۸۹۴ء

۲

جناب مولانا مخدوم و مکرم من مولوی محمد ابراہیم صاحب

سلام مسنون۔ عنایت نامہ پہونچا ممنون عنایت ہوا۔ مسلمانوں کی بہتری و فلاح میں جو تدبیر ہوسکے اُس میں دل سے شریک ہوں مگر و متہ لائم کے خوف سے کسی چیز کو مخفی طور پر جو ایک نوع کی تدلیس ہی کرنا نہیں چاہتا ؎

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

آپ کی جماعت مقدسہ اور مکرمہ اگر مجکو اس قابل نہیں سمجھتی کہ کوئی ممبر اُس جماعت کا مجھسے ملاقات کرے تو آپ کو یہی مناسب ہی کہ میری ملاقات سے مجتنب رہیں انجمن اسلامیہ لاہور کا جلسہ ۲۳ و ۲۴ فروری کو ہی اور آپکے مدرسہ کا جلسہ ۱۲ شعبان ۱۰ فروری کو ہوگا۔ ہم لوگ غایت درجہ ۲۰ فروری کو روانہ

پنجاب ہو جائیں گے کیونکہ اور جگہ بھی جانا اور رستہ میں ایک آدھ جگہ ٹھیرنا ہی
انجمن حمایت اسلام کے لکچراروں نے میرا نام غلط لکھدیا ہی۔ میں کوئی لکچر
نہیں دینے کا۔ میری طبیعت اچھی نہیں ہی۔ ایک چھوٹا سا لکچر جو مینے اپنے کالج
کے طالب علموں کو دیا تھا۔ وہ بھی بیٹھکر دیا تھا۔ کھڑا نہیں رہ سکا۔ ایک کاپی
اُس لکچر کی بھی خدمت عالی میں مرسل ہی۔

غرض کہ آپ لوگوں کے جلسے اور ہم لوگونکی روانگی کی تاریخیں ایسی قریب ہیں
کہ نواب محسن الملک مولوی مہدی علی آپ کے مدرسے کے جلسے میں کسی طرح
شریک نہیں ہو سکتے۔ بلاشبہ آپ کی یہ تجویز کہ مولوی مہدی علی صدر انجمن جلسہ
ہوتے بہت عمدہ تھی مگر اُن کی شرکت بسبب روانگی پنجاب غیر ممکن ہی

اگر آپ کا تشریف لے جانا لاہور ہوا اور مجھ کو آپ کی ملازمت حاصل ہوئی
تو میں اُس کو باعثِ افتخار سمجھوں گا۔

جس صفائی دلی اور سچائی اور نیک دلی اور اخلاص قلبی سے آپ سنے
عنایت نامہ لکھا ہی میں اُس کی نہایت قدر کرتا ہوں اور دل سے شکر ادا
کرتا ہوں۔ مولوی مہدی علی کو ہماری مخالفت سے تو اس قدر فائدہ ہوا کہ
آپ کی جماعت کے لوگوں نے اُن کو اچھا سمجھا۔ لیکن اگر وہ ہمارے موافق
ہوتے تو زیادہ رتبہ پاتے کہ فرشتہ بھی اُن کو اچھا سمجھتے آپ کا عنایت نامہ
مولوی مہدی علی کو دکھلاؤنگا۔ میری عادت ہی کہ تمام خطوط کو چاک کرڈالا
کرتا ہوں۔ لکچر سید محمود و رسالہ فیصلہ قسمت مسلمانان و دیگر روئداد ہائے
کانفرنس مرسل خدمت ہیں۔ والسلام

خاکسار سید احمد علی گڈھ

۵ فروری ۱۸۹۵ء

۳

جناب مولینا مخدوم و مکرم من مولوی ابو محمد ابراہیم صاحب - سلام مسنون
بے ادبی اور جرأت جو اس عریضہ میں ہو آپ معاف فرمایے گا -
ہماری جماعت اس بات کو مناسب خیال کرتی ہو کہ میں جو اس جماعت کا
ایک حقیر ممبر ہوں آپ سے ملاقات کروں ہاں ہمیں اس بات کا بیشک
خیال ہو کہ آپ کی ملاقات ہمارے مقاصد کے لیے جو ہماری کمیونٹی اور
ہمارے سرکل کی اصلاح سے متعلق ہو مفید ہو اور مضر نہو اگر ہم اپنی اور آپکی
ملاقات کو اپنی کمیونٹی کی آنکھوں میں مہتم بالشان ثابت ہونے کا موقع دیں گے
تو پھر وہ ہمیں اپنے پٹھے پر ہاتھ نہ دھرنے دیگی پھر ہمارے مقاصد بھی فوت
ہو جائیں گے اور ہم اس کی اصلاح میں قاصر رہیں گے - اگر ہم اپنی کمیونٹی کو
اپنے سے بھڑکا دینگے تو ہمارا کام خراب ہو جائے گا - کمیونٹی سے ہماری
مراد ان چند علما کے جتھے سے نہ تھی جسے ہم اپنی جماعت سے تعبیر کرتے ہیں
وہ ہزاروں ہزار مسلمان مراد ہیں جن سے ہماری قوم بنی ہو شائد ہم نے اپنے
پچھلے خط میں لفظ "کمیونٹی" کے عوض غلطی سے کمیٹی لکھدیا ہوگا - جس نے
غلط مفہوم پیدا کر دیا -
جناب مولانا! جو خیال آپ نے اپنی عنایت نامہ کے اس فقرہ میں
ظاہر فرمائے ہیں جو اس عریضہ میں چسپاں ہو - یہ اسی قسم کے خیالات ہیں جن سے
بڑے بڑے عالم و واعظ خدا پرست دین دار کلمۂ الحق کے کہنے سے باز رہے ہیں
میں بڈھا ہوں اور اپنی عمر میں ہر فرقہ کے بہت بڑے بڑے شخصوں کو دیکھا کہ
اسی چیز نے اور اسی خیال نے کلمۂ الحق کے کہنے سے ان کو باز رکھا - مولینا
اسمٰعیل شہید اگر اسی قسم کے خیالات میں مبتلا رہتے - تو ہندوستان میں سے

شرک و بدعت کی تاریکی کیسے دور ہوتی - آپ کو معلوم نہ ہوگا مگر آپ معاف فرمایئے گا کہ میں نے وہابیوں کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔ ایک وہابی دوسرے وہابی اور کربلیہ - تیسرے وہابی کربلیہ اور نیم چڑھا - میں اپنے تیئں تیسری قسم میں قرار دیتا ہوں اور بجز حق حق حق جو میرے نزدیک ہو ذرہ برابر دریغ نہیں کرتا اور سمجھتا ہوں کہ یہ اوّل سیڑھی اسلام کی ہے اگر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے اس قسم کے خیالات ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ ان کی زبان سے انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض" نکلتا اگر ہمارے دادا اور ہمارے ہادی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے خیالات ہوتے تو امکان نہ تھا کہ ہزاروں دشمنوں کے رہتے لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ زبان پر لاتے۔ ہمارا دشمن شیطان دینداری کے پردہ میں ہم کو سب سے زیادہ دھوکے میں ڈالتا ہے - ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نیک کام کر رہے ہیں اور لوگوں کو نیک راہ بتا رہے ہیں - اگر فلاں کلمۂ الحق کہیں - تو سب بدک جائیں گے اور جو نیکی ہم پھیلا رہے ہیں اس کو نقصان پہونچے گا - یہ دینداری کے پردہ میں شیطان کا دھوکا دینا ہے حق بات کو چھپانا یا باز رکھنا اور اس سے نیکی پھیلانے کی توقع رکھنا - ایسا ہی ہے جیسے جو بونا اور گیہوں ہونے کی توقع رکھنا، اگرچہ جو فقرہ آپ کا اس خط میں چھپا ہے - اس میں خاص میری نسبت بات ہے - مگر میں نے اس سے قطع نظر کرکے عرض کیا ہے - کہ کسی خیال سے حق بات کو ظاہر نہ کرنا گو وہ کیسی ہی ادنیٰ ہو ٹھیک نہیں ہے - جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی کو میں نے ہی نیم چڑھا وہابی بنایا ہے - وہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر اس کو سنت ہی جانتے تھے - میں نے عرض کیا کہ نہایت افسوس

ہے کہ جس بات کو آپ نیک جانتے ہیں۔ لوگوں کے خیال سے اُس کو نہیں کرتے۔ جناب ممدوح میرے پاس تشریف لائے تھے جب یہ گفتگو ہوئی میں نے سُنا کہ میرے پاس سے اُٹھ کر وہ جامع مسجد میں عصر کی نماز پڑھنے گئے اور اُس وقت سے رفع یدین کرنے لگے۔ گو ان پر لوگوں نے بہت حملے کیئے مگر کلمۃ الحق ہمیشہ کلمۃ الحق ہے۔

والسّلام علیکم

خاکسار

سید احمد علی گڈھ

۱۰ر فروری ۱۸۹۵ء

مولینا محمد علی صاحب کانپوری بانی ندوۃ العلما کے نام

۱

جناب مولانا مخدوم مکرم من مولوی محمد علی صاحب ناظم ندوۃ العلماء،

بعد سلام مسنون عرض یہ ہی کہ آپ کا نوازش نامہ اور حصہ اول روئداد ندوۃ العلماء پہنچا۔ ممنون عنایت ہوا اُس پر ریویو لکھنا اور فرائض ریویو نویسی کو پورا پورا ادا کرنا کسی قدر مشکل اور نامناسب ہے ایک عمدہ کام شروع ہوا ہی۔ اس کو چلنے دینا چاہیئے۔ خدا اس کا نیک نتیجہ پیدا کرے۔ میں اس کی رسید اخبار میں چھاپوں گا اور نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی کانفرنس کے اجلاس میں ایک رزولیوشن پیش کریں گے اور جو آپ کا ارشاد ہی اس پیرایہ میں اس کی تعمیل ہو جائیگی۔ اگرچہ مجھ کو کچھ توقع نہیں ہی کہ باہم علما کے اتفاق ہو الا کوشش ضرور ہو۔ السلام علیکم

خاکسار

سید احمد۔ علیگڈھ

۱۲ر دسمبر ۱۸۹۴ء

مولوی ابوالحسن صاحب صدیقی کے نام

مولوی صاحب بدایوں کے شیوخ صدیقی سے ہیں حیدر آباد میں چیف جج عدالت دیوانی رہے اور اب وظیفہ پاتے ہیں اور اپنے وطن بدایوں میں قیام ہی۔ چار سال تک سرسید کے پرائیویٹ سکریٹری اور پرسنل اسسٹنٹ رہے اس زمانہ میں سرسید انڈین لیجسلیٹو کونسل کے ممبر تھے۔ اس کارخدمت کے متعلق آپکو سرسیّد نے ایک عمدہ سرٹیفکیٹ دیا تھا

—— ۱ ——

مکرمی مولوی ابوالحسن صاحب!

آپ کو اختیار رہی کہ اگر میرے[1] خطوط آپ کے پاس ہوں تو جس طرح آپ مناسب سمجھیں اس طرح حسب خواہش منشی سراج الدین صاحب اُن کو کام میں لاویں والسّلام

خاکسار سید احمد۔ علی گڈھ

۱۴ر جون ۱۸۹۰ء

---

[1] مولوی صاحب کے نام بہت سے خطوط تھے لیکن سید صاحب کی اس تحریر کی تعمیل میں اُنھوں نے اپنے تمام خطوط مولوی سراج الدین صاحب ایڈیٹر سرمور گزٹ ناہن کے پاس جنھوں نے سرسید کی سوانح عمری لکھنے کی غرض سے خطوط جمع کیے تھے بھیجدیے تھے اور وہ اُن کو واپس نہیں ملے۔ یہ مختصر خط جو ہمیں مولوی صاحب سے ملا ہی اس لیے بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہی کہ سید صاحب نے اس میں اپنے خطوط کو شائع کرنے کی اجازت دیدی ہی اور اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ سرسیّد کے خطوط کے اس مجموعہ کی اشاعت اُن کے منشا کے خلاف نہیں ہی۔

منشی حافظ سعید احمد صاحب کے نام

منشی صاحب حافظ قرآن اور مولوی محمد اکبر مرحوم منیجر بورڈنگ ہوس
مدرسۃ العلوم کے خویش تھے ۱۸۸۳ء سے کالج کی ملازمت میں بطور
نائب منیجر بورڈنگ ہوس داخل ہوئے اس کے بعد دفتر میں محاسب ہو گئے
۱۳ مارچ ۱۹۲۱ء کو انتقال ہوا

۱

مشفقی منشی حافظ سعید احمد صاحب

مولوی عبد اللہ صاحب کا خط جو آپ نے بھیجا میں نے نہایت خوشی سے پڑھا قبل اس کے کہ میں اس کا جواب دوں اپنے خیالات کا ظاہر کرنا مناسب سمجھتا ہوں سب سے اوّل یہ بات ہے کہ جس مقصد کے لیے ہم ایک بزرگ اور مقدس شخص کو بورڈنگ ہاؤس میں رکھنا چاہتے ہیں وہ ایسا ہو کہ درحقیقت اس کام میں اس کو مالی فائدے پر نظر نہ ہو اور نہ مالی فائدے کو مقدم سمجھے بلکہ ان کا اصلی مقصد اور ان کی سچی نیت خالصاً للہ یہ ہو کہ مدرستہ العلوم ایک ایسی جگہ ہے جہاں کثرت سے مسلمان نوجوان جمع ہیں ان میں نیکی اور اخلاق محمدی اور محبت اسلامی اور پابندی فرائض مذہبی کو پھیلانا اور ان کے دلوں کو نرمی اور اخلاق سے نہ تشدد اور سختی اور تعصب اور تشقف سے نیکی کی طرف مائل کرنا ایک مذہبی اور ثواب کا کام ہے ہزاروں جاہلوں کے مجمع میں وعظ کہہ دینے سے ایسے لوگوں میں جو اس زمانے کے علوم کی تعلیم میں مصروف ہیں اور نوجوان ہیں نیکی اور اخلاق محمدی کا پھیلانا اور فرائض مذہبی کی طرف مائل کرنا ہزار درجہ بہتر ہے اور اسلام اور قوم کے لیے زیادہ مفید ہے۔

پس یہ مقصد ایسے ہی شخص سے حاصل ہو سکتا ہے جس کی نیت اور ارادہ خالصتاً بلا کسی قسم کے لالچ اور دنیاوی طمع کے اس کام کے کرنے کا ہو اور یہ سمجھے کہ میں اسلام کی خدمت کرتا ہوں۔ پس اگر مولوی عبد اللہ صاحب اسی نیت سے یہاں آنا چاہیں تو ہماری عین خواہش اور خوشی ہے علاوہ اس کے میں دنیاوی فائدے کی نظر سے دینی کاموں کو انجام دینا یا دلوانا جائز بھی نہیں سمجھتا۔

مولوی عبد اللہ صاحب فرزند ہیں مولوی انصار علی صاحب کے۔ نواسے ہیں مملوک علی صاحب کے۔ داماد ہیں مولوی محمد قاسم صاحب کے اور ان کے سب بزرگوں سے مجھے ذاتی واقفیت تھی اور امید ہے کہ ان بزرگوں کی صحبت کے فیض سے مولوی عبد اللہ صاحب کی بھی ایسی ہی طبیعت ہے کہ دینی کاموں کو بہ لحاظ دین اور بہ لحاظ محبت اسلام انجام دیں اور اسی خیال سے میں ان کا مدرسہ میں تشریف لانا اور رہنا باعث خیر و برکت سمجھتا ہوں۔

مدرسے میں قیام پذیر ہونے میں جن کاموں کے انجام کی ان سے خواہش ہے وہ یہ ہیں۔

اوّل مسجد کا اہتمام اور نماز پنج گانہ کا انتظام ان کے متعلق رہے۔ اور پانچوں وقت کی نماز وہ خود پڑھا دیا کریں۔ ان کے سبب سے جماعت کو ترقی ہوگی اور طالب علموں کو نماز جماعت کی زیادہ ترغیب ہوگی۔

دوسرے یہ کہ کبھی کبھی جمعہ کی یا اور کسی نماز کے بعد بطور وعظ کے طالب علموں کو کسی قدر نصیحت کر دیا کریں کالج کے طالب علم خود تعلیم یافتہ ہیں اور متعدد قسم کے علوم سے واقفیت رکھتے ہیں۔ ان کے لیے زیادہ تر مفید یہ ہوگا کہ اخلاق اور عادات محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ کرام اور دیگر بزرگان دین کی نیکیوں اور حسن اخلاق اور خدا پرستی اور خدا کی محبت اور احکام مذہبی کے

خلوص سے ادا کرنے کا والدین اور استاد کے ادب اور آپس میں مسلمانوں کی ہمدردی عقائد مذہب اسلام کی خوبی اور سادگی۔ وحدانیت خدا کی عظمت وشان۔ قرآن مجید کی خوبی اور جناب رسالت مآب کی ہدایات کی خوبی اور برتری سے وقتاً فوقتاً اُن کو آگاہ کیا جاوے۔ جس سے طالب علموں کے دلوں میں نیکی پیدا ہو اور اُن کے دل سچائی اور باہمی محبت اسلامی اور نیکی کی طرف مائل ہوں۔

مدرسہ میں شیعہ اور سُنّی دونوں قسم کے طالب علم ہیں اُن کو صرف سُنّی طالب علموں کی ہدایت سے تعلق رکھنا چاہیے اور اس بات کا ہمیشہ خیال رہے کہ کوئی ایسا امر واقع نہ ہونے پائے کہ جس سے مابین سنی اور شیعہ طالب علموں کے کوئی رنجش یا تکرار مذہبی پیدا ہو۔

ان کو اس بات پر توجہ کرنی چاہیے کہ ان کا ادب اور ان کی محبت طالب علموں کے دلوں میں پیدا ہو اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ وہ خود طالب علموں کے ساتھ اخلاق و محبت سے پیش آویں اور انھیں کا اخلاق و محبت طالب علموں کی ہدایت اور ان میں نیکدلی پیدا ہونے کا ذریعہ ہوگا۔ خدا نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ فبما رحمة من الله لنت لهم و لو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولك۔ پس علماء کا بھی یہی فرض ہے کہ اس رحمت سے خود فائدہ اُٹھا کر لوگوں کی ہدایت کریں میرے نزدیک تعصب و تسلّب اور تشقق اختیار کرنا خلاف حکم خدا اور خلاف طریقہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلاف انسانیت ہے اور اس طریقہ سے ہرگز کسی کو ہدایت نہیں ہو سکتی بلکہ نفرت پیدا ہوتی ہے۔

زیادہ تر میرا مقصد یہ ہے کہ طالب علموں کے دلوں میں نماز پنجگانہ اور باجماعت نماز ادا کرنے کا شوق پیدا ہو یا عادت پڑ جاوے۔ اگرچہ ہمارے

کالج میں ایک خاص شخص نماز کی حاضری لینے کو معین ہوتا ہی اور جو لوگ جماعت میں غیر حاضر ہوتے ہیں ان سے مواخذہ کیا جاتا ہی اور تدارک بھی ہوتا ہی مگر میری رائے میں اُس سے چنداں فائدہ نہیں۔ بہتر یہ ہوگا کہ جو شخص حاضری لیتا ہی وہ ان لوگوں کے نام سے جو بلا وجہ اکثر جماعت سے غیر حاضر ہوتے ہیں مولوی صاحب کو اطلاع کریگا اور مولوی صاحب کسی وقت اُن کو علیحدہ تخلیہ میں بلا کر نصیحت کریں گے اور سمجھادیں گے کہ نماز پڑھنی اور جماعت میں شریک ہونا چاہیئے اگر کچھ نہیں تو اس طریقے سے شوکت اسلام اور شوکت جماعت مسلمانان ثابت ہوتی ہی۔ غرض کہ اس قسم کی مشفقانہ نصیحتیں زیادہ بکار آمد ہوں گی اور ان دنیاوی سزاؤں سے جو پرنسپل صاحب نماز کی غیر حاضری کے سبب دیتے ہیں زیادہ ترکارگر ہوں گی

اسی طرح مولوی صاحب کو معلوم ہو کہ کسی لڑکے کے عقائد مذہبی میں فرق ہی یا اور کسی مذہبی مسئلہ میں اس کو شبہ ہی تو تخلیہ میں مشفقانہ طریق پر اس کو سمجھا دیں اور جہاں تک اُن سے ہو سکے اس کے شبہ کو دور کریں۔

جو لڑکے قرآن مجید پڑھے ہوئے نہیں ہیں اُن کو مسجد میں صبح کے وقت یا اور کسی وقت تھوڑا تھوڑا قرآن پڑھایا جاتا ہی اور اس کے لیے جداگانہ حافظ مقرر ہی مولوی صاحب کو مناسب ہوگا کہ اس پر بھی نگرانی رکھیں تاکہ تعلیم قرآن مجید کی بخوبی جاری رہے۔

ان کاموں کے سوا کوئی کام مدرسہ کا اُن سے متعلق نہ ہوگا لیکن اگر کوئی طالب علم قرآن مجید کے معنی یا کوئی حدیث کی یا کوئی اور مذہبی کتاب پڑھنا چاہے تو اس کا پڑھانا بھی ان کی خوشی پر منحصر ہوگا اور اُمید ہی کہ مولوی صاحب ایسے کام سے انکار نہیں کریں گے۔

مولوی صاحب کو دن رات مدرسہ میں ایک خاص مکان میں جو مسجد کے ضلع میں ہوگا رہنا ہوگا اور جن دنوں میں کہ مدرسہ بند ہوتا ہے یعنی مدرسہ میں تعطیل ہوتی ہے ان دنوں میں اور نیز بحالت ضرورت بحصول رخصت وہ اور جگہ جا سکیں گے اور اسی امر کی بابت نہ بہ معاوضہ انجام امور دینی ہم اُن کو بخوشی معاوضہ دیں گے کیونکہ ان قیود کے سبب وہ اور طرح پر اپنی معاش حاصل کرنے سے معذور ہو جاوینگے

مگر ہم کو افسوس ہے کہ بالفعل بہ لحاظ حالات مدرسہ ہم ان کو اس قدر معاوضہ نہیں دے سکتے جس قدر کہ دینا چاہیے مگر مکان کی درستی فرش وغیرہ سے اور مکان کی روشنی وغیرہ ہم سب مہیا کریں گے اگر وہ یہ چاہیں کہ ان کے کھانے کا انتظام بھی ہم اپنے ذمہ لیں تو پچاس روپیہ ماہواری اور اگر کھانے کا انتظام بھی خود مولوی صاحب اپنے آپ کرنا چاہیں تو ساٹھ روپیہ ماہواری اُن کو دیں گے اور اگر ہم دیکھیں گے کہ اس انتظام سے ہمارا مقصد بخوبی حاصل ہوتا ہے۔ تو ہم رفتہ رفتہ اُن کی تنخواہ سو روپیہ تک بڑھا دیں گے۔ مجھ کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مولوی صاحب نے تصحیح اور تحشی مثنوی مولانا روم کا کام اپنے ذمہ لیا ہے اور اس کا معاوضہ بھی کچھ ان کو ملتا ہے۔ اس سے ہم کو کوئی مزاحمت نہیں ہے۔

مجھ کو اس بات سے بھی اطلاع دینی ضرور ہے کہ اگر کوئی باہر کا طالب علم ان سے ان کے مکان سکونت واقع بورڈنگ ہاؤس میں آکر پڑھنا چاہے تو بلا خاص اجازت سیکرٹری و پرنسپل کے کوئی باہر کا طالب علم بورڈنگ ہوس میں آمد و رفت نہیں کر سکے گا۔

میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ان سب امور سے مولوی صاحب کو اطلاع دیجیے اگر ان کو منظور ہو تو میں فی الفور ان کے رہنے کے لیے ایک مکان منجملہ مکانات متعلقہ مسجد کے تیار کر دوں اور مجھ کو امید ہے کہ جب مولوی صاحب

یہاں آئیں گے تو ہر مذہب کے طالب علموں اور کالج کے افسروں سے اپنا ایسا طریقۂ برتاؤ رکھیں گے جو اوروں کے لیے ایک نمونہ اسلامی اور محمدی اخلاق کا ہوگا فقط والسّلام

مقام علی گڈھ
۵ جون ۱۸۹۳ء

خاکسار
سید احمد

محمد سعید خاں صاحب ناظر کے نام

آپ غدر ۱۸۵۷ء میں سرسید کے ساتھ بجنور میں تھے اس زمانہ میں آپ ناظر کلکٹری تھے اس کے بعد مراد آباد میں ناظر منصفی ہو گئے ۱۸۷۵ء میں سرسید نے انھیں پنشن دلا کر علی گڈھ بلا لیا اور کالج کے صیغۂ عمارت میں ملازم ہو گئے یہاں وہ گڈھ کپتان کے نام سے مشہور تھے آخر وقت تک علی گڈھ رہے

۱۹۰۶ء میں انتقال ہوا

۱

خانصاحب شفیق دلی سلامت

تمہارا خط پہونچا۔ درحقیقت تم مجھ کو یاد کرتے ہو گے۔ بقرعید میں ضرور آنا اگر تم آؤ گے تو میں تم سے ملکر نہایت خوش ہونگا۔ چھاپہ خانہ جاری ہو گیا ہی مگر کیس نہیں ہیں۔ اس سبب سے بڑا ہرج ہوتا ہی۔ جس قدر کیس تیار تھے اُس سے کام نہیں چلتا۔ تم مولوی جعفر علی صاحب وکیل سے ملو اور دریافت کرو کہ اگر بگھی کی قیمت وصول ہوئی ہی تو جلد میرے پاس بھیجدیں کیونکہ مجھے ان دنوں میں روپیہ کی بہت ضرورت ہی۔ حامد و محمود و محمد احمد کی طرف سے سلام پہونچے

میں یہاں بہت خوش ہوں۔ خواجہ بخش اور کریم اللہ نجاران سے میرا سلام کہو اور پوچھو کہ اگر دو مہینے کے لیے وہ یہاں آویں تو میں اُن کو بلا لوں کہ چھاپہ خانہ کے کیس وغیرہ تیار کر جاویں یہاں کاریگر نہیں ملتے۔ والسلام

سید احمد

یکم جون ۱۸۶۲ء۔ غازی پور

— ۲ —

خان صاحب مشفق مہربان کرمفرمائے مخلصان مظہر عنایات محمد سعید خاں صاحب سلامت

بعد اشتیاق ملاقات بہجت آیات واضح رائے شریف ہووے عنایت نامہ معہ ایک پارسل پھلوں کے وصول شادمانی لایا۔ میں نہایت ممنون ہوا۔ میں بخیریت ہوں برخورداران محمد حامد اور محمود بھی بخیر و عافیت ہیں۔ اطمینان رکھنا آپ کی خیر و عافیت اور برخوردار محمد حسین خاں اطال اللہ عمرہ کے نوشت و خواند کا حال دریافت ہونے سے بہت مسرت ہوئی۔ برخوردار مذکور کو بہت بہت دعا کہدیجیے اور ہمیشہ اپنی خیریت سے اطلاع دیتے رہو کہ باعث طمانیت ہے۔ مکرر واضح ہو کہ سوسائٹی سے ایک اخبار ہفتہ وار مسمی بہ اخبار سائنٹیفک سوسائٹی علی گڈھ جاری ہوتا ہے۔ پہلا پرچہ اُس کا ۳۰ مارچ ۱۸۶۶ء کو جاری ہوگا۔ چنانچہ آپ کے پاس بھی پہلا پرچہ اُس کا بھیجا جاوے گا۔ قیمت اخبار کی دس روپیہ سالانہ ہوگی اُس پرچہ کو آپ لوگوں کو دکھلائے اور جو صاحب آمادہ خریداری ہوں اُن کو آمادہ کرکے اطلاع دیں۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام۔ محمد حامد اور محمود تسلیمات عرض کرتے ہیں۔ خاکسار

سید احمد

از علی گڈھ۔ ۲۲ مارچ ۱۸۶۶ء

مولوی سیّد نصرت علی صاحب مالک نصرت المطابع ایڈیٹر نصرت الاخبار دہلی کے نام

۱

مخدوم و مکرم بندہ سلامت

بعد سلام مسنون الاسلام التماس یہ ہو کہ عنایت نامہ مع ایک مضمون کے پہونچا جس سے دلی عنایت و توجہ آپ کی نسبت میرے اور قومی ہمدردی کا اثر پایا جاتا ہو۔ اللہ تعالے جزائے خیر دے۔ درحقیقت آپ نے چند سطروں میں بہت مضمون پرتاثیر لکھا ہو۔ افسوس یہ ہو کہ جن لوگوں نے مخالفت پر کمر باندھی ہو اُن کو میری نسبت مخالفت کرنی اور میرے افعال و اقوال ناشائستہ کی تردید کرنی اور اُس پر لعنت و ملامت کرنی نہایت زیبا ہو کیونکہ میں اُس سے بھی زیادہ کے لائق ہوں جو وہ لکھتے ہیں۔ الّا قومی فائدہ کے لیے جو کام اختیار کیا گیا ہو اُس میں ہرج ڈالنے سے اور اُس میں مخل ہونے سے کیا فائدہ ہو خود اپنے آپ بربادی کرنی ہو بہرحال میں آپ کی ہمدردی کا شکرادا کرتا ہوں۔ پرچہ نصرت الاخبار میرے پاس پہونچتا ہو۔ خدائے تعالیٰ اُس میں کامیابی دے اور اُس کو ذریعۂ بہبودی قوم بنائے۔ اگرچہ میرا تہذیب الاخلاق اُس کے مقابلہ میں نہایت بیقدر ہو مگر رسماً بطور معاوضہ خدمت عالی میں روانہ کیا کرونگا۔ اُمّید ہو کہ آپ اس کو قبول فرمائینگے

والسّلام خاکسار

سید احمد از بنارس ۱۴ اکتوبر ۱۸۷۳ء

۲

مکرّم و معظم شفیق حال بندہ سلامت

بعد سلام مسنون الاسلام التماس یہ ہو کہ آپ کا عنایت نامہ پہونچا اور دو رسالے مرسلہ بھی پہونچے جن کے لیے دل سے شکر گزار ہوں۔ علاوہ اس کے جو مضامین محبت آگین آپ نے ارقام فرمائے ہیں ان کا بھی احسانمند ہوں دونوں رسالے میں نے دیکھے نہایت عمدہ ہیں۔ فرق عیسائیہ فرق اسلامیہ سے بہت زیادہ ہیں اور جو اصول میں مختلف ہیں موشم اکلیسیائیکل ہسٹری ملاحظہ فرمائیے تو معلوم ہو کہ کس قدر مختلف فرقے عیسائیوں میں ہیں اور اصول میں یعنی حقیقت و ماہیت مسیح اور حضرت کی انسانیت و الوہیت میں مختلف ہیں جو مدار ایمان ہو اور میری دانست میں کوئی فرقہ اسلامی اُس بات پر جو مدار ایمان ہو مختلف نہیں ہو نسبت ترجمہ حمایت الاسلام کے بھی امید ہو کہ کوئی فتویٰ تکفیر کا نکلے ہم کو اس سے کیا بحث ہو اُن لوگوں کو اپنا کام کرنے دو ہم کو اپنا کام کرنے دو۔ ہم کو اس عمدہ اسلامی نصیحت پر عمل کرنا چاہیئے۔ واصبر علی ما یقولون واھجر ھم ھجراً جمیلا۔ افسوس ہو کہ کتاب حمایت اسلام آپ کے ملاحظہ میں کافی زمانہ تک نہیں رہی میں ایک ہدیتاً خدمت عالی میں بھیجتا ہوں۔ قبول فرمایئے والسّلام

خاکسار سید احمد از بنارس ۲۳ اکتوبر ۱۸۷۳ء

۳

مخدوم و مکرم بندہ مولوی سیّد محمد نصرت علی صاحب سلامت

بعد سلام مسنون التماس یہ ہو کہ عنایت نامہ آپ کا پہونچا۔ حال معلوم ہوا میں نے دونوں پرچے اخبارات کے پڑھے نہایت عمدہ ہیں اور غالباً مذہبی اخبار کی زیادہ خریداری ہوگی مگر افسوس یہ ہو کہ جب حضرات اہل اسلام کی حالت

اور توجہ امور دنیوی اور مذہبی دونوں کی طرف خیال کی جاتی ہی۔ تو کوئی توقع
اُن سے کسی کام پر متوجہ ہونے کی نہیں ہوتی اور اُن کے بھروسہ پر کوئی کام کیے
جانے پر ہمّت نہیں پڑتی۔ ان کا حال تو شتر مرغ کا سا ہی اگر امور دنیوی پر متوجہ ہونے کو
کہو تو مذہب کا عذر پیش کرتے ہیں اور جب مذہبی امور پر توجہ کرنے کو کہو تو دنیوی
امور سے فرصت نہیں بتاتے ہیں۔ میں اس بارہ میں کیا رائے آپ کو دوں۔
اس میں شک نہیں آپ کا اخبار نہایت عمدہ ہی خدا پر بھروسہ کرکے جاری کر دیجیے
آیندہ جو ہو سو ہو جو کچھ مجھ سے ہو سکے میں مدد کرنے کو حاضر ہوں زیادہ والسّلام

خاکسار۔ سید احمد

از بنارس ۲۷ر مارچ ۱۸۶۷ء

منشی احمد خاں مرحوم صوفی مالک مفید عام پریس آگرہ کے نام

— ۱ —

مخدومی و مکرمی صوفی صاحب۔

میں عنقریب یہاں سے روانہ ہونے والا ہوں اور ۱۹ ر اکتوبر کو بوقت صبح انشاء اللہ تعالیٰ علیگڈھ پہونچ جاؤں گا۔ آپ نے جو نہایت عمدگی سے عربی و فارسی رسالہ العقیدۃ الحسنہ چھاپ کر عنایت فرمایا اُس کا شکریہ قبول ہو۔ امید کہ اس کی لاگت کا بل اس طور پر میرے پاس روانہ فرماویں کہ ۱۹ ر اکتوبر کو علی گڈھ پہونچے متعدد کتابیں کلاں و خورد و رپورٹ سالانہ مدرسہ میں آپ کے چھاپہ خانہ میں چھپوانا چاہتا ہوں۔ امید کہ آپ کے کارخانہ کو اُن کے چھاپنے کی بخوبی فرصت ہوگی والسلام خاکسار

سید احمد نینی تال ۱۵ ر اکتوبر ۱۸۸۱ء

— ۲ —

مخدومی و مکرمی منشی احمد خاں صاحب صوفی۔

آپ کا عنایت نامہ معہ بلٹی کتب پہونچا۔ درباب نرخ چھاپہ جو آپ نے جواب لکھا ہی اُس کی نسبت میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے آپ پر بخوبی طمانیت ہی اور جہاں تک ممکن ہی آپ مناسب قیمت لیں گے اور جو کہ مدرستہ العلوم کے متعلق کام ہی جہاں تک آپ سے ہوسکیگا آپ رعایت کرینگے

میں آپ کو ایک رکن مدرستہ العلوم کا اس وجہ سے کہ آپ بھی مسلمان اور اُس کے خیر خواہ ہیں سمجھتا ہوں بس آپ کا بل آویگا۔ اور جو قیمت اُس میں ہوگی وہ ادا کی جاوے گی۔ اور وہ معاملہ آپ ہی کے سپرد ہی۔

فارسی ترجمہ جامع صغیر مرسل ہی اس کی بھی پانسو کاپیاں چھاپی جاویں گی۔ قانون شہادت جس قدر اور چھپ گیا ہو اُس کے اوراق بھی مرسل ہوں جس قدر اوراق پہلے بھیجے تھے اُس کے بعد جس قدر اوراق چھپے ہوں وہ عنایت فرماویں اور یہ بھی تحریر ہو کہ کب تک وہ طیار ہو جاوے گا۔ ایک اور امر ہی کہ کالج کے پروفیسر مولوی محمد شبلی صاحب نے مامون الرشید کے حالات میں ایک کتاب لکھی ہی جو نہایت عمدہ ہی وہ مدرستہ العلوم کے نذر کریں گے اور کمیٹی اُس کو بغرض سوداگری چھاپے گی اُس کتاب کو بھی میں آپ کے چھاپہ خانہ میں چھپوانا چاہتا ہوں مگر مشکل یہ ہی کہ مولوی صاحب یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے چھاپہ خانہ سے ایک کاتب جس نے عقیدہ الحسنہ فارسی رسالہ لکھا ہی یہاں بلالیا جاوے اور مولوی صاحب کے سامنے کاپیاں تحریر ہوں اور بعد صحت و مقابلہ آپ کے پاس بھیجدی جاویں۔ چونکہ مولوی صاحب کو اس باب میں اصرار ہی پس آپ کسی طرح اُن کی اس درخواست کو پورا کریں اس قدر میں تائید کرسکتا ہوں کہ کاتب کی آمد و رفت کا کرایہ انٹرمیڈیٹ میں ادا کروں گا اور جب تک وہ یہاں رہے اگر مسلمان ہی تو اُس کو کھانے کی تکلیف نہیں ہونے کی اُس کا بندوبست کردیا جاویگا اور اگر ہندو ہو تو اُس کی خوراک کی بابت جو آپ تحریر فرماویں گے وہ دیا جاویگا اور نیز اُس کے رہنے کے لیے مکان کا بندوبست کردیا جاوے گا۔ اُس رسالہ کا مسودہ مولوی صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا قریب ۱۲ جزو کے ہی اور وہ رسالہ اُس قلم و تقطیع پر چھاپا جاویگا جیسے کہ

ابھی ترجمہ فارسی قدوائی چھپ کر آیا ہی اور میری دانست میں تخمیناً ۵ یا ۶ جزو اس رسالہ کے ہوں گے امید کہ اس کے جواب سے جلد تر مطلع فرماویں۔

والسلام خاکسار

سید احمد علی گڈھ ۷ اپریل ۱۸۸۰ء

۳

مخدومی مکرمی منشی احمد خاں صاحب صوفی

آپ کے عنایت نامجات اور پوسٹ کارڈوں کا جو درباب خریداری شرح قانون شہادت آئے اور آپ نے میرے پاس بھیجدیے دل سے شکر ادا کرتا ہوں۔ بہ سبب کثرت مشاغل آپ کو خط نہیں لکھ سکا۔ کچھ کتابیں میرے ساتھ تھیں ہیں نے اُن لوگوں کے پاس جن کے پوسٹ کارڈ آپ نے بھیجے بھیج دیں اب میں بیسویں اکتوبر کو یہاں سے روانہ ہونگا۔ میں نے سیّد محمود کو یہ صلاح دی ہی کہ جو کتاب محمدن لا اور شفع پر انھوں نے لکھی ہی اُس کا اردو ترجمہ آپ کے مطبع میں چھپوائیں اُنھوں نے شرح قانون شہادت کے چھاپہ کو پسند کیا ہی اور اُن کو یقین ہو گیا ہی کہ سوائے آپ کے مطبع کے کوئی دوسرا مطبع ایسا نہیں ہی جو دغا سے زیادہ کتابیں نہ چھاپ لیتا ہو۔ ہر ایک کارڈ جو آپ بھیجتے تھے میں اُن کو دکھلاتا تھا کہ اس سے زیادہ کوئی ایمان دار مطبع نہیں ہی۔ مگر مشکل یہ ہی کہ وہ اُن کتابوں کا خود ترجمہ کرنا چاہتے ہیں دوسرے کے ترجمہ پر اُن کو اعتبار نہیں لیکن وہ نہایت قلیل الفرصت ہیں معلوم نہیں کسقدر مدت دراز میں ترجمہ پورا کر سکیں گے۔ میں ہر وقت آپ کے مطبع کی ترقی کا خیال رکھتا اور تمام اپنے دوستوں کو فہمائش کرتا ہوں کہ آپ کے مطبع سے بہتر کوئی مطبع نہیں ہی۔ ہر سال کی ایجوکیشنل رپورٹ چھاپہ ہونے کو آپ کے

مطبع میں بھیجوں گا۔ آپ یقین کریں کہ جہاں تک مجھ سے ہوسکیگا آپ کے مطبع کی امداد و ترقی میں کوشش کرونگا۔ والسّلام خاکسار

سید احمد نینی تال

۴ اکتوبر ۱۸۸۸ء

۴

مخدومی۔ اپنی خاطر جمع کیجیے۔ غرضکہ تمام کام جو متعلق ایجوکیشنل کانفرنس کے ہی بہت احتیاط سے انجام دیا جاوے پچھلے سال کی رپورٹ جو لکھنؤ میں چھپی تھی ایسی خراب چھپی تھی جس سے میری نہایت بدنامی ہوئی امید کہ آپ کی عنایت سے پچھلی سال جو میرے منہ پر کلنک کا ٹیکہ لگا ہی وہ اب کے دفعہ دھل جاویگا اور تمام رپورٹ جلد تر چھپ کر طیار ہوجاویگی فقط

والسّلام خاکسار

سید احمد علی گڈھ ۱۹ جنوری ۱۸۸۹ء

۵

مخدومی مکرمی منشی احمد خاں صاحب صوفی

لکچر و رسالہ مرسلہ پہونچا نہایت عمدہ چھپا ہی دل سے آپ کا شکرگزار ہوں آپ ایسا عمدہ چھاپتے ہیں کہ دل چاہتا ہی کہ روز کتابیں تصنیف کر کے آپ کی خدمت میں بھیجتا رہوں۔

ٹائیٹل پیج کا نمونہ اسی کاغذ پر ٹھیک ہی۔ رپورٹ کانفرنس کا ایک اور حصہ کل کی ڈاک میں واسطے چھاپہ ہونے کے خدمت میں روانہ کروں گا۔ بنک کی چک بھی ختم ہوگئی ہی وہ طلب ہوئی ہی بروقت آنے کے فی الفور چک روانہ کروں گا والسّلام خاکسار سید احمد علی گڈھ ۱۹ فروری ۱۸۸۹ء

لکھی در رسالہ مضمون جو چھپا ہی فی الفور اُس کی لاگت سے بلا انتظار تنبا رہونے
بل کے اطلاع فرمائیے تاکہ قیمت مناسب مقرر کرکے اشتہار فروخت دیا جاوے

والسلام خاکسار

سید احمد علی گڈھ ۱۹ فروری ۱۸۸۹ء

۶

مخدومی - یہ خبر محض غلط ہی میں آپ کے مطبع سے ناخوش ہوں اگرچہ بعض احباب نے تجویز کی تھی کہ سوسائٹی میں لیتھو پریس قائم کیا جاوے میں نے قطعاً انکار کیا اور کہدیا کہ صوفی صاحب کا پریس ہمارا ہی پریس ہی۔ عربی کا ایک کاتب میں نے دھلی سے واسطے نقل کرنے بعض کتابوں کے بلوایا ہی جو بعض کتابوں کی نقل کرتا ہی۔ چھاپہ خانہ کے خیال سے اس کو کچھ تعلق نہیں۔ والسلام

سید احمد علی گڑھ

۲۷ اپریل ۱۸۸۹ء

۷

مخدومی منشی احمد خاں صاحب صوفی اس خط کو پڑھیے جو جواب میں نے بھیجا ہی اُس کی نقل ذیل میں ثبت ہی والسلام خاکسار

سید احمد

الہ آباد ۱۰ جنوری ۱۸۹۱ء

سر سید مرحوم نے یہ عبارت بجواب خط منشی کریم بخش صاحب منیجر اسلامیہ پریس لاہور کو لکھی تھی

نسبت چھاپہ روئداد محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس جو آپ نے تحریر فرمایا ہی اُس کا بھی شکر ہی مگر جو معاملہ ایک شخص سے ہی بغیر کسی وجہ موجہ کے توڑ دینا بھی انسانیت کے

برخلاف سمجھتا ہوں۔ نرخ کی کمی بیشی ایسی چیز نہیں ہی جو باعث فسخ معاملہ ہو۔
فرض کرو کہ جو نرخ آپ نے مقرر کیا ہی اگر کوئی شخص اُس سے نرخ کم کرے تو مجھے
کیا کرنا ہوگا۔ جب تک مفید عام پریس آگرہ جو ہم سے قریب تر ہی عمدگی سے کام
کرتا رہے میں اس کو چھوڑنا اپنے کانشنس کے برخلاف سمجھتا ہوں۔ لیکن خدا تعالیٰ
آپ کے پریس کی ہر طرح پر بہبود کا خواہاں ہوں۔

سید احمد

۸

مخدومی مکرمی محمد قادر علی خاں صاحب صوفی۔
میں علی گڈھ میں نہیں تھا۔ کل آیا ہوں آپ کے والد ماجد کے انتقال سے
جو تمام خوبیوں کے مجمع تھے نہایت رنج ہوا ہی خداوند تعالیٰ اُن پر رحمت کرے
اگرچہ باپ کا ایسے لائق اور سعادتمند اولاد کو جیسے کہ آپ اور دیگر اخلاف
ہیں دنیا میں چھوڑ جانا باپ کے لیے رحمت خدا ہی مگر باپ کا سایہ اولاد کے
سر پر سے اُٹھ جانا نہایت دلشکن اور روحی صدمہ دینے والا ہی مگر بجز صبر کے
کیا علاج ہی خدا آپ کو اور اُن کے تمام پس ماندوں کو صبر جمیل عطا فرماوے
مجھ کو امید ہی کہ مطبع مفید عام آگرہ کو جو آپ کے والد مرحوم کی نہایت
قابلِ قدر یادگار ہی اُسی نیک نامی اور اعلیٰ درجہ کے خوبی و شان سے قائم
رکھیں گے۔ میں جس طرح آپ کے والد ماجد کی حیات میں آپ کے مطبع
کی بہتری و ترقی کا خواہاں تھا ویسا ہی اب بھی ہوں۔ والسلام۔

خاکسار

سید احمد
علیگڑھ یکم دسمبر ۱۸۹۱ء۔

۹

مخدومی و مکرمی منشی قادر علی خاں صاحب صوفی

ایک رسالہ تفسیر الجن آپ کے خدمت میں روانہ کیا ہے اس رسالے کی پانسو کاپیاں چھاپہ ہونگی - نہایت خوش خط اور عمدہ کاغذ ہو - یہ رسالہ میں نے نہایت محنت سے لکھا ہے - میں چاہتا ہوں کہ نہایت عمدہ چھاپہ ہو جہاں جہاں عربی عبارت ہے وہ عربی خط میں تحریر کی جاوے -

میں سمجھتا ہوں کہ بالفعل آپ کے پاس کام زیادہ ہے اس لیے دیگر رسالہ جات روانہ نہیں کیے گو کہ ایک دوست کہتے ہیں ریاض الہند میں بھی ویسی عمدہ اور جلد چھپ جاوے گی مگر میں نے دوسری جگہ چھپنا پسند نہیں کیا -

والسلام خاکسار

سید احمد علیگڑھ

۲۰ر اپریل ۱۸۹۳ء

مولوی محمد عنایت اللہ صاحب بی اے علیگ دہلوی کے نام

مولوی صاحب شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب رئیس دہلی کے فرزند اور آج کل حیدر آباد دکن میں ناظم دار الترجمہ ہیں

— ۱ —

عزیزی عنایت اللہ

تمہارا خط پہونچا۔ میں نے راجہ صاحب کو خط لکھا ہے۔ جواب آنے پر تم کو اطلاع دونگا۔ مگر چند باتیں سمجھ لینی چاہئیں۔ اوّل یہ کہ پہاڑ پر اگر پھرنا نہ ہوا اور ایک جگہ بیٹھے رہو تو محض بے فائدہ ہے۔ دوسرے تنہائی میں تم ضرور گھبراؤ گے۔ تیسرے یہ کہ ایک بھنگی اور ایک سقہ پہاڑ پہ جب تک رہو مستقل نوکر رکھنا پڑیگا۔ سب سے بہتر تھا کہ کسی ہوٹل میں رہنے کا بندوبست ہوتا۔ اگر میرا جانا پہاڑ پر ہوتا تو تم کو ہر طرح پر آسانی ہوتی۔

مسٹر آرنلڈ الموڑہ جاتے ہیں اور بہادر علی طالب علم ان کے ساتھ جاویگا مسٹر بک غالباً شملہ جاتے ہیں۔ میں تمہارا خیال بھی شملہ کی جانب متوجہ کرتا ہوں۔ وہاں ہوٹلیں متعدد ہیں آرام کے ہیں۔ ہوٹلوں کے سوا میر عبد اللہ سررشتہ دار کے کسی مکان میں بہ آسائش ٹھیر سکتے ہو۔ بک صاحب وغیرہ کے ہوتے اور ملنے سے دل خوش رہیگا۔ بہرحال راجہ صاحب کو لکھا ہے اور سب باتیں تم کو جتلادی ہیں پس جس کو تم پسند کرو کاربند ہو۔ والسلام خاکسار سید احمد علی گڑھ ۷ ار مئی سنہ ۱۸۹۶ء

۲

عزیزی محمد عنایت اللہ

راجہ صاحب کی تحریر مرسل ہے۔ وہ کمرہ دینے کو موجود ہیں۔ جب تمہارا دل چاہے چلے جاؤ۔ راجہ صاحب بھی جانے والے ہیں اُن کے سبب سے بہت باتوں میں آرام رہیگا۔ اور شاید چند روز کو میں بھی جاؤں۔ والسّلام

خاکسار۔ سید احمد

علیگڈھ۔ ۱۹ مئی ۱۸۹۰ء

۳

عزیزی عنایت اللہ

تمہارا خط پہونچا۔ تمہاری صحت سے نہایت خوشی اور طمانیت ہوئی تمہاری علالت سے مجھ کو نہایت رنج تھا۔ اپنی والدہ صاحبہ سے میرا بہت بہت سلام کہنا اور یہ پیغام پہونچا دینا کہ بلاشبہ ماں سے زیادہ کسی کو عنایت اللہ سے محبت نہیں ہو سکتی مگر مجھ کو بھی عنایت اللہ سے کچھ کم محبت نہیں ہے صرف اتنا فرق ہے کہ تم کو صرف محبت ہے محبت ہے اور میری محبت میں کچھ عقل کا بھی میل ہے۔ تمہاری محبت خالص ہے۔ میری محبت میں ملاوٹ بھی ہے خیر خدا تم کو صحیح و تندرست رکھے۔ والسّلام

خاکسار سید احمد

علیگڈھ ۲۲ مارچ ۱۸۹۲ء

***

۴

عزیزی محمد عنایت اللہ۔

تم کو کچھ یہ بھی خیال ہی کہ تمہاری صحت کا کسی اور کو بھی خیال و فکر رہتا ہی یا نہیں۔ غدر کے بعد سے دلی کے رہنے والوں کی قلب ماہیت ہوگئی ہی اور بے مروتی چھاگئی ہی۔ تم بھی سب سے اوّل درجہ کے بے مروت ہوگئے ہو۔ یہ تو کسے یقین ہی مگر تمہاری صحت کا ہمیشہ خیال رہتا ہی۔ اپنی صحت سے مطلع کرو۔ دلی میں طوفان بیماری اُٹھا۔ ہر وقت تمہارا خیال رہا۔ ایک آدھ دفعہ کچھ لکھنا چاہا۔ یہ سمجھا گیا کہ بے فائدہ ہوگا۔ بہرحال اپنی خیر و عافیت لکھو۔ والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڑھ ۲۶ر اپریل ۱۸۹۲ء

۵

عزیزی محمد عنایت اللہ

تمہارا خط اور نظم مولانا حالی پہونچی۔ اس بات سے کہ تمہاری حالت اس وقت سے کہ میں نے تم کو دیکھا تھا بہتر ہی۔ نہایت خوشی ہوئی۔ مجھے ہر وقت تمہارا خیال رہتا ہی اور تمہاری صحت و اقبال کا دل سے دعاگو۔

اپنے والد سے کہہ دینا کہ ۱۷ر جولائی کے اجلاس میں اُن کی اور مولوی نذیر احمد صاحب اور خان بہادر منشی الٰہی بخش صاحب کی تشریف آوری کی نہایت ضرورت ہی۔ تاکہ کورم پورا ہو جاوے۔ والسلام

خاکسار سید احمد

علی گڑھ ۲۵ر جون ۱۸۹۲ء

—— ۶ ——

عزیزی عنایت اللہ

تمہاری علالت طبع کا جس قدر مجھ کو افسوس و رنج رہا ہی وہ بیان نہیں ہو سکتا
اس وقت تمہارا خط آیا جس سے معلوم ہوا کہ اب فضل الہی سے صحت کلی ہی اُس سے
نہایت خوشی ہوئی۔ خدا تم کو صحیح اور تندرست رکھے اور اُس سے اعلیٰ درجہ
ترقی پر دنیا میں پہونچا دے۔ جس کے لیے تم میری رائے میں لائق ہو۔ مجھ کو
یاد نہیں آتا کہ مجھ سے نواب محسن الملک سے کبھی سوائے تمہارے لیاقت اور
اور سعادتمندی اور نیکی کے کسی اور قسم کا ذکر کسی اور ارادہ سے ہوا۔ شاید ایک
دفعہ اُس تحریک کا ذکر ہوا تھا جو تمہارے لیے گورنمنٹ سے کی گئی تھی پس
امید ہی مہدی علی نے جو کچھ تمہارے والد کو لکھا ظاہرا تو بسبب تمہارے والد
کے محبت اور تمہاری صحت کے خیال سے لکھا ہوگا اور کیا عجب ہی کہ کوئی
اور بات بھی اُن کے ذہن میں ہو۔ تمہارے والد کی آمدنی اس قابل نہیں ہی
کہ وہ سب کا بوجھ اُٹھا سکیں۔ پس ضرور ہی کہ تم اپنے لیے کچھ فکر کرو۔ میں نے سُنا ہی
کہ جو اختیارات مہدی علی کے سلب ہو گئے تھے وہ پھر اُن کو واپس ہو گئے
ہیں۔ اگر یہ بات سچ ہی تو حیدرآباد میں تمہارے لیے کوئی صورت مناسب
نکل آنی کچھ مشکل نہیں ہی۔ اگر تم اس ارادہ پر مستقل ہو اور سب سے زیادہ یہ کہ
تمہاری والدصاحبہ اُس پر راضی ہیں تو میں اس باب میں اُن سے خط وکتابت
کروں۔ اس کا جواب مستحکم بھیجو۔ تم دہلی میں جا کر ایسے بیٹھ رہے کہ تبدیل آب وہوا
کے لیے بھی کہیں نہیں نکلے۔ تم میرے پاس علی گڑھ میں آؤ۔ میرے پاس ہفتہ
دو ہفتہ رہو۔ دہلی سے علی گڑھ کی آب وہوا بہت اچھی ہی۔ تمہارا دل بہلے
اور طبیعت درست ہو۔ غالباً ابتدا نومبر میں میں دہلی آؤں گا۔ بہتر ہوگا کہ تم

تم بھی میرے ساتھ یہاں چلے آؤ۔ اس عرصہ میں یہ بھی معلوم ہو جاویگا کہ درحقیقت مہدی کا اب کیا حال ہی۔ اور اُن سے خط و کتابت کا بھی بخوبی موقع ملے گا مولوی مشتاق حسین کے حیدر آباد سے چلے آنے کا نہایت افسوس ہی مگر اُنھوں نے رسی کو ایسا تانا تھا کہ اُس کا ٹوٹ جانا ایک نہ ایک دن ضرور تھا مگر نہایت افسوس کی بات ہی جو اُنھوں نے ایسا کیا تھا اور اپنے محسنوں سے کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کیا تھا جو مناسب نہ تھا۔ بہرحال اُمور تقدیری کسی طرح رُک نہیں سکتے۔ والسّلام

خاکسار سید احمد

علیگڑھ ۲۵ ر اکتوبر ۱۸۹۲ء

۷

عزیزی عنایت اللہ

تمہارا خط پہونچا۔ تمہاری صحت و تندرستی سے نہایت خوشی ہوئی تم اپنی والدہ صاحبہ کو میری طرف سے بہت بہت سلام کے بعد یہ کہنا کہ عنایت اللہ بیشک تمہارا بیٹا ہی اور محبت مادری تم کو ہی مگر مجھ کو بھی عنایت اللہ کے ساتھ کچھ کم محبت نہیں ہی۔ میں کل شام کو بہ سبب ضرورت اجلاس کونسل لکھنؤ جاتا ہوں۔ ۳۱ ر اکتوبر کو اجلاس ہی اُس سے فراغت کرکے یکم نومبر کو انشاء اللہ تعالےٰ علی گڑھ واپس آؤں گا اگر اُس کے بعد میں وہاں آیا تو تم میرے ساتھ چلے آنا۔ ورنہ میں خط لکھ کر تم کو بلا لوں گا اور تمہاری موجودگی میں مولوی مہدی علی سے خط و کتابت کروں گا اور دو ہفتہ کم سے کم تم میرے پاس ٹھہرنا تاکہ میں تمہاری طبیعت اور تمہاری صحت کا بخوبی حال معلوم کرسکوں۔ پھر ۵ ر نومبر کو میں الہ آباد جاؤں گا اور تم دھلی چلے آنا والسّلام خاکسار سید احمد علی گڑھ ۲۹ ر اکتوبر ۱۸۹۲ء

۸

عزیزی محمد عنایت اللہ

امید ہی کہ تمہاری طبیعت سب طرح اچھی ہوگی۔ تم نے جو بیرونی کی لایف لکھی تھی
اور وہ پچھلے سال کانفرنس میں پیش نہیں ہوسکی تھی اس سال اُس کو پیش کردو۔
اس کے پڑھنے کی ضرورت نہوگی۔ صرف تھوڑی سی گفتگو کے بعد پیش کرسکوگے۔
بعض حالات دیکھنے کو انگریزی کتاب انڈیا بیرونی کی تم کو ضرورت تھی وہ میں نے
رکھ لی۔ پس اُس رسالہ کے پیش کردینے میں کچھ دقت نہیں ہی۔ والسلام۔

خاکسار سید احمد

الہ آباد۔ ۲؍ دسمبر ۱۸۹۲ء

۹

عزیزی محمد عنایت اللہ

تمہارا خط پہونچا۔ اُس میں جو تم نے یہ فقرہ لکھا تھا کہ میں آج کل بہت مصروف
رہتا ہوں اس سے مجھے بہت زیادہ خوشی اس خیال سے ہوئی کہ تمہاری طبیعت
بہت اچھی ہی اب ضرور تمہاری والدہ صاحبہ تمہارا بیاہ بھی کردینگی اور تم کو حیدرآباد
بھی جانے کی اجازت دیں گی۔ لیکن جب بیاہ کا پیغام ہو تو کہدینا کہ پہلے دکھادو
بے دیکھے نہیں کرسکتا۔ تمہاری صحت سے مجھے بے انتہا خوشی ہوتی ہی۔ خدا تم کو
صحیح اور تندرست رکھے آمین۔ پہلے اجلاس میں میں نے اپنی کیفیت میں ذکر کیا تھا
کہ محمد عنایت اللہ بیرونی کی لایف پیش کرینگے مگر روئداد اجلاس میں اُس کے پیش
کرنے کا ذکر نہیں ہی اور اس اجلاس میں جو دہلی میں ہوگا اُس کو پیش کرنا اور تھوڑا
حال اُس کا بیان کرنا نامناسب نہوگا۔ بہرحال خوش رہو اور جیتے رہو۔ اپنے والد
اور والدہ صاحبہ کو میرا سلام کہو والسلام الہ آباد۔ ۹؍ دسمبر ۱۸۹۲ء خاکسار سید احمد

۱۰

عزیزی محمد عنایت اللہ

تمہارا خط پہونچا۔ میں ۱۵ دسمبر کو یہاں سے روانہ ہوکر علی گڑھ پہونچونگا دو دن وہاں رہ کر دہلی آؤں گا۔ میرے نزدیک مناسب ہو کہ ابوریحان کے وطن کی نسبت جو اختلاف ہو مورخوں میں اُس کے بیان کرنے کے بعد اپنی رائے ضرور یہ لکھدو کہ میرے نزدیک اس کا اصلی وطن بیرون ہو اور صرف ایک نقطہ کے اختلاف سے لوگوں نے بیرون لکھا ہو۔ اُس سے زیادہ کوئی عمدہ توجیح اُس کے لقب بیرونی کے لیے نہیں ہو سکتی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ کامل طمانیت سے یہ بات کبھی نہیں ہو سکتی لیکن جبکہ مورخوں کی رایوں میں اختلاف ہو تو تم کو بھی حق ہو کہ جو تمہاری رائے ہو اُس کو بیان کرو۔ خوارزم اُس کی جائے ولادت قرار دینا یقینی غلط ہو۔ تمہارے نام کے ساتھ مدرستہ العلوم کا نام رہنا بلاشبہ تمہاری خوشی کا باعث ہو گا لیکن میری سمجھ میں تمہارے نام کے ساتھ کالج کا نام رہنا کالج کی عزت کا باعث ہو۔ اگر کالج کے بچے ایسے ہوں جیسے کہ تم ہو تو کون شبہ کرسکتا ہو کہ کالج کو اُس سے فخر اور اعزاز نہ ہو گا پس تم اپنے نام سے کالج کے نام کو علیحدہ مت کرو۔ میں نے ٹائٹیل پیج میں تمہارے نام کے ساتھ کالج کا نام بھی شامل کردیا ہو۔ اسی طرح ٹائیٹل پیج چھپواؤ اور اگر میری زندگی ہو اور خدا نے چاہا تو قبل لفظ آف کے فیلو کا بھی تمہارے نام کے ساتھ بڑھا دیا جاوے گا۔ تم نے جو میری مبارکبادی کا شکر کیا اُس سے تو میں خوش ہوا لیکن تمہاری والدہ صاحبہ نے میری مبارک بادی کا کیوں نہیں شکر کیا اُن کو اور اپنے والد کو میرا بہت بہت سلام کہدو۔ والسّلام

خاکسار سید احمد۔ الہ آباد۔ ۱۲ دسمبر ۱۸۹۲ء

۱۱

عزیزی محمد عنایت اللہ۔

تمہارا خط اور رسالہ مرسلہ پہونچا۔ میں نے اُس کو اوّل سے آخر تک دیکھا۔ جس خوبی اور عمدگی سے تم نے اُس کو لکھا ہی وہ محتاج تعریف نہیں۔ میرا دل نہایت خوش ہوا کہ خدا تعالیٰ نے تم کو تالیف کی بھی اس قدر لیاقت دی ہی جس پر میں اور تمہارے نام آور باپ دونوں رشک کرنے پر آمادہ ہیں۔ بہرحال خدا کی اُس مہربانی کا جو تم پر ہی اور تمہاری اُس محنت کا جو تم نے اُس کے لکھنے میں کی شکرگذار ہوں۔

یہاں یہ انتظام قرار پایا ہی کہ ہم سب اور سید محمود سلمہٗ یہاں سے ساتویں فروری کو روانہ علی گڑھ ہوں گے۔ مجھ امید ہی کہ جب ہم وہاں پہونچ جاویں گے تو تم بھی علی گڈھ آؤ گے۔ یہاں سب سے ملنا اور جو خیال کہ تم نے پہلے ظاہر کیا تھا اگر وہ بدستور قائم ہی اور تمہاری والدہ صاحبہ بھی اُس پر راضی ہیں تو اُس کی بابت بھی خط و کتابت مناسب ہوگی والسّلام

خاکسار سید احمد

الہ آباد ۲۵ جنوری ۱۸۹۳ء

۱۲

عزیزی محمد عنایت اللہ

تمہارے جانے کے دو دن بعد مدرسہ میں نہایت شان سے براد ہڈ کا ڈنر ہوا۔ نہایت عمدہ جلسہ تھا۔ خوب اسپیچیں ہوئیں۔ مسٹر ماریسن کی اسپیچ قریب ۱۲ صفحہ قلمی ہی۔ اُس اسپیچ کا ترجمہ میں چاہتا ہوں تم مہربانی سے کر دو۔ اگر تمہاری طبیعت خدا کے فضل سے اچھی ہو اور دل خوش ہو تو ان کی اسپیچ

تمہارے پاس بھیج دوں۔ والسّلام

خاکسار سید احمد

علیگڑھ ۔ ۸ مارچ سنہ ۱۸۹۳ء

۔۔۔۔۔ ۱۴ ۔۔۔۔۔

عزیزی محمد عنایت اللہ

مسٹر بک پرنسپل کالج نے تم کو چٹھی لکھی اور اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ شاید تم نے اُن کی تحریر و تجویز کو پسند کیا ہی۔ میں بھی بھاولپور جانے سے تمہارا یہاں رہنا پسند کرتا ہوں۔ لائبریرین کو بہت کم کام ہی مگر چونکہ وہ کلرک آف کالج بھی تصور ہوتا ہی۔ اس لیے پرنسپل کو کچھ چٹھیاں وغیرہ لکھوانی ہوتی ہیں تو وہ بھی لکھنی ہوتی ہیں۔ غرضیکہ کام تمہاری طبعیت و حالت کے مناسب ہی اُنھوں نے رپورٹ بھیجی ہی کہ لائبریرین کی تنخواہ ۵۰ ہونی چاہیے۔ غالباً اس کی منظوری میں ٹرسٹی کچھ عذر نہ کریں گے۔ آج رضا علی کے نام گورنمنٹ کا تار آیا ہی اور اُس کو ایجنسی بنارس پر محکمہ افیون میں نامزد کیا ہی۔ غالباً دو تین دن میں اُس کو اپنے مقام پر جانے کا حکم آجاویگا۔ مناسب ہی کہ تم یہاں چلے آو۔ میرے یہاں رہو جب تک تم اپنا مناسب بند و بست کرو میری دانست میں تم یہاں آہستہ آہستہ وہ کام بھی کرسکتے ہو جس کا میں نے تم سے ذکر کیا تھا اور اُس سے فائدہ حاصل ہوگا۔ زیادہ بات چیت زبانی ہوسکتی ہی۔ میرٹھ میں تمہارے والد سے ملاقات ہوگی۔ اُن سے سب باتیں کہونگا۔ والسّلام

خاکسار سید احمد

علیگڑھ ۱۱ مارچ سنہ ۱۸۹۳ء

۱۴

عزیزی محمد عنایت اللہ

تمہارا خط پہونچا۔ ابھی سید محمود کے آنے کی کوئی تاریخ محقق نہیں ہی میں ۲۴ مارچ بروز جمعہ بوجہ اجلاس کونسل بریلی جاؤں گا اور وہاں سے الہ آباد اور سید محمود کو علی گڑھ لانے کی کوشش کرونگا۔ اگر وہ آئے تو اپریل کے شروع میں آویں گے۔ کمرہ خالی ہی تم بروز شنبہ یہاں آکر فروکش ہو اور بورڈنگ ہوس میں اپنے رہنے کا بہ طمانیت بندوبست کرلو اگر تم بورڈنگ ہوس میں اپنا کھانا علیحدہ پکوا کر کھانا چاہو تو ایک مکان دروازہ بورڈنگ ہوس کے سامنے باغ میں ہی اُس میں بخوبی کھانا پک سکیگا۔ بہرحال جس طرح تم کو آرام اور آسائش ہو اُس میں ہم دل و جان سے کوشش کرنے کو موجود ہیں۔ مسٹر مارلین کی اسپیچ بالفعل اخبار میں اور بعدہٗ علیحدہ پمفلٹ میں چھاپی جاوے گی۔ والسّلام۔

خاکسار

سید احمد

علیگڑھ ۲۲ مارچ ۱۸۹۳ء

۱۵

عزیزی محمد عنایت اللہ بی۔ اے۔

تمہارا خط پہونچا۔ تمہاری حالت طبع سے جس قدر مجھ کو رنج ہی بیان سے باہر ہی خدا تم کو صحت کامل دیوے۔ میں نے آج ڈاکٹر رحیم خاں صاحب کو تمہاری نسبت خط لکھا ہی اُس میں بہت کچھ لکھا ہی۔ امید ہی کہ وہ نہایت دلی توجہ سے تمہارا علاج کریں گے۔ والسّلام

خاکسار سید احمد۔ علی گڑھ ۲۳ اگست ۱۸۹۳ء

۱۶

عزیزی محمد عنایت اللہ۔

تمہارا خط پہونچا۔ تمہاری صحت سے نہایت خوشی ہوئی۔ کوئی دن نہیں ہوتا کہ تمہارا خیال اور تمہاری صحت کا فکر نہ ہوتا ہو۔ خدا تم کو صحت کامل دیوے میری صحت بھی کسی قدر علیل ہوگئی تھی۔ اب اچھی ہے گو کہ بالکل چاق نہیں ہے۔ موسم روز بہ روز اچھا ہوتا جاتا ہے۔ تمہاری طبیعت درست ہو تو ایک روز کے لیے ملنے کو آنا چاہیئے۔

کانفرنس کے اجلاس میں ضرور شریک ہونا۔ خدا تم کو صحیح و تندرست رکھے
والسلام۔ خاکسار سید احمد

علیگڑھ۔ ۲۶ر اکتوبر ۱۸۹۳ء

۱۷

عزیزی محمد عنایت اللہ

کیا میں نے غلطی سے تم کو لکھا ہے کہ تم شروع اپریل میں یہاں آجاؤ۔ اگر ایسا لکھدیا ہو تو میں نے غلطی سے لکھا ہے۔ تم کو لازم ہے کہ شروع مارچ میں یہاں آجاؤ۔ تہذیب الاخلاق یکم شوال سے جاری ہوگا۔ پس ضرور ہے کہ تم شروع مارچ میں یہاں آجاؤ۔ والسلام

خاکسار سید احمد علیگڑھ۔ ۲۱ر فروری ۱۸۹۴ء

۱۸

عزیزی محمد عنایت اللہ

تم نے جو کوشش دلی میں رنگوں کے بنوانے کی ہے اُس کا شکر کرتا ہوں جس رنگ کا نمونہ اس کاغذ پر۔ وہ سبز رنگ کی ٹکیہ کا ہے۔ تمہارے پاس جو ٹکیاں

موجود ہیں اُن میں جو ٹکیہ اس رنگ کی یا اُس کے قریب قریب ہو وہ فی الفور بھیجدو تاکہ وائی گرام رنگ بھرنے کا کام ملتوی نہ ہو جائے۔ تم جو شروع مارچ میں یہاں آجاؤ گے اُس سے مجھ کو نہایت خوشی ہے۔ ایک نہایت چھوٹا مضمون کسی انگریزی کتاب سے تم بھی لکھو۔ مضمون انگریزی کو اپنی زبان میں لکھو اپنے والد ماجد سے بھی کہو کہ ایک چھوٹا مضمون لکھدیں۔ مقصود یہ ہے کہ پہلے تہذیب الاخلاق میں متعدد لکھنے والوں کے چھوٹے چھوٹے مضمون چھپیں۔ والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڑھ ۲۳ر فروری ۱۸۹۴ء

۱۹

عزیزی محمد عنایت اللہ

تمہاری صحت کا ازحد ہم کو خیال لگا رہتا ہے۔ اور ہر وقت ہمارا دل تمہاری صحت کے لیے خدا سے ملتجی رہتا ہے۔ تمہارا خط معہ حالات ارسطو پہونچا۔ نہایت خوشی ہوئی کیونکہ اُس سے معلوم ہوتا تھا کہ تمہاری طبیعت اچھی ہے۔ ترجمہ وحالات جو تم نے لکھے ہیں۔ نہایت عمدہ اور دلچسپ ہیں۔ میں نہایت شکرگزاری اور احسانمندی سے اُس کو دونوں اخباروں میں چھاپوں گا میری طبیعت اِن دنوں میں علیل ہو گئی تھی۔ اب اچھی ہے تمہارے والد ماجد کی طبیعت کا حال چند روز سے دریافت نہیں ہوا پوسٹ کارڈ ملفوفہ اپنے والد کو دیدینا۔ والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڑھ۔ ۲۷ر فروری ۱۸۹۴ء

۲۰

عزیزی عنایت اللہ

تمہارا خط پہونچا۔ تمہاری علالت مزاج کا درحقیقت مجھ کو نہایت رنج ہی جو خیالات کہ تم نے اپنے خط میں ظاہر کیے ہیں وہ موزوں ہیں اگرچہ وہ فی نفسہٖ تمہاری وہ تمہاری ذاتی خوبیوں پر دلالت کرتے ہیں۔ لیکن میں نے اُن کو لغو اس لیے کہا کہ میرا اور تمہارا جو واسطہ ہی اُس میں ایسے خیالات لغو ہیں۔ میں تم کو مثل اپنے بچے کے سمجھتا ہوں۔ پس ایسی حالت میں اس قسم کے خیالات لغو ہیں جب تم کو آرام ہو یہاں آجاؤ۔ جب تک تہذیب الاخلاق چلتا ہی اُس کو چلنے دو۔ میرا ذاتی کچھ نقصان نہیں ہی۔ جب وہ نہ چلے گا اُس وقت دیکھا جاوے گا۔ والسّلام

خاکسار سید احمد

علیگڑھ۔ ۳۱ جنوری ۱۸۹۵ء

۲۱

عزیزی محمد عنایت اللہ

نہایت عمدہ مضمون اور نہایت عمدہ اور بے مثل ترجمہ پہونچا۔ بجنسہٖ و بتامہ تہذیب میں چھاپہ ہوگا۔ تمہارا نہایت دل سے شکر ادا کرتا ہوں

والسّلام

خاکسار سید احمد

علی گڑھ۔ ۱۴ جون ۱۸۹۵ء

۲۲

عزیزی محمد عنایت اللہ

تمہارا خط پہونچا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ولایت جانے کا خیال تمہارے خیال میں جم گیا ہے اور اس نے تمہاری طبیعت پر بہت کچھ اثر کیا ہے مگر تم نے اس کے سب پہلو اور اونچ نیچ پر کافی غور نہیں کیا۔ تمہاری طبیعت کی پریشانی جو اس خیال سے ہے مجھ کو بہت افسوس ہے۔ مگر تم کو ان لوگوں سے جن کو تم اپنا دلی دوست سمجھتے ہو بخوبی مشورہ لو اور اس کے بعد کوئی فیصلہ کرو یہ یقین جانو کہ دس ہزار روپیہ ہرگز کافی نہوگا۔ تم سمندر میں غوطہ مارنا چاہتے ہو مگر بغیر اس کے کہ ہر امر پر بخوبی غور نہ کرلو غوطہ مارنا عقل کی بات نہوگی تم ایک ہفتہ کے لیے یہاں آؤ اور سید محمود سے اور مجھ سے بات چیت کرو بلاشبہ وہاں پڑے رہنے سے تمہاری طبیعت گھبرا گئی ہے۔ ہم نے تمہاری بہتری کے لیے تامقدور کوشش کی مگر تقدیر اس کے موافق نہ تھی۔ والسلام خاکسار

سید احمد

علیگڑھ۔ ۳۱ جولائی ۱۸۹۵ء

۲۳

عزیزی محمد عنایت اللہ

تمہارا خط پہونچا۔ تمہارا خط پڑھ کر جس قدر رنج ہم کو ہوتا ہے بیان نہیں ہوسکتا۔ خدا تم کو ہر طرح پر صحت کامل دے۔ اس بات سے خوشی ہوئی کہ بالفعل جو ولایت جانے کا خیال تھا اُس کو تم نے ملتوی کردیا ہے اور اس بات سے بھی طمانیت ہوتی ہے کہ تم نے باقاعدہ علاج سول سرجن کا شروع کیا ہے۔ انشاءاللہ تعالےٰ اُس سے فائدہ ہوگا۔

ساتویں تاریخ لفٹنٹ گورنر آویں گے اور آٹھویں تاریخ پانچ بجے کالج میں آوینگے اور اُن کو ایڈریس دی جاوے گی۔ اور آخر اگست میں نواب وقار الامراء بہادر وزیر حیدرآباد تشریف لاوینگے۔ معلوم نہیں کہ تمہارے والد آٹھویں تاریخ کے جلسہ ایڈریس میں آویں گے یا نہیں مگر اُن سے کہدینا۔ کہ جب نواب وقار الامرا تشریف لاویں تو اُن کا آنا واجب ہوگا۔ والسّلام

خاکسار سید احمد

علیگڑھ ۴ر اگست ۱۸۹۵ء

۲۴

عزیزی عنایت اللہ

تمہارا خط مورخہ ۱۸ر جولائی پہونچا۔ مدت سے تمہارا کوئی خط نہیں آیا تھا اور میں ہمیشہ تمہارے خط کا منتظر رہتا تھا۔ شکر خدا کا کہ مدت بعد تم کو خدا نے توفیق خط لکھنے کی دی۔ تمہاری طبیعت کی طرف سے اور تمہارے ہمیشہ بیمار رہنے سے جس قدر مجھ کو رنج ہی شاید تمہارے ماں باپ کو بھی سے اس سے زیادہ نہ ہوگا مگر تقدیری امور میں کسی کو کوئی چارہ نہیں ہی۔ نہ تمہارے ماں باپ کچھ کرسکتے ہیں اور نہ میں کچھ کرسکتا ہوں۔ بہرحال ہر وقت یہ خواہش رہتی ہی کہ خدا تعالیٰ تم کو صحیح اور تندرست رکھے۔ اس بات کے دریافت ہونے سے کہ مہوبا سے مراجعت کرتے وقت تم کو بخار ہوگیا تھا افسوس ہوا۔ مگر تم نے لکھا ہی کہ دو دن سے تخفیف ہی اُس سے طمانیت ہوئی۔

شیام بہاری لال متوفی نے جو کاغذات اور رجسٹر دفتر انگریزی کے چرائے اور نیز چٹھیات دفتر کی چرالیں اُس سے دفتر بالکل اُلٹ پلٹ ہوگیا اور نیز اُس نے دانستہ دفتر کو ایسی حالت میں رکھا تھا کہ جیسے ایک ردّی کا ڈھیر۔ بہرحال جس قدر

دفتر موجود ہی اُس کی از سرِ نو ترتیب کرنی ضرور ہوئی تھی۔ چنانچہ چٹھیات موجودہ کو بہ ترتیب درست کر لیا ہی اب صرف اُن کا نئے رجسٹروں میں چڑھانا ہی۔ اس کام میں تمہاری بھی مدد چاہتا ہوں بشرطیکہ تمہاری طبیعت بصحت کامل ہو اور جب بحالت صحت تمہارا یہاں آنے کا ارادہ ہو تو دو ہفتہ کے قریب تم کو کام کرنا ہوگا لیکن یہی شرط ہی کہ تمہاری صحت بالکل صحیح اور تندرست ہو۔ پس جب تمہاری طبیعت درست ہو جائے تو چند روز کے لیے یہاں آنا ہم نے سمجھا تھا کہ مدار المہام صاحب حیدر آباد نے اپنی تشریف آوری کے موقع پر جس خوش ملاقات کرادی تھی اُن کے دل سے پچھلی باتیں سب محو ہو گئی ہونگی لیکن خدا نے اُن کا ایسا کینہ در دل بتایا ہی کہ اُس کا صاف ہونا غیر ممکن ہی۔ افسوس ہی کہ انھوں نے اس ملاقات کے بعد پھر وہی راگ گانا شروع کیا اور وہی مخالفت اختیار کی جو روز اوّل تھی اور جو اُن کی تحریر میں کالج کے انتظام پر اعتراض تھا اس لیے پرنسپل سے اُس کا جواب طلب کرنا ضرور تھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ پرنسپل صاحب نے نہایت تفصیل سے اُس کا جواب دیا ہی۔ مدرسہ کا کام بدستور چلا جاتا ہی۔ جو کچھ کہ مجھ کو افسوس ہی اُس غبن کا ہی جو شام بہاری لال نے کیا اور جس کا کبھی خیال بھی نہ تھا بہر حال خدا نے بہت سی مشکلات سے کالج کی حمایت کی ہی اس مشکل کو بھی خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حل کر دیگا۔ خدا اُن سب لوگوں کے دلوں میں جو مدرسہ کے حامی ہیں استقلال اور ہمت قائم رکھے اور تم کو خدا صحیح اور تندرست رکھے۔ اپنے والد کو میرا بہت بہت سلام کہنا اور امید ہی کہ وہ ۲۶ جولائی کو یہاں تشریف لاویں گے۔ اور اجلاس میں شریک ہونگے۔ والسّلام خاکسار سید احمد

علیگڈھ ۱۸ جولائی ۱۸۹۵ء

***

— ۲۵ —

عزیزی محمد عنایت اللہ

تمہارا خط مورخہ یکم فروری معہ پیکٹ رجسٹری شدہ ترجمہ تاریخ مسٹر آرنلڈ پہونچا۔ میں اُس ترجمہ کو نہایت غور سے دیکھونگا اور جو حال ہوگا وہ تم کو لکھونگا۔ آیتیں قرآن مجید کی جو تم کو نہیں ملیں وہ میں ڈھونڈ کر نکال لونگا۔ جس طرح تمہاری خواہش ہی میری بھی خواہش ہی کہ ترجمہ نہایت عمدہ ہو اور جو کچھ مجھ سے ہوسکیگا اُس کی نسبت کوشش کرونگا۔ اگرچہ میں یقین کرتا ہوں کہ تم مجھ سے زیادہ عمدہ اردو لکھتے ہو تم تو دلّی کے رہنے والے ہو اور میں علی گڈھ کا رہنے والا۔ اور دِلّی چھوڑے ہوئے مجھکو دو جگ سے زیادہ ہوگئے۔ مگر مجھ کو اس بات سے کہ تم مجھ سے زیادہ عمدہ اردو لکھو بے انتہا خوشی ہوگی۔ والسّلام

خاکسار سید احمد

علی گڑھ۔ ۲ر فروری ۹۶ء

— ۲۶ —

عزیزی محمد عنایت اللہ

تمہارے مرسلہ ترجمہ کو میں نے دو دفعہ پڑھا اور نہایت ہی دل خوش ہوا اگر تمہارے والد ماجد نے بھی یہ ترجمہ دیکھا ہی تو وہ بھی خوش ہوئے ہوں گے مگر تم کو یقین ہوگا کہ تمہاری لیاقت اور سعادتمندی سے میں تمہارے والد ماجد سے بھی زیادہ خوش ہونے والا ہوں۔ شاید کہیں کہیں ایک آدھ لفظ گھٹانا بڑھانا ہوگا اور بعض بعض جگہ میں مترجم کی طرف سے کچھ مختصر نوٹ لکھنا چاہتا ہوں۔ امید ہی کہ تم منظور کروگے۔ دوسری تبدیلی میں یہ کرنی چاہتا ہوں کہ اردو کے بیچ میں جو عربی قرآن کی آیتیں آگئی ہیں اُن کو یعنی اصل آیتوں کو تو نوٹ میں لکھا جاوے

اور اُن کا نہایت فصیح اور بامحاورہ ترجمہ اردو عبارت کے ساتھ لکھا جاوے تاکہ اُردو پڑھنے والوں کو کچھ دقت نہ رہے۔ میں چار پانچ صفحے تمہارے ترجمہ کے اس طرح پر لکھ کر تمہارے پاس بھیجوں گا اگر تم پسند کروگے تو تمام کتاب کو اسی طرح پر درست کردوں گا۔ ابھی میں تمہارے ترجمہ کو اور پانچ چھ مرتبہ پڑھوں گا اور جہاں تک مجھ سے ہوسکیگا اُس کی خوبی اور عمدگی میں کوشش کرونگا۔ تم نے یہ ایسا کام کیا ہے جس کی نظیر آج تک اردو لٹریچر میں نہیں ملسکتی۔ خدا تم کو زندہ اور صحیح اور تندرست رکھے۔ والسلام خاکسار

سید احمد علی گڑھ ۵۔ فروری ۱۸۹۶ء

۲۷

عزیزی محمد عنایت اللہ بی۔ اے۔

جو ایڈریس تہنیت ملکہ معظمہ قیصر انڈیا کو بھیجے جاوے گی اُس کی پیشانی پر دلی کی جامع مسجد کا نقشہ نہایت عمدہ ہاتھ سے بنایا جاویگا۔ مگر قبل اُس کے نقشوں کا دیکھنا منظور ہے کہ کون نقشہ عمدہ ہے۔ امید ہے کہ وہاں کے مصوروں کے پاس نقشہ جات مختلف طرح کی جامع مسجد کے ہوں گے آپ اُن سے وہ نقشہ جات لیکر بھیجدیجئے تاکہ اُن میں سے کوئی نقشہ پسند کیا جاوے اور یہ بھی لکھیے کہ کوئی نہایت عمدہ مصور ہے جو اُس نقشہ کو بناویگا۔ والسلام

خاکسار سید احمد علی گڑھ ۸۔ فروری ۱۸۹۶ء

۲۸

عزیزی۔ محمد عنایت اللہ صاحب۔ بی۔ اے

یہاں لیمو نہیں ملتے امید ہے کہ دلّی میں ضرور ملتے ہوں گے۔ آپ مہربانی سے سیر یا دو سیر لیمو بازار سے خرید کر اور ایک ٹوکری میں بند کرکے جس قدر جلد ہو سکے

بھیجدیجیے۔ بلٹی بھی اسی کے ساتھ بھیجیے گا تاکہ ٹوکری اور بلٹی ساتھ پہونچے۔ نیبو منگانے کے سبب تم یا تمہارے والد تردد نہ کریں صرف تفریح طبع کے لیے منگائے گئے ہیں۔ کسی بیماری کی وجہ سے نہیں منگائے ہیں۔ اپنے والد ماجد کو میرا بہت بہت سلام کہنا۔ مجھے امید ہی کہ سوسائٹی کا اخبار تمہارے والد کے پاس جاتا ہی۔ اگر نہ جاتا ہو تو مجھے اطلاع دو تاکہ میں تاکید کردوں کہ جایا کرے۔ آج کے اخبار میں ایک آرٹیکل علوم عربیہ پر چھپیگا اُس کو تم بھی پڑھنا اور اپنے والد ماجد سے کہنا کہ اُن کی رائے اُس آرٹیکل کی نسبت کیا ہی۔ اُنھوں نے مدت سے کوئی مضمون اخبار کے لیے نہیں بھیجا۔ اُن سے عرض کرو کہ کوئی چیٹ پٹا مضمون عنایت کریں۔ خاکسار سید احمد

علی گڑھ۔ ۱۷/ اپریل ۱۸۹۶ء

۲۹

عزیزی محمد عنایت اللہ صاحب بی۔ اے

آپ کا عنایت نامہ پہونچا نیبوؤں کی بلٹی ریل پر بھیجدی ہی یقین ہی کہ تھوڑی دیر میں آجاویں گے۔ مگر میں نے سنا کہ دلی میں بھی نیبو بہت مہنگے ہیں۔ معلوم نہیں کہ آپ کو دو سیر نیبو کس قیمت کو ملے ہیں۔ بہرحال آپ نے تلاش کرکے خرید ا اور روانہ کیا۔ اس کا میں بہت بہت شکر ادا کرتا ہوں عرق نیبو کی بالفعل ضرورت نہیں ہی۔ اپنے والد ماجد کو میری طرف سے بہت بہت سلام کہدیجیے۔ یقین ہی کہ اخبار پہونچ گیا ہوگا اور تم نے اس آرٹیکل کو پڑھا ہوگا۔ اگرچہ کچھ زیادہ عمدہ نہیں ہی مگر مولوی مہدی علی صاحب اُس کو بہت پسند کرتے ہیں۔ تمہاری صحت اور تندرستی کی میں ہمیشہ خدا سے التجا کرتا رہتا ہوں اس بات کے سننے سے کہ احمد علی بھی ڈپٹی کلکٹر مقرر ہوگیا تم اور تمہارے والد

بہت خوش ہوئے ہوں گے والسلام خاکسار سید احمد

علی گڑھ ۱۹ر اپریل ۱۸۹۰ء

۳۰

عزیزی محمد عنایت اللہ بی۔ اے۔

آپ کا خط مورخہ ۴ر جون پہونچا۔ آپ کے بخیر و عافیت دہلی پہونچنے سے اور وہاں سب طرح خیر و عافیت ہونے سے طمانیت ہوئی تم نے جو یہاں آنے کی تکلیف گوارا کی اور دو مہینے تک بہ سبب غیر حاضری خواجہ وجیہ الدین کے تمام کاموں کو انجام دیا اُس کا میں نہایت شکر ادا کرتا ہوں۔ تم سے مجھ کو اس سے زیادہ ہمدردی کی توقع ہی۔ اس خط میں میں ملفوف کرتا ہوں تین نقشے اُس میڈل کے جو جوبلی کی یادگار میں بنائے جاویں گے۔ ایک نقشہ جس میں ملکہ کوئن کی تصویر ہی اُس پر میں نے بجائے کُنڈے کے کاغذ کتر کر ایک لمبا نشان بنا دیا ہی اس مطلب سے کہ تمغہ میں فیتہ ڈالکر لٹکایا جاوے گا۔ کنڈہ بننے کا علاوہ اُس کے دو نقشے ایک میں کوئن کی تصویر ہی جس پر کنڈا بنا ہوا ہی۔ اس کنڈے کو تم مٹا دو اور اُس پر ویسا ہی نقش بنا دو یا کسی سے بنوا دو۔ جیسا کہ کاغذ کترا ہوا جما ہوا ہی۔ دوسرا نقشہ وہ ہی جس میں کھجور کا درخت ہی اُس پر بھی ویسا ہی نقش بنا دو جیسا کاغذ کا کترا ہوا پہلے نقشہ پر جما ہوا ہی۔ مگر معلوم ہے کہ کاغذ جو میں نے کتر کر چپکایا ہی وہ نہایت بھدّا ہی اور تمغہ کی قد کی بہ نسبت کسی قدر بڑا بھی معلوم ہوتا ہی تم تمغہ کے قد کے مناسب اُس کی لمبان رکھنا اور نہایت خوب صورت اور سُبک بنانا بہتر یہ ہی کہ نظیر حسین صاحب مصوّر سے بنوا دو اس لیے کہ یہ نقشہ ڈائی بنانے کو جاویں گے اور جیسا کہ نمونہ بھیجا جاویگا ویسا ہی ڈائی بنا دینگے۔ اُن کو جلد بنوا کر بھیجدو والسلام خاکسار سید احمد۔ علی گڑھ ۲۰ر جون ۱۸۹۰ء۔

—— ۳۱ ——

عزیزی محمد عنایت اللہ بی اے

ہیں منشی قادر علی خاں صاحب صوفی کا خط اور دو صفحہ مطبوعہ جو بطور نمونہ اُنھوں نے بھیجے ہیں تمھارے پاس بھیجتا ہوں بعد ملاحظہ اُن سب کو واپس کرو اور اپنی رائے لکھو کہ کونسی تقطیع پر کتاب کو چھپوانا تمھارے نزدیک مناسب ہی میں تو سمجھتا ہوں کہ چھوٹی تقطیع کا جو نمونہ ہی اُس پر چھپوانا مناسب ہوگا۔ آرنلڈ صاحب سے بھی اس باب میں رائے پوچھی ہی مگر ابھی اُنھوں نے کچھ جواب نہیں دیا۔ والسلام

خاکسار

سید احمد علیگڑھ ۲۹ جون ۱۸۹۷ء

—— ۳۲ ——

عزیزی محمد عنایت اللہ بی۔ اے۔

تمھارا خط مورخہ ۱۱ اگست پہونچا۔ تمھاری خیر و عافیت سے طمانیت ہوئی۔ بیشک مسٹر آرنلڈ کی کتاب کے ترجمہ کا نہایت مشکل کام ہی اور تم نے اس پر بہت محنت کی ہی اور بقیہ بابوں کے ترجمہ میں بھی نہایت محنت اُٹھانی پڑیگی۔ مگر تمھاری سعی سے ایک نہایت عمدہ کام مسلمانوں کے لیے ہوگیا ہی ان دنوں میں میری طبیعت اچھی نہیں رہی اور کوئی کام نہیں ہوسکا مگر اب کسی قدر اچھی ہو البتہ سست ہی اور میں پہلے باب کا ترجمہ چھپنے کو بھیجدوں گا اور شاید نجم الدین سے اُس کی نقل لکھوانے کی ضرورت نہیں ہونے کی۔ اس باب میں پس و پیش کر رہا ہوں۔ کہ قرآن مجید کی اصل آیتیں متن میں داخل رہیں یا نوٹ میں پہلے میری رائے تھی کہ نوٹ میں داخل رہیں مگر اب یہ خیال ہی کہ متن میں رہنی چاہییں میرا خیال ہی کہ چار عہدے ٹرسٹیوں کے جو معمور ہونے سے باقی رہ گئے ہیں تم کو بھی ٹرسٹی

مقرر کیا جاوے۔ کیونکہ تم سے توقع ہے کہ ہمیشہ دوست اور خیرخواہ کالج کے رہوگے۔ اس خیال کا حسب تلور رہونے کو ہوگا تو میں تم کو اطلاع دوں گا۔ سرمنڈوں والے نوٹ لکھنے میں مجھے ابھی تک تردد ہے۔ میں نے اور کتابوں سے بھی کچھ تلاش کیا ہے مگر یہ بات کہ نائٹ بنانے کے وقت تلوار کا نشان دیا جاتا تھا یا کندھے پر رکھی جاتی تھی اب تک کسی کتاب میں نہیں ملا۔ خیر جس طرح پر مناسب ہوگا اُس نوٹ کو لکھ دوں گا۔ اپنے والد ماجد کی خدمت میں میری طرف سے بہت بہت سلام کہنا اور التماس کرنا۔ ۲۲ اگست کے اجلاس میں اُن کا ہونا اور شریک ہونا ضرور ہے۔ والسلام

خاکسار سید احمد علیگڑھ ۱۲ اگست ۱۸۹۶ء

۳۳

عزیزی محمد عنایت اللہ بی اے

ساتواں باب اپنے ترجمہ کا جو تم نے کاتب سے صاف کرا کر بھیجا ہے۔ نہایت ہی عمدہ ہے اور نیک۔ اسی خط سے کتاب صاف کر کے چھاپنے کو بھیجی جاوے باب اوّل میں تغیر و تبدل زیادہ ہوئے ہیں۔ نجم الدین کو تو اس قدر فرصت نہیں ہے کہ وہ اُس کو صاف کرے اور اُس کا خط ایسا موٹا ہے کہ آپ کے مقررہ کاتب نے جو عبارت ایک صفحہ پر لکھی ہے وہ دو صفحہ پر لکھیگا۔ آپ چند روز یعنی ایک ہفتہ کے لیے بلکہ اس سے بھی زیادہ اُس کاتب کو میرے پاس بھیجدیجیے تاکہ میں صرف باب اول اپنے سامنے اُس سے صاف کرالوں اُس کے بعد وہ واپس جاویگا۔ باب اوّل جب تک میرے سامنے صاف نہیں ہوگا پھر درست نہ ہوگا جس کاغذ پر تم نے کتاب لکھی اور صاف کرائی ہے اُس قسم کا کاغذ یہاں نہیں ہے اُسی کاتب کے ہاتھ کاغذ بھی بھیجدو۔ اگر تم بھی ایک ہفتہ کے لیے یہاں آجاؤ تو نہایت

خوشی ہوگی۔ کیونکہ چند باتیں تم سے صلاح کرنے کی ہونگی اور اگر تم نہ آئے تو میں
اپنی عقل کے موافق کاتب سے لکھوا لونگا۔ مکرر یہ ہی کہ اگر کاتب کے بھیجنے میں
دقت ہو تو اُس کو نہ بھیجو۔ کاغذ اُس قسم کا بھیجدو۔ نجم الدین اُس کو صاف کر دیگا
مگر کاغذ جلد بھیجو۔ والسّلام خاکسار سید احمد

علیگڑھ۔ ۲۸ اگست ۱۸۹۷ء

۳۴

عزیزی محمد عنایت اللہ بی۔ اے

تمہارا خط مورخہ ۱۳ اگست سنہ رواں پہونچا۔ تم نے جو کاغذ بھیجا تھا
وہ پہونچا۔ ایسا کاغذ یہاں نہیں مل سکتا تھا۔ تمہارے ترجمہ کے پہلے باب کی
نجم الدین سے اُس پر نقل لکھوا دی جاوے گی۔ دو دن سے وہ بیمار ہو گیا ہی
جب تم یہاں آؤ گے مجھے نہایت خوشی ہوگی۔ الہاشمی کا عربی خط بنام الکندی
ہمارے پاس کتاب میں چھپا ہوا موجود ہی۔ مولوی وحید الدین صاحب اُس کا
ترجمہ کر دیں گے۔ انگریزی سے اُس کے ترجمہ کی ضرورت نہیں۔ مولوی وحید الدین
صاحب ۱۵ دن کی رخصت پر جاتے ہیں آکر ترجمہ کر دینگے۔ جس وقت پہلا باب
نقل ہو گیا اُسی وقت چھپنے کو بھیجدیا جاویگا۔ میں ہمیشہ تمہاری صحت و سلامتی
خدا سے چاہتا ہوں۔ جناب شمس العلماء خان بہادر کی خدمت میں بہت بہت
سلام۔ میں عنقریب کتابیں روانہ کروں گا والسلام

خاکسار

سید احمد

علیگڑھ۔ ۲ ستمبر ۱۸۹۷ء

۳۵

عزیزی محمد عنایت اللہ بی۔ اے کو بعد سلام واضح ہو کہ پہلا باب ترجمہ کا صاف کرکے اور آیتوں پر زیر و زبر لگا کر چھپنے کو روانہ کر دیا ہی اور دوسرا باب اس لیے واپس منگایا ہی کہ اُس کے واپس آنے پر بھی اعراب لگا دیے جاویں۔ آخر کار بعد غور کامل یہ بات قرار پائی کہ قرآن مجید کی آیات اور ترجمہ دونوں متن میں لکھے جاویں کیونکہ آیتیں یا ترجمہ حاشیہ پر لکھا جاتا تو حاشیہ میں سما نہیں سکتا تھا۔ چھٹے باب کا ترجمہ جو اُنھوں نے بھیجا ہی وہ پہونچ گیا۔

والسلام خاکسار سید احمد

علی گڑھ۔ ۱۰ ستمبر ۱۸۹۷ء

۳۶

عزیزی محمد عنایت اللہ بی۔ اے۔

تمہارا خط مورخہ ۱۴ ستمبر پہونچا۔ اس بات کے دریافت ہونے سے کہ تمہارے والد ماجد کا بخار جاتا رہا نہایت خوشی ہوئی۔ خدا تعالیٰ اُن کو صحیح و تندرست رکھے۔ ہماری قوم میں صرف ایک ہی شخص بے نظیر ہیں۔ علاوہ بے نظیر ہونے کے اُن کی محبت اور دوستی اپنے ہر ایک نیازمندوں کے ساتھ بے نظیر و بے مثل ہے۔ میں عنقریب تمہارے پاس کچھ روپیہ بھیج دونگا تاکہ کاتب کی تنخواہ وغیرہ میں دیا جاوے۔ مسلم کرانیکل اور پنجاب آبزرور سے اشتہاروں کی چھپوائی دریافت کرنا بے فائدہ ہی کیونکہ وہ انگریزی اخبار ہیں۔ اردو کتاب کے اشتہار سے کچھ فائدہ نہیں پیسہ اخبار اور اودھ اخبار میں اپنی کتابوں کا اشتہار چھپوانا میں پسند نہیں کرتا۔ بالفعل کل پانسو کتابیں چھپوائی جاتی ہیں۔ اُن کو ہم کسی نہ کسی طرح فروخت کرلینگے قریب چالیس پچاس کے

اس وقت خریدار موجود ہو گئے ہیں مگر جب تک نقد روپیہ نہ آجاوے اُس وقت تک کوئی اعتبار نہیں۔ آج میں نے اشتہار تقسیم کیے ہیں اور امید ہو کہ روپیہ آجاویگا حیدرآباد کے ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم کو میں خط لکھوں گا اور امید ہو کہ سو کتابیں وہاں ضرور خریدی جاویں گی۔ اور اور دوستوں سے بھی خط و کتابت کروں گا اور اشتہار بھیجوں گا۔ اپنے والد کی خدمت میں میرا بہت بہت سلام کہدو

خاکسار سید احمد

علیگڑھ - ۱۶ ستمبر ۱۸۹۰ء

۳۷

عزیزی محمد عنایت اللہ بی۔ اے

تمہارا خط مورخہ ۱۳ ستمبر پہونچا۔ بمجرد پہونچنے اس خط کے اپنے والد کی خیر و عافیت سے اطلاع دو۔ غالباً اُن کو بسبب نزلے کے بخار ہو گیا ہو گا اور اب طبیعت اچھی ہو گی مگر جب تک تمہارا خط نہ آویگا۔ طبیعت متردد رہیگی۔ تمہارے ترجمہ کا نصف باب دوم بھی درست کر کے آج چھپنے کو روانہ کر دیا ہو۔ نصف باقی ہو عنقریب روانہ کر دیا جاویگا۔

ترجمہ کتاب کی بابت قیمت کاغذ خواہ بابت اجرت کاتب خواہ بابت اخراجات آمد و رفت علیگڑھ جو خاص ترجمہ کے واسطے آئے گئے ہو جس قدر اخراجات ہوں اُن کی یادداشت لکھتے جاؤ تاکہ وہ تمام اخراجات مع اُس خرچ کے جو میرے دل میں ہے وہ سب اخراجات چھپائی کتاب میں داخل کیے جاوینگے۔ میں نے کتاب کی قیمت مقرر کر کے اشتہار دیدیا ہو۔ تمہارے پاس بھیجوں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ قبل چھپنے کتاب کے روپیہ جمع ہو جاوے۔ والسلام

خاکسار سید احمد۔ علیگڑھ۔ ۱۴ ستمبر ۱۸۹۰ء

۳۸

عزیزی محمد عنایت اللہ بی۔ اے۔

تمہارا خط مورخہ ۷ر اکتوبر پہونچا جس میں بہت سے مطالبات متعلق کتاب مسٹر آرنالڈ درج ہیں۔ جو کہ تم نے خود لکھا ہی کہ بعد ۱۰ر اکتوبر کے تم یہاں آجاؤ کہ اس لیے کسی کے جواب لکھنے کی ضرورت نہیں زبانی سب امور طے ہو جاویں گے مگر اپنے آنے کی تاریخ اور وقت سے اطلاع دو۔ مکرریہ کہ اپنے والد ماجد کے خدمت میں میرا بہت بہت سلام کہدو۔ والسّلام

خاکسار سید احمد

علیگڑھ۔ ۸ر اکتوبر ۱۸۹۶ء

۳۹

عزیزی محمد عنایت اللہ بی۔ اے

تمہارا خط مورخہ ۲ر نومبر جو کاغذوں میں بندھ گیا تھا آج میری نظر سے گزرا۔ تمہاری علالت طبع کا مجھ کو نہایت افسوس ہی۔ امید کہ تم اپنی خیر و عافیت مزاج سے جلد مطلع کروگے۔ بلٹی جو کتابوں کی بھیجی وہ اس وقت میں نے ریل پر بھیجدی ہی۔ امید ہی کہ کتابیں آجاویں گی اپنے والد ماجد کو میری طرف سے بہت بہت سلام کہدو اور اپنی خیر و عافیت مزاج سے مطلع کرو۔

والسّلام خاکسار سید احمد

علیگڑھ۔ ۵ر نومبر ۱۸۹۶ء

۴۰

عزیزی۔ محمد عنایت اللہ بی۔ اے

تمہارا خط مورخہ ۱۱ دسمبر میرے پاس پہونچا۔ اس عرصہ میں جو تمہاری طبیعت علیل ہوگئی تھی اُس کا نہایت افسوس ہی۔ تمہاری صحت و سلامتی کی میں ہر وقت خدا سے تمنا رکھتا ہوں۔ مجھ کو معلوم ہوا کہ تیسرا اور چوتھا باب بھی لکھا جا چکا ہو اور منشی قادر علی خاں صوفی نے پانچواں اور چھٹا باب طلب کیا تھا چنانچہ میں نے احتیاطاً بعد رجسٹری روانہ کر دیا ہی۔ غرضکہ اُس کے چھپنے کا لگا لگ گیا ہی۔ خدا نے چاہا تو بخوبی جلد چھپ جاوے گی اپنے والد کو میری طرف سے بہت بہت سلام کہدو۔

والسلام خاکسار سید احمد

علیگڑھ ۱۸ دسمبر ۱۸۹۶ء

۴۱

عزیزی محمد عنایت اللہ صاحب بی۔ اے

آپ کا خط مورخہ ۴ جنوری درباب ترجمہ خط الہاشمی پہونچا۔ خیال تھا کہ اُس خط کے ترجمہ کی کچھ جلدی نہیں ہی اور تم نے ایک خط میں یہاں آنے کو بھی لکھا اس سبب سے اُس کے ترجمہ میں تاخیر ہوئی۔ اب مولوی وحید الدین صاحب اس کے ترجمہ پر متوجہ ہوئے ہیں اور امید ہی کہ ہفتہ عشرہ میں اُس کا ترجمہ پورا ہو جاویگا۔ اور آپ کی خدمت میں بھیجدیا جاویگا۔

مسٹر آرنلڈ نے ایک ترجمہ اُس تمام کتاب کا یعنی خط ہاشمی کا معہ اُس کے جواب کے جو پادریوں نے کرایا ہی میرے پاس بھیجدیا ہی مگر وہ ترجمہ ایسا خراب اور ناقص ہی کہ تمہارے ترجمہ کے ساتھ شامل نہیں ہوسکتا اور اس لیے جدید ترجمہ اُس خط کا ہونا ضرور ہی۔ پس عنقریب ترجمہ آپ کے پاس پہونچیگا۔

مگر مشکل یہ ہی کہ الہاشمی نے جو خط لکھا ہی اور جو دلائل صحت مذہب اسلام کے لکھے ہیں وہ نہایت بودے اور نامعقول ہیں۔ میں حیران ہوں کہ اُس کی نسبت کیا کیا جاوے۔ ہرچند میں غور کرتا ہوں کہ کچھ نوٹ اُس پر لکھے جاویں مگر اب تک سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کیا جاوے۔ بہر حال جو کچھ رائے قرار پائیگی اُس سے میں آپ کو اطلاع دونگا۔ اپنے والد ماجد کو بہت بہت سلام میری طرف سے کہدو اور یہ بھی کہو کہ جو ٹرسٹیوں کے سالانہ اجلاس کے کاغذ اُن کے پاس بھیجے گئے ہیں ووٹ کے کاغذ پر جلد تر اپنی رائے تحریر کرکے بھیجدیجیے کیونکہ دونوں کے جلد آنے کی ضرورت ہی۔ والسّلام۔

خاکسار سید احمد

علیگڑھ ۷ جنوری ۱۸۹۰ء

۴۲

عزیزی محمد عنایت اللہ صاحب بی۔ اے۔

تمہارا خط مورخہ ۹ فروری پہونچا۔ اور جو پیکیٹ ترجمہ کا تم نے بھیجا تھا وہ بھی پہونچا۔ جس میں آرنلڈ صاحب کا دیباچہ اور ضمیمہ دوم وسوم کا ترجمہ ہی۔ تم نے بہت اچھا کیا کہ جس قدر حصے الہاشمی کے خط کے آرنلڈ صاحب نے اپنی کتاب میں لکھے ہیں اُسی قدر کا ترجمہ رکھا ہی۔ ایک دیباچہ مترجم کی طرف سے ہونا چاہیے۔ تم بصلاح اپنے والد ماجد مترجم کی طرف سے اُس کا دیباچہ لکھو اور میرے پاس بھیجدو۔ میں بھی اُس کو دیکھ لوں گا۔ میں نے سنا ہی کہ چھٹے باب تک کاپیاں طیار ہوگئی ہیں اور چھپنے کو تھیں۔ غالباً چھپ گئی ہونگی۔ مطبع والوں نے کچھ روپیہ پیشگی مانگا تھا وہ بھیجا نہیں گیا مگر میں نے اُن کو تاکید لکھی ہی کہ کتاب کے جلد چھاپنے کا انتظام کریں جس قدر چھپی ہی میرے پاس بھی

نہیں آئی۔ جس وقت آئی تمہارے پاس روانہ کرونگا۔ میری طبیعت بھی جیسی
چاہیئے ویسی اچھی نہیں رہتی۔ امید ہے کہ خدا کی عنایت سے تم اور تمہارے
والد ماجد اچھی طرح ہوں گے والسلام خاکسار سید احمد

علیگڑھ ۱۱ر فروری ۱۸۹۸ء

—۴۳—

عزیزی محمد عنایت اللہ صاحب بی۔ اے

آپ کا خط مورخہ ۱۳ر فروری پہونچا۔ جو نسخہ آپ کے پاس خواجہ
وجیہہ الدین نے بھیجا ہے وہ نسخہ نہیں ہے بلکہ چار دواؤں کے نام ہیں۔ اُن کو
علیحدہ علیحدہ چار شیشیوں میں ہونی چاہیئں۔ پس آپ مہربانی سے اُن
چاروں دواؤں کو چار شیشیوں میں خرید لیں اور میرے پاس بذریعہ ڈاک کے
بھیجدیں اور اُن کی قیمت سے مجھ کو اطلاع دیں۔ والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڑھ ۱۵ر فروری ۱۸۹۸ء

اپنے والد ماجد سے میرا بہت بہت سلام کہدو
والسّلام

مولوی نیاز محمد خاں وکیل پنجاب کے نام

پہلا نام غلام نیاز خاں تھا بعد کو سرسید کی حیات میں انھوں نے ان کے ارشاد سے اپنا نام نیاز محمد رکھ لیا تھا۔ خان صاحب آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس سو نہایت دلچسپی رکھتے تھے۔ عام قومی کاموں میں سرسید کے حامی و مددگار رہے دیوگڑھی ضلع جالندھر آپ کا اصلی وطن ہی۔ اور آپ وکالت کرتے ہیں

۱

مخدومی۔ اسی وقت آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ آپ کی طبیعت کیسی ہی اور کیوں اس قدر زندگی سے ناامیدی ہی۔ اگرچہ میری دانست میں مرنے کے بعد بہ نسبت زندگی کے زیادہ راحت ہی۔

سوال کا مفصل و مدلل جواب لکھنے کو فرصت اور وقت چاہیئے مگر جب میں نے روح انسانی کو کاسب و مکتسب قرار دیا ہی تو ضرور بعد مفارقت ابدان کے اُن لوگوں کو جن سے دنیا میں ملاقات تھی اُن کی روحوں کو شناخت کرے گی اور کچھ عجب نہیں کہ ان روحوں کو اپنے زندہ احباب و رشتہ مندوں کے حال سے بھی آگہی ہوتی ہو۔ یہ سب باتیں روح کی کاسب و مکتسب ہونے پر متفرع ہوتی ہیں اور روح کا کاسب و مکتسب ہونا میرے نزدیک ثابت و محقق ہی۔ روح کو جدا ہونے کے بعد بدن سے ایک قسم کا جسم حاصل ہوجاتا ہی۔ ممکن ہی کہ وہ جسم بھی بدلا جاوے۔ اس تحریر سے میرا مطلب یہ ہی کہ بعض عالموں نے تسلیم کیا ہی کہ بعد مفارقت بدن کے ہی روح ترقی الی الاعلی کرتی ہی اُس کی دلیل جو اُن عالموں نے دی ہی ابھی تک بخوبی میرے ذہن میں نہیں آئی۔ مگر

دل تسلیم کرتا ہی کہ اُن کا یہ لکھنا صحیح ہی۔ پس جس قدر کہ روح کو ترقی ہوتی جاوے گی
اُسی قدر اُس کا جسم زیادہ منزہ ہوتا جاویگا اور اسی امر کو میں نے کہا ہی کہ ممکن ہی
کہ وہ جسم ہی جو اوّل حاصل کیا تھا وہ تبدیل ہو جاوے۔ لذایذ عقبیٰ بیان نہیں
ہو سکتے۔ روحوں کو آپس میں ملنے سے کیا لذت اور کس قسم کی ہو گی اُس کا
بیان نہیں ہو سکتا۔ صرف اتنا کہا جا سکتا ہی کہ دنیا کی لذتوں سے بہت زیادہ
لذت ہو گی۔

خدا سب مسلمانوں کا خاتمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول پر کرے۔ صرف یہی ایک
چیز تمام مشکلوں کی مشکل کشا ہی۔

والسّلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

سید احمد

علی گڑھ۔ ۲۹ جولائی ۱۸۹۶ء

۲

جناب خان صاحب مخدوم مکرم من غلام نیاز خاں صاحب

آپ کا عنایت نامہ معہ چند سطر تحریر بزرگانہ جناب مولوی مراد علی صاحب
پہونچا آپ کا اور مولوی صاحب کا ممنون ہوا۔ آپ کو جو قومی اتفاق کا خیال
دجو غالباً خدا کو منظور نہیں ہی) اُس سے کمال خوشی ہوئی ہی۔ منشی محرم علی صاحب
چشتی جو میرے بھی دوست ہیں۔ سلامت روی کی چال کبھی نہیں چلتے ہیں
میں نے ایک دفعہ ان کو جب وہ علی گڑھ میں آئے تھے بہت کچھ سمجھایا تھا مگر
اُن کے خیال میں نہیں آیا اگر جناب خان بہادر محمد برکت علی خاں سے جو اُن کے
محسن تھے یا اُن کی کارروائی سے یا انجمن اسلامیہ سے کچھ رنجش تھی تو اون کو
محمدن ایجوکیشنل کانگریس کو جس کو کسی سے کچھ تعلق نہیں ہی نہ اُن مقاصد سے جو انجمن

اسلامیہ لاہور کے ہیں نہ اُن مطالب سے جو محمڈن نیشنل ایسوسی ایشن کے ہیں کچھ علاقہ ہی اُن رنجشوں میں سا منا اور اُس کی مخالفت کا اخبار میں چھپنا آپکے نزدیک کچھ معنی رکھتا ہی۔ ایسوسیئشن کی روئداد مثل طوطا و مینا کی کہانی کے ایک شخص سے لغو وبیہودہ کلمات کہوانا اور دوسرے کا کہنا کہ ایسا کہنا مناسب نہیں ہی یا خلاف قواعد مجلس ہی۔ کیا کوئی ایسی باریک بات ہی جو کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ میں گفتگو کو پریسیڈنٹ یا ممبران نے خلاف اصول قرار دیا۔ یا کوئی روئداد میں چھپ سکتی تھی۔ میں ایسے امور کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ میں تو بڑے بڑے مولویوں اور جوگادریوں کے فتووں پر ملتفت ہوتا ہی نہیں چہ جائے کہ منشی محرم علی صاحب کی ایسوسی ایشن کی گفتگو پر۔ مگر چونکہ آپ نے اسی امر کے متعلق عنایت نامہ لکھا ہی۔ اس لیے یہ امر میں نے لکھ دیا۔

آپ کا عنایت نامہ آج پہونچا ہی۔ کل میں نے ایک خط منشی محرم علی صاحب کو لکھا ہی اور کل ہی اخبار میں یہ مضمون چھاپ دیا ہی۔ میری رائے میں دونوں مجلسوں کے ایک ساتھ ہونے میں کوئی ہرج نہیں ہی۔ منشی محرم علی صاحب جب چاہیں مجلس کریں۔ اوّل تو یہ کیوں قرار دیا جاتا ہی۔ ایک مجلس دوسری مجلس کے مخالف قائم ہوئی۔ ہماری مجلس کا مقصد دوسرا ہی اُن کی مجلس کا مقصود دوسرا۔ باقی یہ بات کہ منشی محرم علی صاحب کہتے ہیں کہ محمڈن ایجوکیشنل کانگریس بیفائدہ ہی۔ اس کو ایک کافر مرتد نے قائم کیا ہی۔ اس میں شریک ہونا کفر و ارتداد ہی۔ بہت بہتر جو لوگ اس کو ایسا سمجھیں وہ اس میں شریک نہوں اس میں جھگڑا اور تکرار ایچ پیچ بچاؤ مخالفت کیا ہی۔ بہت سے شیعے ہیں جن سے ہم سے نہایت دوستی ہی۔ وہ اپنے گھر میں ہمارے بزرگوں پر تبرا کیا کرتے ہیں۔ کیا کریں ہمارا کیا نقصان ہی۔ محمڈن اوقاف میں موجود

قانون کی رو سے گورنمنٹ کچھ دست اندازی نہیں کرسکتی۔ آپکو معلوم نہیں ہو کہ ہم تین برس سے مسلمانی اوقاف پر غور کر رہے ہیں۔ اور اس کی اصلاح کی تدبیریں سوچ رہے ہیں۔ حال میں جو ایڈریس لارڈ ڈفرن کو دی اس میں بھی اس کا اشارہ تھا۔ اور ابھی گورنمنٹ پنجاب اور گورنمنٹ شمال مغربی نے تحریرات شروع کی ہیں کوئی شخص بھی یقین نہیں کرسکتا کہ جو اوقاف انجمن اسلامیہ کے ہاتھ میں ہیں اس میں کسی نے تغلب و تصرف کیا۔ ممکن ہے کہ حسابات درستی سے باضابطہ نہوں۔ اخراجات ایک شخص نے جس نے کوشش کرکے وہ سب بے نظیر کام کیے ہوں اپنے رائے کے مطابق خرچ کیا ہو پھر کیا یہ امور اس طرح سے مخالفت کے لائق ہیں جس طرح منشی محرم علیصاحب نے شروع کیے ہیں۔ دونوں انجمنوں میں جو آپ اتفاق چاہتے ہیں نہایت عمدہ بات ہو۔ خدا کرے کہ ہو جاوے مگر منشی محرم علی صاحب کا مزاج جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس قسم کا ہو کہ آپس میں موافقت ہو سکتی ہو نہ موافقت ہونے کے بعد موافقت قائم رہ سکتی ہو

میں ایک دور دراز مقام کا رہنے والا دو تین دن کے لیے لاہور میں آتا ہوں مجھ کو اُن تنازعات سے جو دونوں انجمنوں میں ہو خواہ وہ واجب ہو یا ناواجب کیا علاقہ ہو اور کسی کی طرفداری اور برخلافی سے کیا تعلق ہو وہ جانیں اور اُن کا کام دو تین دن کے قیام میں جو کارروائی ہوگی وہ کرکے اپنے گھر چلا جاؤں گا۔ جس کسی کا یہ خیال ہو کہ میں ایک کا طرفدار بنوں گا اور ایک کا مخالف یہ محض غلط اور بیہودہ خیال ہو۔ اب آپ کے سوالات کا جو آپنے مہربانی سے پوچھیں ہیں جواب دیتا ہوں کہ میں محمڈن نیشنل کانفرنس کے جلسہ میں شریک ہونگا یا نہیں اُن کی طرف سے کوئی اڈریس لونگا یا نہیں اس کے جواب سے پہلے آپ یقین کرلیں کہ میرے جواب کو آپ انجمن اسلامیہ لاہور کی طرفداری

پر محمول نہ کریں جب میں کلکتہ میں تھا تو خود مولوی امیر علی صاحب میرے پاس تشریف لائے اور نہایت دلائل اور اصرار سے چاہا کہ میں محمڈن کانفرنس میں شریک ہوں۔ مگر میں نے انکار کیا۔ سبب اس کا یہ ہے کہ میں محمڈن نیشنل کانفرنس کے مقاصد سے متفق نہیں ہوں۔ میری رائے میں مسلمانوں کو کسی قسم کا پولیٹیکل ایجیٹیشن اختیار کرنا مناسب نہیں ہے اور نہ کوئی شخص ہندوستان میں پولیٹیکل ایجیٹیشن اختیار کر سکتا ہے۔ آپ بھی جب سنینگے کہ پولیٹیکل ایجیٹیشن کیا چیز ہے اور کون شخص اس کو کر سکتا ہے اور اس کے اصول کیا ہیں۔ تو مجھے امید ہے کہ آپ بھی میرے ساتھ اتفاق کرینگے۔ پس اس صورت میں نہ میں اُن کی مجلس میں شریک ہو سکتا ہوں اور نہ اُس مجلس سے اڈریس لے سکتا ہوں۔ البتہ دوستانہ طور پر منشی محرم علی صاحب سے ملنے کو جانے میں مجھے کچھ عذر نہیں ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اگر فرصت ہوئی اور انھوں نے بھی پسند کیا تو میں اُن کے گھر ملنے کو جاؤنگا کیونکہ ظاہرا وہ اس جلسہ ایجوکیشنل کانگریس میں تشریف نہیں لانے کے اور اگر اُن کو اہتمام جلسہ محمڈن نیشنل کانفرنس سے فرصت نہ ہوئی تو مجبوری ہے مگر مجھ کو جانے میں کچھ عذر نہیں مولوی مراد علی صاحب نے کچھ لکھا ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا میں کیونکر یہ لکھ سکتا ہوں کہ میں نہ صرف انجمن اسلامیہ لاہور کا مہمان ہوں۔ بلکہ کل پنجاب کے مسلمانوں کا مہمان ہوں۔ کبھی خاص یا عام مسلمانوں نے یا کبھی انجمن لاہور نے ہم کو طلب نہیں کیا۔ اشتہارات جاری ہوئے کہ کون اور کس مقام پر ایجوکیشنل کانگریس کا انتظام کریگا۔ انجمن اسلامیہ لاہور نے خط دعوت بھیجا وہ مشتہر کیا گیا۔ اور کئی مہینے تک انتظار رہا کہ اور کوئی کچھ لکھے۔ آخرکار ممبروں سے رائے پوچھی گئی سب نے منظور کیا اب میں اُس کے برخلاف کیونکر کوئی کارروائی کر سکتا یا ایک لفظ بھی تحریر یا منہ سے نکال سکتا ہوں۔ میرا ارادہ ہے کہ میں

پچیسویں دسمبر کی میل ٹرین میں یہاں سے روانہ ہوں چھبیسویں کو وہاں آٹھ نو بجے پہونچ جاؤں اور تیسویں دسمبر کو وہاں سے روانہ ہوں۔ اکتیس کو علیگڑھ پہونچ جاؤں انشاء اللہ تعالی میری یہی رائے ہی کہ ایڈریسوں کا پیش ہونا ایک محض لغو اور بیہودہ بات ہی میں سب دوستوں کو منع لکھونگا۔ اور کسی کا ایڈریس نہ لونگا۔ والسلام

خاکسار سید احمد

علی گڑھ ۱۰ دسمبر ۱۸۸۶ء

—— ۳ ——

مخدومی

جس شہر میں وباء ہو وہاں سے چلا جانا وبار سے بچنے کو محض اس اعتقاد سے کہ اگر خدا نے اس فعل سے ہمارا وبا سے بچنا مقدّر کیا ہی تو بچینگے۔ اور مقدّر نہیں کیا تو باوجود چلے جانے کے نہیں بچینگے۔ خلاف شرع و احکام رسول خدا صلعم نہیں ہی۔ مذہب اسلام کا اصول یہ ہی کہ ہر کام کے لیے جو اسباب ہوں اُن اسباب کو فاعل حقیقی نہ سمجھے بلکہ فاعل حقیقی خدا کو سمجھے جو علتہ العلل تمام افعال و واقعات کی ہی۔ تاکہ کسی وقت بھی قادر مطلق پر اعتماد یا توجہ سے ذہول نہو جس طرح کہ آدمی امراض میں دوا کرتا ہی اور جانتا ہی کہ یہ دوا مرض کے لیے مفید ہی مگر اُسی کے ساتھ یقین کرتا ہی کہ اگر خدا نے صحت مقدر کی ہی تو صحت ہوگی اسی طرح جہاں وباء ہو وہاں سے چلا جانا مثل دوا کے ہی اگر خدا نے بچنا مقدر کیا ہی تو اس دوا فعلی سے فائدہ ہوگا۔ نہیں تو نہیں۔ بخاری میں جو حدیثیں ہیں اُن کا بھی یہی مطلب ہی۔ ایک حدیث میں ہی "فلا تخرجوا منہ" مگر اس حدیث کے الفاظ پورے نہیں ہیں۔ اس کے بعد کی جو دو حدیثیں ہیں اُن میں الفاظ

پورے ہیں۔ کہ فلاتخرجو فرارا منہ جس کا صاف مطلب یہ ہی کہ یہ سمجھکر چلا جانا کہ ہم اُس سے بھاگ کر بچ جاویں گے ممنوع ہی۔ کیونکہ اگر اللہ نے مقدر نہیں کیا تو بھاگ کر بھی نہیں بچ سکتے جہاں وبا ہی وہاں داخل ہونا اور وباء کے مقام سے چلا جانا دونوں کی یکساں حالت ہی۔ اگر توکل بر تقدیر ہو اور اسباب کی طرف توجہ ممنوع ہو تو جہاں وبا ہی وہاں جانے کا امتناع بھی غلط ہو جاتا ہی اُسی دلیل سے جس دلیل سے کہ ایسے مقام سے چلا جانا ممنوع ہوتا ہی۔

حضرت عمر جب شام کو جا رہے تھے اور معلوم ہوا کہ وہاں وبا ہی۔ تو صحابہ سے صلاح کی اور آخرکار یہ فیصلہ ہوا کہ مت جاؤ اُس وقت ابوعبیدہ نے کہا کہ افرارا من تقدر اللہ اُس کے جواب میں حضرت عمر نے کہا نعم نفرو من قدر اللہ الہ قدر اللہ بس اس جواب سے ٹھیک مسئلہ حل ہو جاتا ہی۔ اور یہی جواب اُس شخص کی جانب سے ہوتا ہی جو اُس مقام سے جہاں وبا ہو چلا جائے اور کوئی شخص اُس کو کہے افرارا من قدر اللہ تو اس کا جواب یہی ہو گا۔ نعم نفرو من قدر اللہ الی قدر اللہ بس جب ان تمام حدیثوں اور اُن کے الفاظ مقاصد پر غور کرو تو یہی مطلب اور حکم پایا جاتا ہی جو معنی بطور خلاصہ کے اوّل لکھدیا ہی۔ رہی یہ بات کہ جو عزیز واقربا جن کی تیمارداری اُس کے ذمہ ہی اور وہ مبتلا ہوں اور وہ شخص وبا کے ڈر سے اُن کو چھوڑ جاوے یہ ایک دوسرا گناہ ہی۔ عام بحث سے اس کو تعلق نہیں۔ اُس کی نسبت وہ حدیث ہی جو بخاری میں باب الدہر صابر فی الطاعون میں بیان ہی والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ۔ ۵ر اگست ۱۸۸۹ء

۴

مخدومی مکرمی

ان لغو اور بیہودہ باتوں پر خیال کرنا اور اُن کے پیچھے پڑنا اور اخباروں میں جواب و سوال لکھنے میں پسند نہیں کرتا۔ حاجی م۔خ میرے بے تکلف دوست ہیں۔ مگر بعض اسباب ایسے واقع ہیں جن کی سببسے اُنھوں نے یہ تکلف مجھ سے کیا۔ کہ گو مجھ سے نہایت افسوس ہی مگر بعض امور کے سبب میں مولوی س۔خ کی رائے سے اختلاف نہیں کرسکتا۔ میں نے اُن کو کہا کہ تم کو اپنی رائے کا اختیار ہی جو چاہو لکھو مگر مولوی س۔خ صاحب جو لوگوں کا مجمع کرنا اور مخالف پارٹی قائم کرنا چاہتے ہیں اس مخالفت میں تم کو شریک ہونا بیجا ہی مگر وہ کسی وجہ سے شریک ہوئے اُس کے بعد جب وہ مجھ سے ملنے آئے تو میں نے اُن سے کہا کہ خاں صاحب میری عادت کسی سے منافقانہ ملنے کی نہیں ہی۔ آپ رئیس ہیں جب کہیں ملاقات ہوگی میں آپ کی تعظیم کروں گا۔ آپ ممبر کمیٹی کے ہیں۔ جب اجلاس میں آپ تشریف لاویں گے آپ کا ادب کروں گا۔ لیکن میں آپ سے دوستانہ جو ملاقات تھی وہ راہ و رسم رکھنی نہیں چاہتا۔ پس دوستانہ طریقہ ملاقات و راہ و رسم مجھ سے اور آپ سے نہیں ہی۔ یہ بھی میں نے کہا کہ کمیٹی کی بدنصیبی ہی جو اس کے ایسے ممبر ہیں میں نے اُن کو نادہند نہیں کہا یہ بیشک کہا کہ آٹھ برس ہوئے کہ آپ کے نام کا بورڈنگ ہوس تیار ہوگیا مگر اُس کا روپیہ آپ نے اب تک بے باق نہیں کیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ چلے گئے اُنھوں نے اپنا استعفا بھیجدیا جس مضمون سے اُنھوں نے استعفا لکھا اور جس سبب سے اُنھوں نے اُس کو انگریزی و اُردو

میں مشہر کرایا اس کا ایک یہی سبب ہی اور انھوں نے اپنے بعض ذاتی مقاصد کیلیئے ایسا کرنا مفید سمجھا ہی۔ غرض کہ ان لغویات پر خیال کرنا محض بے فائدہ ہی۔ آپ اس مضمون کو کسی طرح مشتہر نہ فرمائیں۔ صرف آپ کی طمانیت کے لیے میں نے لکھدیا ہی والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڑھ ۷ر نومبر ۱۸۸۹ء

۵

مکرمی مخدومی نیاز محمد خاں صاحب

آپ کا نوازش نامہ پہونچا۔ جس قدر روپیہ والنٹیر فنڈ کا ہمارے پاس آیا ہی اور جمع ہوا ہی اُس کی فہرست اس نیاز نامہ میں ملفوف ہی۔ آپ والنٹیر فنڈ کی کارروائی کی رپورٹ یہاں آکر لکھیں۔ میں آپ کو صلاح دونگا کہ کس طور میں لکھنی مناسب ہوگی۔ میں ایک رزولیوشن پیش کروں گا اور اُس کی اسپیچ میں والنٹیر سسٹم کا جو آپ نے قائم کی ہی ذکر کرونگا۔ اور آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اُس کا حال بیان کریں گے۔ پس میری اسپیچ کے بعد آپ کو رپورٹ پڑھنے کا موقع ہوگا۔ اُس کا وقت غالباً ۲۹ر دسمبر کو دن میں ہوگا۔ نقشہ جات جو اضلاع سے مانگے گئے تھے بہت ہی کم آئے۔ یعنی تین چار۔ بلاشبہ افسوس کی بات ہی۔ مگر قوم کی حالت ہی ایسی ہی۔ مگر بک صاحب نے تعطیل میں اپنے طالب علموں کو متعدد اضلاع میں بھیجکر کچھ حالات دریافت کیے ہیں۔ اُن کی رپورٹ وہ پیش کرینگے۔ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح ہوسکے آپ دو ایک روز پیشتر سے چلے آویں۔ کم سے کم ۲۶ر دسمبر کو گیارہ بجے دن کو جو ریل آتی ہے اُس میں یہاں پہونچیے۔ اب اجلاس عجیب وغریب نہایت کارآمد ہوگا۔

خصوصاً سیّد محمود نے جو محنت کی ہی اور نقشہ جات تیار کیے ہیں وہ قابلِ دید لائق عبرت ہونگے۔ مولوی مہدی علی کی اسپیچ درحقیقت ایک پورا لکچر قابل غور و نصیحت کے ہوگا۔ پس جس قدر ہوسکے احباب کو ساتھ لائیے شاید ان تمام باتوں سے کسی کے دل میں اثر ہو۔ جس تحریک کا گورنمنٹ سے آپ نے ذکر لکھا ہی میری دانست میں مناسب نہیں بلکہ نہایت نامناسب ہی اُس کا خیال ترک کر دیجیے۔ والسّلام

خاکسار

سید احمد علیگڑھ ۱۰ دسمبر ۱۸۸۹ء

— ۶ —

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب

آپ کا عنایت نامہ اور ستر روپیہ کا منی آرڈر بابتہ چندہ تعمیر بورڈنگ ہوس اطفال پہونچا۔ میں آپ کا اور مولوی محمد حسین صاحب اور مولوی عبدالرحمن صاحب کا اس اعانت کے لیے دل سے شکر ادا کرتا ہوں۔ مسودّہ کارروائی انجمن والنٹیروں کا بھی پہونچا میں نے اُس کو بغور پڑھا اوّل تو میں آپ کی اس رائے سے متفق ہوں کہ سوائے پنجاب کے اور کسی صوبہ کو اس کارروائی میں شامل نہ کیجیے بلکہ یہ تاکید کہتا ہوں کہ ہرگز شامل نہ کیجیۓ ورنہ پنجاب کے صوبہ کی بھی کارروائی برباد ہوجائے گی۔ قواعد جو آپ نے بنائے ہیں وہ نہایت سخت ہیں اور اُن کے مطابق کارروائی کسی طرح نہیں ہوسکتی ہی۔ اُن قواعد میں ٹرسٹیان اور مدرستہ العلوم کا بھی ذکر کرنا مناسب نہیں ہی اور حقیقت میں ہم کو مسلمانوں کی تعلیم میں جہاں کہیں کے ہوں کوشش کرنی چاہیے۔ مگر کوشش ایسی ہو

جو مقید ہو نہ غیر مقید ہو۔ علاوہ اس کے، وہ قواعد مناسب ترتیب سے بھی
نہیں بنائے گئے ہیں۔ اس لیے ہیں نے ازسر نو ایک مسودہ قواعد انجمن
والنٹیرس کا بنا کر آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے آپ اُس کو ملاحظہ کریں
اور جس طرح مناسب جانیں اصلاح فرمائیں۔ کارروائی اس انجمن کی اس طرح
پر شروع کیجیے کہ کم سے کم سات آدمیوں کو جن کو آپ مناسب سمجھیں اور
ان کو کمیٹی منتظم کا ممبر بھی بنانا منظور ہو اُن کو ایک مجلس میں جمع کیجیے۔ اور
اول قواعد جو انجمن کے لیے بنائے گئے ہیں وہ پڑھیں جب وہ منظور
ہو جائیں تو وہ لوگ جو شریک اجلاس ہوں ایک رزولیوشن پاس کریں
کہ ہم لوگ بموجب دفعہ (۱) قواعد کہ جو منظور ہوئے ہیں والنٹیر ہونا منظور
کرتے ہیں۔ دوسرا رزولیوشن یہ پاس کیجیے کہ اشخاص مذکورہ بالا ممبران
منتظم کمیٹی والنٹیرز قرار پائے ہیں۔ بعد اس کے اگر آپ کسی کو بموجب
دفعہ ۵ کے آنریری ممبر منتظم کمیٹی کا کرنا ہو اُس کو مقرر کیجیے۔ بعد اس کے ایک
رزولیوشن کے ذریعہ سے کسی کو سکریٹری مقرر کیجیے۔ اُس کے بعد بموجب
دفعہ ۳۲ قواعد کے کسی شخص کو خزانچی مقرر کیجیے۔ اگر آپ مجھ کو بحیثیت سکریٹری
ٹرسٹیان مدرستہ العلوم خزانچی مقرر کرنا چاہینگے تو میں خزانچی مقرر ہونا
منظور کرونگا۔ کیونکہ بموجب قانون ٹرسٹیان کے تعلیم کے متعلق روپیہ کی امانت
کرنے کا سکریٹری کو اختیار ہے اور زر امانت یا اُس کی آمدنی اُسی طرح خرچ
ہوتی ہے جس طرح امانت کنندہ کی مرضی ہو۔ سکریٹری یا ٹرسٹیوں کو اُس کے خرچ
کرنے کا کچھ اختیار نہیں ہے۔ اس قدر کارروائی کے بعد اجلاس برخاست
کردیجیے اور آئندہ جو کارروائی ہے وہ ہوا کرے گی۔ میں ہر طرح سے اِس
کارروائی میں آپ کی مدد کرنے اور آپ کے شریک حال ہونے کو۔

موجود ہوں۔ والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڑھ ۱۵ مارچ ۱۸۹۳ء

———— ۶ ————

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب

آپ کا عنایت نامہ اور نقشہ جات تعلیم اور فہرست ممبران کانفرنس
اور دو سو پانچ روپیہ کے نصف نصف کرنسی نوٹ پہونچے۔ آپ کی عنایت
و مہربانی کا دل سے شکرگزار ہوں۔ بقیہ نصف آجانے پر جس طرح آپ نے تحریر
فرمایا ہی اُسی تفصیل سے روپیہ ہر ایک مد میں جمع کیا جاویگا آپ کے بھائی صاحب
کے تشریف لانے سے بھی نہایت خوشی ہوگی ۲۶ تاریخ تک آپ کا تشریف
لے آنا تمام امور کو کافی ہوگا۔ نہایت ضروری ہی کہ آپ والنٹیروں کی بابت
ایک رپورٹ اجلاس میں پڑھیں اُس کا موقع میرے ایک اسپیچ کے بعد
ہوگا جن میں آپ کا اور والنٹیروں کے مقرر کرنے کا ذکر کرونگا۔ مکرمی خواجہ
یوسف شاہ صاحب نے صلاح دی ہی کہ پہلا اجلاس کانفرنس کا ۲۷ دسمبر
کو گیارہ بجے کے بعد ہوگا اُنھوں نے لکھا ہی کہ چند احباب امرتسر و لاہور ۲۶
دسمبر کو لاہور کی کانفرنس کے افتتاح میں شریک ہوکر رات کی گاڑی میں
روانہ علی گڑھ ہوں گے اور ۲۷ دسمبر کو گیارہ بجے علی گڑھ پہونچینگے۔
اس لیے پہلا اجلاس گیارہ بجے کے بعد ہی تاکہ وہ لوگ شریک ہوسکیں۔
پریسیڈنٹ نے اس تجویز کو منظور کر لیا ہی۔ پس پہلا اجلاس کانفرنس کا ۲۷
دسمبر کو ایک بجے منعقد ہوگا مگر اجلاس ۳۰ دسمبر تک قائم رہے گا اور بالتخصیص
آپ کو اُس دن کو اور رات کو ضرور رہنا ہوگا۔ اوّل اس لیے کہ ۳۰

دسمبر کو رات کو سالانہ ڈنر کالج کا ہوگا اور ٹرسٹیان کالج ممبران کانفرنس کو
بطور مہمان ڈنر میں شریک کریں گے اگر آپ اُس کو منظور کریں گے تو مجھ کو نہایت
خوشی ہوگی اور آپ کا احسان مند ہونگا دوسرا امر یہ ہے کہ میں اُسی جلسہ
میں سید محمود کے فرزند سید مسعود کی بسم اللہ کرنا چاہتا ہوں۔ اُس میں
آپ کی شرکت سے مجھے نہایت خوشی ہوگی والسلام

خاکسار سیّد احمد

علی گڑھ ۱۸ دسمبر ۱۸۹۳ء

۸

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب

آپ کو مدرسۃ العلوم کے بھی چندہ فراہم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے
یعنی روپیہ کے تمام کام بند ہوجاویں گے اور کچھ تدبیر ترقی اور فراہمی طالب علمان
نہیں ہوسکے گی مثلاً بورڈنگ ہوس سب بھر گئے ہیں اور مطلق جگہ باقی
نہیں رہی اگر بورڈنگ ہوس جدید طیار نہوں تو کیا کیا جاویگا۔ علاوہ
اس کے جب طالب علم زیادہ ہوتے جاتے ہیں تو ہر ایک طرح کا خرچ بڑھتا
جاتا ہے۔ فرمایئے کہ جالندھر میں اگر ہم خود آویں تو کیا نتیجہ ہوگا اور آیا وہاں
آنا مناسب ہوگا یا نہیں اور کچھ امید ہے یا نہیں ہم نے بغرض فراہمی چندہ
پنجاب کے دورہ کا ارادہ کیا ہے۔ آپ کی اُس میں کیا رائے ہے اور کیا
صلاح ہے اور کن کن ضلعوں میں ہمارا جانا مناسب ہوگا۔ ایک مضمون
بہ طلب امداد ارکان پنجاب سے جو اخبار میں چھپا ہے آپ نے دیکھا ہوگا۔ اُس
کی بہت سی کاپیاں میں نے علاحدہ بھی چھپوائی ہیں۔ ایک کاپی آپ کی خدمت
میں بھی مرسل ہے۔ اگر آپ وہاں اُس کی تقسیم کی ضرورت سمجھیں تو مجھے

طلب فرمالیں۔

آپ کا نہایت عمدہ اور موثر خط بنام نواب محسن الملک آیا تھا۔جس کو اُنھوں نے دل سے پسند کیا فقط والسّلام

خاکسار سید احمد

علی گڑھ ۲۶ رجنوری ۱۸۹۴ء

— ۹ —

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب

آپ کا تار ہمدردی پہونچا۔جو دلی محبت اور عنایت آپ کی مجھ ناچیز پر ہی اُس کا میں صرف شکر گزار ہی نہیں ہوں۔بلکہ میں بھی اُس کو نہایت محبت اور قدر سے دیکھتا ہوں اگرچہ سید حامد مرحوم کے انتقال سے سخت صدمہ ہوا ہی۔لیکن خدا نے صبر دیا ہی اور حکم دیا ہی کہ قومی بھلائی کے کام میں زیادہ مصروف ہو کیونکہ وقت موت معلوم نہیں ہی۔ اور تو بھی جلد آنے والا اور دنیا اور عزیز قوم کو چھوڑنے والا ہی۔پس قومی بھلائی میں زیادہ کوشش کرو فقط والسّلام

خاکسار سید احمد

علی گڑھ ۳۱ رجنوری ۱۸۹۴ء

— ۱۰ —

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب پلیڈر

آپ کے خطوط میرے پاس پہونچے۔جس کا میں ممنون ہوں۔ اُن کے جواب لکھنے میں بہت تاخیر ہو گئی اس وجہ سے کہ میری طبیعت درست نہیں تھی آپ معاف فرماوینگے۔ڈیپوٹیشن کا یہاں سے پنجاب کو روانہ ہونا صرف مخدومی

خان بہادر برکت علی خاں صاحب کی رائے پر منحصر ہے۔ جب وہ لکھیں گے
اُس وقت روانہ ہوگا۔ مگر یہاں ہمارے دوستوں میں یہ بات طے ہوگئی ہے
کہ بعد اختتام ماہ رمضان روانہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ قبل اُس کے روانگی ممکن
نہیں ہے۔ جالندھر میں ہمارا آنے کا ارادہ اس وقت تک مصمم ہے۔ علاوہ اس کے
کہ وہاں سے چندہ وصول ہو۔ خاص جالندھر آنے کی اصلی وجہ یہ ہے کہ جو عنایت
اور محبت آپ میرے ساتھ کرتے ہیں اُس کے سبب سے میرا دل چاہتا ہے
کہ میں جالندھر میں اگر آپ سے ملوں۔ اگر ڈیپوٹیشن کے احباب جالندھر میں آنا
پسند نہ کریں گے تو بھی میرا ارادہ ہے کہ اگر خدا کی مرضی ہوئی اور کوئی امر مانع
نہ ہوا تو میں جالندھر میں آکر آپ سے ملونگا۔

چندہ مدرسہ کی بابت جو آپ نے بہت سی صورتیں لکھی ہیں۔ مختصر جواب
اس کا یہ ہے کہ جن شرطوں سے جو کوئی چندہ دیگا۔ اُسی شرط سے ہم لیں گے
اور جہاں تک ممکن ہوگا اُن شرطوں کی تعمیل کریں گے۔ اس وقت دو امر کی
بڑی ضرورت ہے اوّل یہ کہ مدرسہ پر متعلق تعمیر عمارت جو کہ روپیہ قرض ہوگیا ہے
وہ ادا کیا جاوے اور جو کہ بورڈنگ ہوس کی تعمیر کی نہایت ضرورت ہے۔ اور
طالب علموں کے رہنے کے لیے جگہ نہیں رہی ہے اُن کی تعمیر کی فکر کی جاوے تعلیم
کے لیے جو کمرے ہیں اُن میں بھی تنگی ہوگئی ہے۔ اس لیے چاہتے ہیں کہ دو تین
کمرے جو ناتمام ہیں وہ تمام ہو جاویں تا کہ طالب علموں کو پڑھنے کی گنجائش
ہو۔ مسجد کی تعمیر کا کام بھی ہم نے شروع کر دیا ہے۔ جس کا دل چاہے مسجد کے لیے
دیوے۔ جو لوگ کہ روپیہ اس لیے دیتے ہیں کہ اُس کی آمدنی سے اسکالرشپیں
[illegible] جاویں اُس کے نسبت ہم نے یہ تدبیر نکالی ہے کہ اُس روپیہ کو بورڈنگ
[illegible]ول کی تعمیر میں لگاتے ہیں اور اُس کی آمدنی سے اسکالرشپیں بھی دیجاتی

ہیں۔ اس بات کا فیصلہ کرنا کہ جالندھر سے کس طرح پر چندہ وصول کرنا شروع کیا جاوے خواہ ڈیپوٹیشن کے آنے پر خواہ اُس سے قبل یہ سب آپ کی رائے اور مصلحت پر منحصر ہی جس طرح آپ مناسب جانیں کریں۔ بھاولپور جانے میں کئی دقتیں معلوم ہوتی ہیں اوّل آپ کو معلوم ہو کہ ڈیپوٹیشن جو چندہ کرنے کے لیے دورہ کرتا ہی یا مجھے خود چندہ کے لیے کسی جگہ جانا ہو مثلاً حیدرآباد وغیرہ تو کل اخراجات سفر ہم اپنے پاس سے ادا کرتے ہیں اور جو کچھ چندہ وصول ہوتا ہی۔ بے کم و کاست مدرسہ میں جمع کر دیتے ہیں۔ لاہور سے اگر وہ ڈیپوٹیشن بھاولپور جائے تو جس قدر خرچ ذاتی ڈیپوٹیشن کے لوگوں کا جانے آنے میں پڑیگا اُس قدر بھی بھاولپور سے ملنے کی توقع نہیں ہی۔ علاوہ اس کے تکلیف بہت زیادہ ہوگی۔ پس اگر تحریرات کچھ کارگر ہوں اور صرف تحریر کے ذریعہ سے کم و بیش کسی قدر مل سکے تو وہاں جانے سے ہزار درجہ بہتر ہی۔ پس اگر آپ کی اور خان بہادر محمد برکت علی خاں صاحب کی اور سردار محمد حیات خاں صاحب کی رائے میں مناسب ہو تو میں بھاولپور کو کچھ تحریر کروں اور صاحبان مذکورۂ بالا جس طرح پر مناسب ہو اُس کی تائید کریں اور بھاولپور سے جو مل جاے غنیمت ہی۔ دوسرا عنایت نامہ پہونچا جس میں خان بہادر محمد برکت علی خاں صاحب کے خط کا بھی ذکر ہی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر ڈیپوٹیشن کا پنجاب میں جانا غیر مقررہ وقت تک ملتوی ہو جاویگا۔ تو لوگوں کا جوش بہت کم ہو جاوے گا خان بہادر محمد حیات خاں سے اور مجھ سے ابھی پوری خط و کتابت نہیں ہوئی اُن کا صرف ایک عنایت نامہ آیا ہی جس میں اُنھوں نے لکھا ہی کہ بعد صلاح احباب اطلاع دی جاوے گی کہ کس وقت ڈیپوٹیشن کا پنجاب میں آنا مناسب ہوگا۔ یہ بھی اُس میں لکھا تھا کہ اسی زمانۂ قریب میں مدرسۂ انجمن حمایت اسلام

کے لیے بھی چندہ ہوگا۔ نیز انجمن نعمانیہ کے لیے بھی چندہ ہوگا جو کہ اُس زمانہ میں
حادثۂ انتقال سید حامد مرحوم ہو گیا تھا اب تک میں نے اُس کا جواب کچھ نہیں
لکھا۔ آج کل میں اُن کو خط لکھوں گا۔ اکتوبر تک ڈیپوٹیشن کی روانگی کا ملتوی
کرنا میں بھی مناسب نہیں سمجھا۔ لیکن جو رائے کہ خان بہادر محمد برکت علیخاں
کی ہوگی خواہ مخواہ اُس کی اطاعت کرنی پڑے گی۔ آپ نے جو چند اضلاع
پنجاب سے خط وکتابت کی ہو اُس کے لیے میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں
اس بات کا فیصلہ کہ ڈیپوٹیشن کو پنجاب کے کن کن اضلاع میں جانا مناسب ہے
اور کن کن اضلاع میں ضرور نہیں لاہور میں پہونچ کر ہوگا میرا ارادہ ہو کہ
ڈیپوٹیشن اول علیگڈھ سے سیدھا لاہور جائیگا۔ وہاں سب احباب
سے ملاقات ہوگی اور امید ہو کہ اضلاع پنجاب کے بھی جو معزز لوگ
ہیں اُن سے بھی وہاں ملاقات ہوگی اور جو سب کی صلاح ہوگی اُس
طرح پر کیا جاویگا۔ امرتسر کے دوستوں نے مجھ کو لکھا ہو کہ ڈیپوٹیشن کا امرتسر
میں آنا کچھ ضرور نہ ہوگا بلکہ احباب امرتسر ہزار روپیہ بطور چندہ اور
کسی قدر روپیہ بعوض عزت و مدارات جمع کرکے بذریعہ ایک ڈیپوٹیشن
کے لاہور میں لاویں گے اور عنایت کر دیں گے۔ اگر پنجاب کے اضلاع
کے اور بزرگ بھی اس طریقے سے پیروی کریں تو نہایت بہتر ہوگا۔ کیونکہ
اضلاع میں آنے جانے کا جو ہمارا ذاتی خرچ ہوگا وہ بھی بچ جاوے گا
اور نیز تکلیف بھی بچ جاوے گی۔ کیونکہ آپ کو معلوم ہو کہ بہ لحاظ عمر
کے مجھ کو سفر کرنے میں نہایت تکلیف ہوتی ہو۔ صرف قومی مجبوری
کے سبب میں نے اس سفر کو قبول کیا ہو۔ ورنہ اس قدر لمبے لمبے
سفر کرنے کی میری حالت نہیں ہو۔ مجھ کو معلوم نہیں ہو کہ جالندھر سے

لاہور کتنی دور ہی اور آپ کو وہاں تک جانے میں کچھ تکلیف ہوگی یا نہیں۔ ورنہ میری رائے یہ ہی کہ آپ ایک دن کے لیے لاہور جائیں اور خان بہادر جناب محمد برکت علی خاں صاحب سے ملیں اور اگر اُن کی صلاح ہو تو مندرجۂ ذیل طرح پر انتظام کیا جاوے۔

اوّل اُس بات کا تصفیہ کر دیا جاوے کہ رمضان کے بعد ڈیپوٹیشن لاہور میں آوے گا اور جس طرح پر مناسب ہو کل اضلاع پنجاب میں اس امر کو مشتہر کر دیا جاوے۔

دوم یہ کہ ہر ضلع میں احباب جو معزز اور نامور ہوں اُن سے درخواست کی جائے کہ وہاں ایک انجمن واسطے فراہمی چندہ کے مقرر کریں اور وہ لوگ کوشش کر کے اُس ضلع سے چندہ وصول کریں۔ جب ڈیپوٹیشن لاہور میں پہونچے تو ہر ایک ضلع سے چند بزرگ بطور ڈیپوٹیشن کے آئیں اور جو چندہ اُنھوں نے وصول کیا ہو اُس کو عنایت کر دیں۔

سوم۔ یہ کہ اگر کسی ضلع کے بزرگوں کی یہ خواہش ہو کہ اُس ضلع میں ڈیپوٹیشن چلے تو ہم لوگ بسر و چشم وہاں چلنے کو حاضر ہیں۔

مجھ کو آپ کی عنایت سے پوری توقع ہی کہ ضلع جالندھر میں جہاں تک آپ سے ممکن ہوگا پوری کوشش کریں گے۔ دو روپیہ چندہ جن بزرگوں نے کہ خاص علی گڈھ میں دیا تھا۔ مجملاً وہ رقم روزنامچہ میں جمع ہی مگر اس کی فہرست کھوئی گئی اس لیے سب لوگوں کے نام خطوط جاری کر دیے گئے تا کہ جس جس نے دیا ہوگا وہ لکھے گا کہ دیدیے ہیں اور اُس سے فہرست مرتب ہو جاوے گی جس مضمون کا خط میں نے آج آپ کو لکھا ہی اُسی مضمون کا خط میں کل یا پرسوں خان بہادر محمد برکت علی خاں صاحب کی خدمت میں بھی لکھونگا والسّلام۔ سیّد احمد ۳ فروری ۱۸۹۴ء

—— ۱۱ ——

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۶ فروری میرے پاس پہونچا۔ اگرچہ میرا پورا قصد اور ارادہ تھا کہ میں بعد عید روانہ پنجاب ہوں۔ مگر ان دنوں میں میری طبیعت درست نہیں تھی اور بہ لحاظ میری نادرستی طبیعت کے مولوی سید مہدی علی اور سید محمود نے حد سے زیادہ اصرار کیا کہ چند روز سفر کو ملتوی کیا جاوے۔ اول کا اصرار حد سے زیادہ گزر گیا۔ اور اس قسم کی انھوں نے دلشکن باتیں کیں کہ میں مجبور ہو گیا۔ اور اس لیے جو ارادہ بعد رمضان کے تھا وہ ملتوی کر دیا۔ ان دنوں میں میری طبیعت کسی قدر علیل ہو گئی تھی۔ قلب کی حرکت نہایت سست ہو گئی تھی اور اس سبب سے خون کی گردش میں نہایت سستی آگئی تھی اور دفعتاً پانوں اور پنڈلیوں میں ورم ہو گیا تھا مگر اس کا سبب بجز حرکت قلب کے سست ہو جانے کے اور کچھ نہیں تھا۔

لیکن اب میں بالکل اچھا ہوں۔ آپ کچھ تردد نہ کیجیئے گا۔ پانوں کا ورم بالکل جاتا رہا ہے۔ خفیف سا کچھ شبہ ورم کا پنڈلیوں پر باقی ہے۔ کھانا بھی اپنے معمول کے طور پر کھانے لگا ہوں اور رات کو نیند بھی اچھی طرح سے آنے لگی ہے۔ غرض کہ میں سب طرح اچھا ہوں۔

سید محمود اور مولوی مہدی علی نے کہا کہ تمہاری جان ہم کو چندہ سے بہت زیادہ عزیز ہے۔ اس لیے ایسے وقت کسی طرح پنجاب کا سفر کرنے نہیں جائینگے۔

علاوہ اس کے انھوں نے یہ حجت پیش کی پنجاب جانے سے پہلے سید محمود

کالج معہ ڈائی گرام کے اور میرا رزولیوشن متضمن فیصلہ قسمت مسلمانان چھپکر تمام پنجاب میں شایع ہو جانا چاہیئے۔ تاکہ جو حال ابتری مسلمانوں کا اُن چند لوگوں کو معلوم ہوا تھا جو اجلاس کانفرنس میں شریک ہوئے تھے اس کا حال عموماً پنجاب کے لوگوں کو معلوم ہو جائے اور اس واسطے اُس کی زیادہ کاپیاں چھپوائی گئی ہیں۔ تاکہ علاوہ ممبران کانفرنس کے اور لوگوں میں بھی تقسیم ہو سکیں۔ میں اُن دونوں رسالوں کی معہ ڈائی گرام کے چھپوانے میں نہایت کوشش کر رہا ہوں۔ اور امید ہو کہ جلد تر چھپ جاویں گی۔

مولوی مہدی علی صاحب ۱۵ مارچ کو بمبئی جاویں گے اور مہینے یا دو مہینے میں واپس آویں گے اور اُن کے انتظار میں توقف کرنا ہوگا۔ آپنے سُنا ہوگا کہ اپنی نادانی سے انجمن حمایت اسلام نے میرے پنجاب کے آنے میں اور کالج کے لیے چندہ جمع کرنے میں مخالفت کی ہو اور بعض لوگوں نے اخبار میں کچھ مضمون بھی شائع کیے ہیں۔

مینے گزشتہ سہ شنبہ کے اخبار میں ایک مضمون لکھا ہو جس میں بتایا ہو کہ پنجابیوں کو مدرستہ العلوم سے کس قدر فائدہ پہونچتا ہو۔ اور دو تین کاپیاں اُس کی آپ کے پاس بھیجی ہیں آپ اُن کو اپنے دوستوں کو دکھائیے اور اگر آپ مناسب سمجھیں تو صرف اُسی قدر مضمون کو جو پنجابی طالب علموں کی نسبت ہی ایک کاغذ پر چھپوا کر جہاں تک ممکن ہو لوگوں میں تقسیم کر دیجیے۔ آپ جو مہربانی میرے حال پر کرتے ہیں اور جو محبت مجھ سے رکھتے ہیں اُس کا میں ہمیشہ شکر گزار ہوں۔ والسلام

خاکسار سید احمد

یکم مارچ ۱۸۹۰ء

۱۲

مخدومی و کرمی نیاز محمد خاں صاحب

میں آپ کو نہایت دلی خوشی سے مبارکباد دیتا ہوں کہ خدائے تعالے نے آپ کو فرزند عطا فرمایا۔ خدا کرے کہ وہ زندہ اور سلامت رہے۔ بڑا ہو۔ اور قومی کالج میں تعلیم پاوے اور سعادتمند اور با اقبال ہو۔

آپ کے بھائی صاحب نے جو خط لکھا ہی وہ کل سہ شنبہ کے اخبار میں چھاپا جاویگا۔ ڈیپوٹیشن کے بارہ میں یہ رائے قرار پائی ہی کہ اوّل ڈیپوٹیشن سیدھا لاہور میں جاوے اور اضلاع پنجاب کے سب دوستوں کو جو قوم کی بھلائی چاہتے ہیں لاہور میں آنا ضرور ہی۔ لاہور ہی کے مقام میں لکچر دیئے جائیں گے۔ اور تمام حالات تعلیم مسلمانوں کے بیان ہونگے اور اُن کی ترقی کی جو کچھ تدبیریں ہیں وہ بھی بیان کی جاویں گی۔ اُس کے بعد اضلاع پنجاب کے دوست جس جس ضلع میں ڈیپوٹیشن کو لیجانا چاہیں گے اُن ضلعوں میں جاویگا۔ مقصد یہ ہی کہ ہر ایک مقام میں تفصیلی حالات بیان کرنے کو پورے طور پر لکچر دینے غیر ممکن ہونگے۔ یہ بات ہو سکے گی کہ ہر ایک ضلع میں بھی مناسب حال اسپیچیں کی جاویں لیکن ہر ضلع میں پوری طرح تمام چیزوں کا بیان کرنا غیر ممکن ہوگا۔ اس مضمون پر میں نے ایک آرٹیکل بھی لکھا ہی۔ اور کل کے اخبار میں وہ چھاپا جاویگا۔ لیکن میں نے آپ سے جالندھر میں آنے کا وعدہ کرلیا ہی اُس کو انشا اللہ تعالی ضرور پورا کرونگا اور بروقت مراجعت جالندھر میں ٹھہرونگا۔ امید ہی کہ آپ بھی اس تجویز کو پسند کریں گے۔

افسوس ہی کہ بسبب ضرورت شدید کے نواب محسن الملک بمبئی چلے گئے اور ہماری روانگی تک اُن کا آنا ظاہرا نہیں معلوم ہوتا۔ مگر مولوی نذیر احمد

صاحب ہمارے ساتھ ہونگے اور وہ لاہور میں ایک عمدہ لکچر دینگے والسلام

خاکسار سید احمد

۱۹ر مارچ ۱۸۹۴ء

۔۔۔۔۔۔ ۱۳ ۔۔۔۔۔۔

مخدومی و مکرمی نیاز محمد خاں صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ پہلے تو آپ یہ فرمایئے کہ آپ نے اپنے ہاں فرزند ارجمند پیدا ہونے کی خود کیوں نہیں اطلاع دی۔ بہرحال آپ کے بھائی صاحب نے اطلاع دی اور کل آپ کو مبارک باد کا خط بھی بھیج چکا ہوں اب یہ امر قطعی فیصل ہوگیا کہ میں سیدھا علی گڑھ سے لاہور جاؤنگا اور ۱۵ اپریل روز یکشنبہ کو سات بجے صبح کے انشاء اللہ تعالیٰ لاہور پہونچوں گا۔ لیکن جالندھر آنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں اور خدا نے چاہا تو بروقت مراجعت میں جالندھر میں ٹھہروں گا۔ جالندھر میں آنے کا مقصود صرف آپ سے ملنا اور آپکے پاس ٹھہرنا ہی۔ کچھ وہاں کے چندہ کے اوپر موقوف نہیں ہی بلکہ صرف آپ کی محبت کے سبب سے جالندھر آنا مقصود ہی۔ آج کے اخبار میں میں نے اپنا پروگرام چھاپ دیا ہی اُس سے معلوم ہوگا کہ کس کس وقت کس کس اسٹیشن پر ریل پہونچیگی اگر کسی اسٹیشن سے آپ ہمارے ہمراہ ہوکر لاہور چلیے گا تو ہم کو بہت بڑی خوشی ہوگی اور آپ بھی ہمارے ڈیپوٹیشن کے ایک ممبر شمار ہو جائیں گے اور آپ کے ڈیپوٹیشن میں شریک ہونے سے نہایت خوشی ہوگی۔ والسلام

خاکسار سید احمد

۲۰ر مارچ ۱۸۹۴ء

۱۴

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ آپ دہلی تشریف لانے کا ہرگز قصد نفرمادیں کیونکہ رات ساری سفر میں ہوگی نہ بات کرنے کا فائدہ ہوگا نہ ملنے کا۔ سب کو سو رہنے کا خیال ہوگا۔ جالندھر سے آپ ساتھ ہولیں تا کہ آپ ہمارے ڈیپوٹیشن میں گنے جاویں۔ جالندھر میں چار بجے رات کے پہونچیں گے اور وہ وقت چاء پینے کا نہیں ہونے کا۔ پس جالندھر اسٹیشن پر چاء کا انتظام کرنا ضرور نہیں ہے۔ آپ جالندھر سے ساتھ ہولیں یہی کافی ہے۔ والسّلام

خاکسار

سید احمد

علیگڑھ - ۱۱ ؍ اپریل ۱۸۹۴ء

۱۵

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب

میں بخیر و عافیت علی گڑھ پہونچ گیا۔ جالندھر ہی میں پاؤں پر ورم زیادہ ہوگیا تھا اور تکان کے سبب کسی قدر بخار کی سی حرارت تھی مگر آج فضل الٰہی سے بالکل اچھا ہوں۔ پاؤں پر ورم بہت ہی کم ہے۔ اس نیاز نامہ کے جواب میں اس امر سے اطلاع دیجئے کہ جالندھر سے کل چندہ جو وصول ہونا تھا وصول ہوگیا یا کچھ باقی ہے۔ اگر کچھ باقی ہو تو جلد وصول کرکے ارسال فرمایئے اور اگر باقی نہ ہو تو اطلاع کیجئے تا کہ میں جالندھر کے چندہ کو مشتہر کردوں۔ سو روپیہ جو آپ کے بھائی صاحب نے دیئے تھے وہ شاید اس میں شامل نہیں ہیں کیونکہ وہ سیالکوٹ کے چندہ کی

شاملات میں آویں گے۔ یہ میرا خیال صحیح ہو یا نہیں۔ بخدمت جناب خان بہادر میاں نظام الدین صاحب سلام کہہ دیجیے۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

۲۴ر اپریل ۱۸۹۴ء

۱۶

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب۔

آپ کو جو اس قدر میری صحت کا خیال ہو اور جس قدر محبت و عنایت آپ مجھ گنہگار سے فرماتے ہیں اُس کا شکر میں ادا نہیں کر سکتا۔ میری طبیعت فضل الٰہی سے اب بالکل اچھی ہو آپ خاطر جمع فرماویں۔ خدا تم کو بھی صحیح اور تندرست خوش و خرم رکھے۔ جالندھر کے جو حالات اخبار میں چھپے ہیں آپ نے پڑھے ہوں گے۔ دوبارہ آپ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڑھ ۱۰ر مئی ۱۸۹۲ء

۱۷

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب

بہت دنوں سے آپ کا کوئی عنایت نامہ نہیں آیا۔ کوئی بات ہو یا نہو خط لکھنا ضرور ہو تا کہ خیر و عافیت معلوم ہوتی رہے۔ سید محمود نے جو ہسٹری آف انگلش ایجوکیشن آل انڈیا انگریزی میں لکھی ہو وہ چھپ کر طیار ہوگئی ہو۔ قیمت آٹھ روپیہ ہو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ فروخت ہو نہایت مفید چیز ہو۔ والسلام خاکسار سید احمد علی گڑھ ۱۲ر جون ۱۸۹۵ء۔

۱۸

مخدومی و مکرمی نیاز محمد خاں صاحب

آپکا عنایت نامہ مورخہ ۳۱ مئی میرے پاس پہونچا۔ ممنون عنایت ہوا میرے نزدیک ضلع جالندھر میں کالج کے نام سے چندہ جاری رکھنا کچھ ضرور نہیں ہی۔ بلکہ جو سسٹم کہ آپ نے والنٹیرز کی جاری کی ہی اُسی کو قائم اور جاری رکھیے:۔

پیشۂ وکالت کی نسبت جو آپ نے شبہات لکھے ہیں۔ حال یہ ہی کہ وکالت کا پیشہ ہو یا اور کوئی اُن میں ایمان داری سے کام ہوسکتا ہی۔ اور بے ایمانی سے بھی ہوسکتا ہی جو لوگ کہ بے ایمانی سے کام کرتے ہیں بیشک اُن کو چند روزہ ترقی اور عروج ہو جاتا ہی۔ لیکن آخر کو ترقی اور عروج انھیں لوگوں کا قائم رہتا ہی جو دیانتداری اور ایمانداری سے کام کرتے ہیں۔ وکیل جو ایمان داری سے کام کرتے ہیں۔ بیشک کبھی ٹیشن میں بے ایمان لوگوں سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ مگر آخر کو اُنھی کا بول بالا ہوتا ہی اور وہی مشہور ہوتے ہیں۔ جو نیک نامی اور دیانت داری سے کام کرتے ہیں۔ البتہ صبر درکار ہی تاکہ وہ زمانہ آوے جس میں وہ اپنی نیکنامی اور دیانت داری کا پھل پاویں۔ یہ خیال کرلینا کہ وکالت میں خلاف کانشنس کے کام کرنا پڑتا ہی میری رائے میں صحیح نہیں ہی۔ وکیل کے پاس جو مقدمات آتے ہیں درحقیقت اُس کو معلوم نہیں ہوتا کہ اصلیت اُس مقدمہ کی کیا ہی۔ صرف وہ اُن ہی باتوں کو جانتا ہی جو موکل نے اُس سے بیان کیں۔ اور اُن پر یقین نہیں ہوسکتا کہ درحقیقت سچ کیا ہی۔ لیکن وکیل کو جو عدالت میں کام کرتا ہی اس سے بحث نہیں ہوتی کہ سچ کیا ہی بلکہ اس بات کا تجویز کرنا کہ سچ کیا ہی

حاکم کا نہ مدعی نہ وکیل کا۔ میں چند مثالیں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ مثلاً
ایک تمسک کی نالش ہوئی اور وہ دعویٰ خارج از حد سماعت ہے۔ مدعا علیہ کے
وکیل کو اس بات سے بحث نہیں ہے کہ دعویٰ سچا ہے یا جھوٹا۔ بلکہ صرف یہ بحث کرتا
ہے کہ حد سماعت سے خارج ہے اور حاکم کو اُس کی تجویز کا اختیار نہیں۔ یا مثلاً ایک
دعویٰ تمسکی یا دعویٰ قتل پیش ہے اور مدعا علیہ اُس سے منکر ہے مدعی کے وکیل کا تو یہ
کام ہے کہ یہ دلائل ثبوت دعویٰ کو حاکم کے سامنے پیش کرے۔
مدعا علیہ کے وکیل کا یہ کام ہے کہ حاکم کو بتائے کہ جو ثبوت مدعی کے وکیل نے پیش
کیا ہے اُس سے اُس کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ اس بات سے کہ تمسک درحقیقت
واقعی ہے یا مدعا علیہ واقعی قاتل ہے وکیل کو کچھ بحث نہیں ہوتی۔ علیٰ ہذا القیاس وکالت
میں کوئی امر ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ جو وکیل برخلاف اپنے کانشنس کے کام کرنے
پر مجبور رہو۔ جو وکیل کہ اس طرح پر کام نہیں کرتے اور گواہوں کے بتانے میں اور
اُن کو تعلیم کرنے میں مدعی یا مدعا علیہ کے ساتھ شریک ہوتے ہیں وہ بے شک
بے ایمان ہیں اور خلاف کانشنس کام کرتے ہیں۔ لیکن ایسا کرنے میں وکیل
ہی بے ایمان نہیں مانے جاتے بلکہ وہ لوگ بھی جو وکیل نہیں ہیں ایسے ہی بے ایمان
اور خلاف کانشنس کام کرنے والے ہیں۔ پھر آپ کا یہ لکھنا کہ بعض دفعہ وکیل کو
خلاف کانشنس کام کرنا پڑتا ہے صحیح نہیں ہے۔ ایمان داری اور سچائی سے کام
کرنا چاہیے اور اس بات کو کہ اور لوگ بے ایمانی سے بہت کچھ حاصل کرتے ہیں
اُس پر ہرگز خیال کرنا نہیں چاہیے اگر مسلمان پیشہ وکالت سے علیحدہ ہو جاویں تو
ہر طرح پر قوم کو بہت سے نقصانات پہونچنے کا احتمال ہے جو اس زمانہ میں پیش ہیں اور جن
میں کچھ عزت یا اُن پیشوں کے ذریعہ سے انسانوں کی بہتری متصور ہے مسلمانوں
کو ضرور ہے کہ اُن پیشوں میں مشغول رہیں لیکن ہر پیشہ کا کام خواہ وہ وکالت ہو یا

اور کوئی پیشہ نہایت سچائی اور ایمانداری سے کام کرنا چاہیئے۔ خدا آپ کو بھی توفیق دے کہ سچائی اور ایمانداری پر اپنی زندگی بسر کریں۔ والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڑھ ۲ جولائی [illegible]

۱۹

مخدومی مکرمی نیاز احمد خاں صاحب

آپ کا عنایت نامہ دربارہ اجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے پہونچا۔ میں نے کوشش کی تھی کہ کسی نئے ضلع میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس ہو۔ مثلاً میرٹھ۔ جونپور۔ سہارنپور۔ یا اور کسی جگہ۔ مگر سب جگہ سے مجھ کو مایوسی کامل ہوئی پٹنہ کا تو آپ خیال نہ کریں۔ وہاں اجلاس ہونا میرے نزدیک غیر ممکن ہے۔ مسٹر شمس العلماء مولوی عبدالرؤف اور نواب سرفراز حسین خاں رئیسان پٹنہ بھی منیجنگ کمیٹی کے جو اجلاس کا مقام تجویز کرتے ہیں ممبر ہیں۔ اُن کے پاس بھی خطوط گئے ہوئے ہیں۔ دربارہ تجویز مقام اجلاس اب تک اُن کے پاس سے کوئی جواب نہیں آیا۔ اگر پٹنہ میں کچھ جان ہوگی تو وہ کچھ تحریر کرینگے۔ جبکہ کسی جگہ مقام اجلاس قرار نہ پاوے تو لاچار علی گڈھ مقام اجلاس قرار پانا ضروری ہے جو لوگ کہ یہ رائے دیتے ہیں کہ علی گڈھ مستقل مقام اجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس قرار دیدیا جاوے اُن کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اور جگہ کبھی اجلاس نہو بلکہ وہ کہتے ہیں کہ مستقل مقام اجلاس یہی قرار دے لیا جاوے۔ لیکن اگر کسی ضلع سے خواہش معلوم ہو تو اُس ضلع میں کیا جاوے۔ بہرحال ابھی کل ممبروں کے پاس سے جواب نہیں آیا۔ اخیر کو جو نتیجہ ہوگا میں آپ کو اُس سے اطلاع دونگا۔ والسلام خاکسار سید احمد۔ علیگڑھ ۱۴ اگست ۱۸۹۲ء۔

—— ۲۰ ——

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب

آپ کا عنایت نامہ اور رائے نسبت انتظام بورڈنگ ہوس پہونچی
آپ نے جو رائے نسبت انتظام بورڈنگ ہوس کے لکھی ہے اُس سے مجھ کو
حد سے زیادہ خوشی ہوئی ہے۔ میں ایسے ہی دلی دوستوں کی رائے کا جیسے
کہ آپ خواہش مند ہوں۔ جس قدر رائیں اس باب میں آتی ہیں وہ سب
جمع کی جاتی ہیں۔ صرف رائے ہی پر کارروائی نہیں ہونے کی۔ بلکہ دوستوں
سے زبانی ہر قسم کی گفتگو کی جاوے گی اور بعد اُس کے جو امر قرار پاویگا اُس کے
مطابق کارروائی کی جاوے گی۔ اگرچہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس
کے لیے کسی اور شہر کے لوگ مستعد نہیں ہوئے اور اس لیے مجبوری علی گڑھ میں
اجلاس ہونا قرار پایا۔ لیکن علی گڑھ میں اجلاس ہونے سے مجھ کو بڑی خوشی یہ ہے
کہ پنجاب کے دوست ضرور آویں گے اور اُن سے زبانی بات چیت نسبت
انتظام بورڈنگ ہوس کے کی جاوے گی خصوصاً اس وجہ سے کہ پنجاب ہی
کے زیادہ طالب علم بورڈر ہیں۔ دو سخت مشکلیں بورڈنگ ہوس کے
متعلق ہیں۔ اوّل یہ کہ مربیان طالبعلمان اخراجات کے روپیہ بھیجنے میں نہایت
دق کرتے ہیں اور بعضوں پر باقی رہ جاتا ہے۔ پس کوئی تدبیر ایسی سوچنی چاہیے
جس سے طالب علموں کے مربی ہر مہینے کے اخراجات پیشگی بھیجدیا کریں۔ پس
تجویز یہ ہے کہ اگر نہ بھیجیں تو کیا کیا جاوے۔ صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن
سابق کی یہ رائے ہے کہ جس طالب علم کا روپیہ پیشگی ایک ماہ کا نہ آوے اُس کو
فی الفور بورڈنگ ہوس اور اسکول سے خارج کردیا جاوے میں نے اُن کی اس
رائے کو نہیں مانا۔ کیونکہ اس میں قوم کا نہایت شدید نقصان تھا۔ اور اس کی

کارروائی نہایت بڑی کی تھی۔ مگر باوجودیکہ ماہواری حساب اُن کے پاس
بھیجا جاتا ہی۔ اخراجات طلب کرنے کے لیے میں لکھتا ہوں ہیڈماسٹر صاحب لکھتے
ہیں۔ پرنسپل صاحب لکھتے ہیں اس پر بھی جب روپیہ آوے تو فوراً ادا کرنا
ضروری ہی۔ ورنہ بورڈنگ ہوس کا کام کیونکر چلے۔ دوسرا امر جو مشکل ہو یہ ہو کہ
لوگ جا و بیجا امداد کے خواستگار رہوتے ہیں۔ پہلے نہایت سختی سے اس بات
کا التزام تھا کہ جب تک وہ اپنے ضلع کے لوگوں کا سرٹیفکٹ نہ پیش کریں کسی کو
امداد نہ دیجاوے اُس وقت ہر ایک طالب علم ایک سرٹیفکٹ مفلسی کا لکھوا
لاتا تھا ایسی بھی مثالیں ہیں کہ باوجود سرٹیفکٹ ہونے کے مدد دینے سے انکار
کیا اور بعد انکار کے وہ طالب علم داخل ہوا اور کل خرچ دینا قبول کیا۔ سرٹیفکٹ
لکھنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہماری سفارش سے کسی کو کچھ مل جاوے تو ثواب
کا کام ہی جو قید کہ سرٹیفکٹ کی پہلی تھی وہ اب نہیں رہی ہی۔ مگر با ایں ہمہ پرنسپل
صاحب کسی قدر جہاں تک مناسب سمجھتے ہیں کچھ تحقیقات کرتے ہیں حقیقت
یہ ہی کہ ہماری قوم میں آنسٹی جو ایک چیز ہی وہ بہت ہی کم ہی۔ خیر جو کچھ ہی اس خط
میں اُس کو طول دینا بے فائدہ ہی۔ آپ کانفرنس میں تشریف لادیں گے اور
اور بزرگان پنجاب بھی تشریف لادیں گے اُس وقت ایک خاص کمیٹی
اس باب میں کی جاوے گی اور کوئی امر قرار دیا جاوے گا۔ مولوی سید
مہدی علی صاحب اب تک بمبئی سے واپس تشریف نہیں لائے۔ اُنھوں
نے مجھ کو لکھا ہی کہ شروع اکتوبر میں آویں گے۔ اُن کے آنیکے بعد جو کچھ قرار پاوے
اس وقت اُس کی نسبت میں کچھ نہیں لکھ سکتا۔

میں دوبارہ آپ کو لکھتا ہوں کہ آپ نے جو رائے لکھی ہی اُس سے مجھ کو
بہت ہی خوشی ہوئی۔ والسلام خاکسار سید احمد۔ علیگڈھ ۵ ستمبر سنہ ۱۸۹۳ع

—— ۲۱ ——

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب۔

آپ کے بھائی صاحب کی اور دیگر اعزا کی طبیعت کا حال معلوم نہیں کہ اب کیسی ہی۔ امید ہی کہ آپ سب کو صحت ہوگی۔ کانفرنس کا زمانہ بہت قریب آگیا ہی۔ امید ہی کہ آپ ضرور تشریف لاویں گے اپنے پہونچنے کی تاریخ سے مطلع فرماویں۔ ۲۶ تاریخ کو مخدومی محمد شاہدین صاحب تشریف لاویں گے۔ آپ بھی اُسی تاریخ اگر تشریف لے آویں تو بہتر ہی۔ آپ سے بہت دنوں سے ملاقات بھی نہیں ہوئی۔ والسّلام

خاکسار سیّد احمد

علیگڑھ۔ ۲۱ دسمبر ۱۸۹۴ء

—— ۲۲ ——

مخدومی مکرمی منشی نیاز محمد خاں صاحب۔

میں نے رسالۂ غلامی کو عربی زبان میں چھاپا ہی جو رسالہ کہ اردو میں چھپا تھا۔ اس رسالہ کو اس سے زیادہ کردیا ہی یعنی راویان اور احادیث اور بعض دیگر مضامین اس عربی رسالہ میں زیادہ کردیے۔ کُل سو رسالے چھاپے گئے ہیں اور سوا سو روپیہ کے قریب لاگت ہوئی۔ چونکہ اُس کے فروخت ہونے کی کچھ توقع نہیں ہی اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ خاص دوستوں کو چند رسالے بقیمت تقسیم کردیئے جائیں تاکہ اُس کی لاگت یا قریب لاگت کے وصول ہوجاوے پس پانچ رسالہ بقیمت پانچ روپیہ کے میں نے آپ کے نام پر لکھے ہیں۔ امید ہی کہ آپ پانچ روپیہ بھیجدینگے۔ رسالہ چھپکر تیار ہوگیا۔ بعد جزوبندی خدمت میں روانہ کیا جاویگا۔ فقط والسّلام خاکسار سید احمد ۶ اپریل ۱۸۹۵ء

—— ۲۳ ——

محبی و مکرمی منشی نیاز محمد خاں صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ آپ کی خیر و عافیت معہ تمام متعلقین کے دریافت ہونے سے نہایت طمانیت ہوئی۔ اس بات کے دریافت ہونے سے کہ آپ کے بھائی صاحب کو خطاب خان بہادر کا اور اختیارات مہتمم بند و بست کے عطا ہوئے ہیں نہایت خوشی ہوئی۔ میں نے اُن کو خط مبارکباد لکھا ہے اور آپکو بھی مبارکباد دیتا ہوں۔ فخر الدین احمد نے جو انٹرنس پاس کر لیا اُس سے خوشی ہوئی اور اس سے بھی زیادہ خوشی یہ ہے کہ آپ مع فخر الدین احمد کے شروع جولائی میں علی گڈھ میں آویں گے۔ اخراجات فیس ہائے بورڈنگ ہوس میں علاوہ فیس طعام کے کچھ ترمیم ہو گئی ہے اس لیے نقشہ اُن شرح کا آپکے پاس بھیجتا ہوں۔ چونکہ گورنمنٹ سے فیس تعلیم میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اُس کی تعمیل تو مجبوری کرنی ہے۔ لیکن ہم نے کرایہ مکانات اور میڈیکل فیس وغیرہ میں کسی قدر تخفیف کر دی ہے تاکہ طالب علموں کو اضافہ فیس تعلیم سے دقت نہو فقط والسلام خاکسار

سید احمد علی گڈھ۔ ۸ رجون ۱۸۹۵ء

—— ۲۴ ——

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب۔

آپ کا محبت نامہ مورخہ ۸ رستمبر ۱۸۹۵ء پہونچا ممنون عنایت ہوا۔ بلاشبہ مولوی سمیع صاحب سے جو شکر رنجی تھی اُس کے دور ہو جانے سے خوشی ہے مگر شام بہاری لال نے جو بذریعہ جعلی چکوں کے بنک سے مدرسہ کے روپیہ کا غبن کیا اُس کا نہایت رنج ہے اور سخت رنج میرے دل کو پہونچا ہے۔ تمام حسابات

جانچے جاتے ہیں۔ پس بارہ برس سے وہ جعلی چکیں وقتاً فوقتاً جاری کرکے روپیہ نکالتا رہا اگرچہ حساب اب تک پورا جانچا نہیں گیا ہی۔ مگر تخمیناً قیاساً معلوم ہوتا ہی کہ دس بارہ برس کے عرصہ میں پچاس ساٹھ ہزار روپیہ کا تغلب ہوا ہی خدا کی جو مرضی ہی وہ ہوگا۔ اگرچہ تغلب کثیر ہی مگر یہ تغلب اُسی روپیہ میں ہوا ہی جو بنک میں جمع تھا۔ کالج کے کاروبار میں کچھ ہرج نہیں ہوگا۔ امید ہی کہ روپیہ وصول ہوجاوے صرف عدالتوں کے جھگڑے برداشت کرنے پڑیں گے والسّلام

خاکسار سید احمد

علی گڑھ ۸ ستمبر ۱۸۹۵ء

۲۵

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب

آپکا عنایت نامہ پہونچا۔ ممنون عنایت ہوا۔ تفسیر جلد ششم جلد بندی کو دی گئی ہی۔ جس وقت جلدیں تیار ہوکر آئیں ایک جلد سنہری اور ایک جلد سادہ آپ کی خدمت میں روانہ ہوگی۔ آپ نے جو نقصان زر امانت کالج میں ہمدردی فرمائی ہی اُس کا دل سے شکر گزار ہوں۔ آپ سے مجھ کو ایسی ہی توقع ہی زر نقصان کے وصول کی نہایت فکر ہی۔ مگر شام بہاری لال کی جائداد پچیس ہزار سے زیادہ کی نہیں ہی۔ بقیہ روپیہ کی کیا تدبیر ہوگی۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ۔ ۱۶ ستمبر ۱۸۹۵ء

۲۶

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب

شام بہاری لال پر مقدمات جعل و تغلب فوجداری عدالت میں دائر ہو گئے ہیں دریافت ہوا ہے کہ بارہ پندرہ برس کا عرصہ ہوا جب شام بہاری لال ضلع گورداسپور میں داروغہ جیل خانہ تھا اور تغلب غبن و تصرف از سرکاری اس کو برس یا دو برس کی قید ہوئی تھی اگر آپ کسی دوست کے ذریعہ سے اس حکم کی باضابطہ نقل منگوا دیں تو میں آپکا ممنون ہونگا یا یہ بتایئے کہ ضلع گورداسپور میں کون شخص ایسا ہے جس کو اس کام کے لیے بھی لکھا جاوے والسلام

خاکسار سید احمد

علی گڑھ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء

۲۷

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ ممنون عنایت ہوا۔ آپ نے جو نقول کاغذات جرائم شیام بہاری لال کے لیے کوشش فرمائی اس کا دل سے شکر ادا کرتا ہوں دونوں صدمے جو مسلمانوں کے قوم پر ان کی بدبختی سے پہونچے ہیں جس قدر اس کا رنج کیا جاوے بجا ہے مگر خدا کی رحمت سے ناامید ہونا نہیں چاہیے۔ شیام بہاری لال مجرم کی تمام جائداد بمبلغ پچیس ۲۵ ہزار روپیہ سے زیادہ کی مالیت نہیں ہے۔ ایسے اہم مقدمات فوجداری کے دائر کرنے میں مصروف ہیں۔ دیوانی کے مقدمے میں غور کی جاوے گی کہ کون کون شخص مواخذہ دار قرار پاتا ہے۔ مہاجن جس نے جعلی چکو نکار روپیہ دیا وہ بھی میری دانست میں مواخذہ سے بری نہیں ہوسکتا۔ والنٹیر فنڈ کا اگر روپیہ کچھ وصول ہوا ہے تو بھیجدیجیے

وہ بھی جہاں پہلا روپیہ جمع ہی جمع کر دیا جاویگا۔ یہ روپیہ بنک میں جمع نہیں بلکہ ایک مہاجن کے پاس جمع ہی۔

میری دانست میں مناسب ہی کہ آپ اجازت دیں کہ ایک ڈبنچر اُس سے خرید لیا جاوے معدود ڈبنچر فروخت ہونی باقی رہ گئے ہیں آیندہ جو آپ کی مرضی ہو والسّلام

خاکسار سید احمد علیگڑھ۔ ۱۵ اکتوبر ۱۸۹۵ء

۲۹

مخدومی مکرمی منشی نیاز محمد خان صاحب

بسبب اُس خیانت اور خیانت کے جو مدرستہ العلوم کے زر امانت میں ہوا اور جس کی بابت فوجداری میں مقدمات دائر کیے ہیں مجھے نہایت رنج اور افسوس ہی کہ کار تعمیر مدرستہ العلوم جو جاری تھا ملتوی کرنا پڑا ہی مگر ڈبنچر بورڈنگ ہوس کی تعمیر کا کام بدستور جاری ہی۔ مسجد کی تعمیر میں نہایت تخفیف کر دی ہی۔ صرف دوسو ڈھائی سو روپیہ ماہوار کے خرچ سے اُس کی تعمیر جاری رکھی ہی۔ نہایت افسوس ہوگا اگر مسجد کی تعمیر بالکل بند کر دی جاوے مگر جب تک کہ احباب مسجد کی تعمیر کے جاری رہنے میں امداد نہ فرمائیں اُس وقت تک سردست اُس کی تعمیر کا جاری رہنا ممکن نہیں معلوم ہوتا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ چند احباب جو کالج کے بہی خواہ اور مسجد کی تعمیر میں دل سے شوق رکھتے ہیں دو برس کے لیے ماہواری چندہ جس کی مجموعی تعداد دوسو ڈھائی سو روپیہ ماہواری ہو خاص مسجد کی تعمیر کے جاری رہنے کے لیے مقرر فرماویں تاکہ مسجد کی تعمیر بدستور جاری رہے۔ میں خود تعمیر مسجد کا کام جاری رکھنے کے لیے عہ ماہواری چندہ دیا کرونگا۔ نواب محسن الملک مولوی سید

مہدی علی خاں اور سید محمود نے بھی بیس بیس روپیہ ماہواری دینے کا اقرار کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ احباب جن کی خدمت میں یہ عریضہ بھیجا جاتا ہے اس درخواست پر توجہ فرماوینگے اور جو کچھ ان کو منظور ہو اُس کا جواب جلد مرحمت کریں گے والسّلام

خاکسار سید احمد

علی گڑھ ۱۹ اکتوبر ۱۸۹۵ء

---- ۲۹ ----

مخدومی مکرمی منشی نیاز محمد خاں صاحب۔

آپکا عنایت نامہ مورخہ ۲۵ اکتوبر معہ مبلغ ۱۰؎ پہونچا جس میں سے فنڈ والنٹیر فنڈ میں جمع کر دیے گئے اور ۵؎ بابت چندہ اجرائے کار تعمیر مسجد میں بابتہ ماہ اکتوبر و نومبر جمع کر دیے گئے۔ چندہ اجرائے کار تعمیر مسجد کا ماہوار آنا چاہیئے۔ آپ پہلی تاریخ کو کرنسی نوٹ پانچ روپیہ کا بھیجدیا کیجیے کیونکہ اگر ماہوار چندہ وصول نہ ہو تو تقسیم اجرت معماران و مزدوران میں مشکل پڑیگی۔ اکتوبر سے یہ چندہ شروع ہوا ہے اور ستمبر ۱۸۹۷ء تک یعنی دو برس کے لیے جاری رہیگا۔ اب آپ کو دسمبر ۱۸۹۵ء کا چندہ بھیجنا چاہیئے گا۔ مقدمات فوجداری میں دائر ہیں اُن کی ترتیب نہایت احتیاط اور غور سے کی جاتی ہے نہایت لائق صلاح کاروں سے مشورہ لیا جاتا ہے۔ سید محمود بذاتِ خود سب چیز پر غور کرتے ہیں اور بیرسٹروں کو صلاح دیتے ہیں۔ دو مہینے سے برابر وہ نو بجے سے پانچ بجے تک نہایت محنت کرتے اور تمام حسابات اور کاغذات کو خود دیکھتے ہیں۔ اور بیرسٹروں کو سمجھاتے ہیں۔ کارروائی نہایت عمدہ طور پر ہو رہی ہے۔ جب مقدمات دیوانی میں رجوع ہونگے اس وقت

غور کیا جاوے گا کہ کون کون لوگ ذمہ دار روپیہ کے ہیں - میں آپ کا نہایت مشکور اور احسان مند ہوں کہ آپ نے پانچ روپیہ ماہواری چندہ واسطے اجراء کار تعمیر مسجد کے منظور فرمایا ہی - فہرست چندہ دینے والوں کی سوسائٹی کے اخبار میں برابر چھپتی رہتی ہی اور آیندہ چھپتی رہے گی - والنٹیر فنڈ کا چندہ ہمارے پاس بہ تعداد (سہ ۳۰۳) کے پہلے جمع ہو چکا ہی - اور ۵ حال کے بھیجے ہوئے شامل کرکے کل سہ ۵ ہوتے ہیں - یہ سب دوکان لالہ سری لال پر جو ایک معتبر مہاجن ہیں جمع ہی - ہمارے حساب میں دینے والوں کی کچھ تفصیل نہیں ہی - جو رقم جس تاریخ آئی ہی وہ اُسی تاریخ میں یکمشت جمع ہی -
ان دنوں میں بلاشبہ مجھ کو فرصت نہیں ہی - لیکن جب فرصت ہو گی تو تفسیر کی نسبت آپ جو کچھ پوچھیں گے میں بیان کروں گا - میری طبیعت فضل الٰہی سے اچھی طرح ہی لیکن مقدمات کے پیش کرنے اور ہر مقدمہ میں اظہار دینے کی تکلیف البتہ طبیعت کو پریشان کرتی ہی - آپ کی عنایت اور محبت جو مجھ گنہگار کے ساتھ ہی اُس کا میں ہمیشہ شکرگزار ہوں اور امید ہی کہ آپ اجلاس کانفرنس میں شاہجہانپور ضرور تشریف لاویں گے آپ سے ملنے کو ہمیشہ دل چاہتا ہی - والسّلام

خاکسار سید احمد

علی گڑھ - ۲۸ ر اکتوبر ۱۸۹۵ء

۳۰

مخدومی کرمی منشی نیاز محمد خاں صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۵ ر دسمبر اور صہ زر چندہ بابت ماہ دسمبر پہونچا ممنون عنایت ہوا - مولوی غلام محی الدین صاحب مدرس نور محل

ضلع جالندھر کا نام ہماری فہرست میں مندرج نہیں ہے اور میں نے تمام احباب
کے کاغذ اور روزنامچہ دیکھا اس میں بھی ان کے نام سے زرچندہ جمع نہیں ہے
فہرست میں غلام محی الدین شاہ صاحب باشندہ کوٹ ضلع جھنگ مندرج ہے اور
میں نے آپ کی تحریر کے مطابق کل کاغذ کانفرنس بابت ۱۸۹۴ء اُن کے
خدمت میں بھیج دیے ہیں اگر ممکن ہو تو دریافت کیجیے کہ کس تاریخ اُنھوں نے
روپیہ بھیجا تھا۔ تو اور زیادہ تلاش کی جاوے آپ کا جو ارادہ چند روز
قبل کانفرنس کے تشریف لانے کا ہے اُس سے نہایت خوشی ہوئی۔ آپ ضرور
چند روز پیشتر آئیگا تا کہ آپ سے ملاقات ہو جانے اور ایام کانفرنس میں کثرت
سے لوگ ہوں گے۔ اور ملاقات کا کچھ لطف نہیں ہونے کا۔ ہم یہاں سے
غالباً درجہ ۲۵ر دسمبر کی رات کو روانہ ہوں گے اور ۲۶ر دسمبر کو نو یا دس بجے
خدا نے چاہا تو شاہجہان پور میں پہونچ جاویں گے اگر آپ بھی یہاں تشریف
لے آویں گے تو ہم سب ساتھ چلیں گے اور شاہجہان پور سے ۳۰ر دسمبر کو
کسی وقت روانہ ہوں گے تا کہ ۳۱ر دسمبر کو علی گڈھ پہونچ جاویں یکم جنوری کو
سالانہ اجلاس ٹرسٹیوں کا ہوگا اور اس لیے اُس تاریخ میرا علی گڈھ میں موجود ہونا
ضرور ہے والسلام خاکسار سید احمد

علی گڈھ ۹ر دسمبر ۱۸۹۵ء

—— ۳۱ ——

مجبّی و مکرمی منشی نیاز محمد خاں صاحب۔

مدّت بعد آپ کا عنایت نامہ پہونچا ممنون ہوا۔ میری طبیعت کسی قدر
ناساز ہو گئی تھی اگرچہ اچھی ہو گئی ہے مگر بالکل اصلاح پر نہیں ہے مگر قریباً بالکل
اچھی ہے۔ چھپا ہوا خط جو آپ نے بھیجا ہے اُس کو میں نے پڑھا جس سے آپ کی

نیک نیتی اور ہمدردی مدرسہ کے ساتھ پائی جاتی ہی مگر اس قسم کی تدبیریں نہ کبھی کارگر ہوئیں اور نہ کارگر ہونے کی آیندہ امید ہی۔ مگر آپ کو جو مدرسہ کا خیال ہی وہ بلاشبہ شکر کے لائق ہے۔ غبن کی بابت دیوانی مقدمات اُن مہاجنوں پر جنھوں نے جعلی چکیں خریدیں اب تک دائر نہیں ہوئے اگرچہ متعدد بارسٹروں کی رائے ہی کہ اُس میں ناکامیابی نہ ہوگی مگر مجھ کو اب تک شبہ ہی علاوہ اُس کے زرخطیر چاہیے اُن مقدمات کے دائر کرنے کو اور اس لیے اب تک کوئی کارروائی اُس کی شروع نہیں ہوئی۔ ظہور حسین وارڈ کی جنوبی اور غربی لین بالکل تیار ہوگئی ہی اور شمالی اور شرقی لین قریب نصف کے تیار ہی مگر باقی ناتمام ہی چونکہ صغیر السن لڑکوں کو باقاعدہ رکھنے کی جلد ضرورت تھی۔ اس لیے ہم نے اُن تیار شدہ مکانات میں چھوٹی عمر کے لڑکوں کو رکھنا شروع کر دیا ہی۔ دس بارہ لڑکے اُس میں داخل ہوئے ہیں۔ اور ایک ماسٹر جو اُن لڑکوں کا نگہبان ہو اُس میں رہنے لگا ہی اور جس عمدگی اور خوبی سے اُن چھوٹے لڑکوں کا انتظام ہوتا ہی وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہی۔ اور ہم کوشش کرنا چاہتے ہیں کہ خواہ روپیہ قرض لیکر خواہ ڈبینچر جاری کر کے اُس مکان کو پورا کریں۔ تفسیر کی جلد ہفتم کی بابت چار یا پانچ آدمیوں سے زیادہ کسی نے اب تک روپیہ نہیں بھیجا۔ دس روپیہ کا منی آرڈر مرسلہ آپکا پہونچا۔ صہ چندہ مسجد میں بابت ماہ مارچ جمع کیے گیے اور صہ پیشگی قیمت تفسیر جلد ہفتم میں۔ آنریبل سید محمود یہاں نہیں ہیں کسی کام کو لکھنؤ گئے ہوئے ہیں چند روز ہوئے کہ میں نے آپ کو خط نہیں لکھا۔ اس لیے کہ اس گرمی کے موسم میں میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کو ایک دن کے لیے یہاں بلاؤں یہاں آنے اور جانے میں بہت تکلیف ہوگی۔ لہذا جس بات کے لیے بلانا منظور تھا۔ وہ بھی کچھ ایسی بڑی بات نہیں تھی۔ اس لیے آپ کو نہیں بلایا اور اب اس بات کی بھی کچھ ضرورت

نہیں رہی والسلام   خاکسار سید احمد

۲۸ راپریل ۱۸۹۶ء

۳۲

مخدومی مکرمی منشی نیاز محمد خاں صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۳ رمئی میرے پاس پہونچا۔ آپ کی یاد آوری کا ممنون ہوا۔ میری طبیعت بفضل الٰہی اب اچھی طرح ہے اور آپ کی دعا موثر ہوئی ہے مگر جو امور کہ بہ مقتضائے عمر ہیں وہ نہ آپ کی دعا سے ٹل سکتے ہیں اور نہ کسی دوا سے بہرحال میں اچھی طرح ہوں یہ بات سچ ہے کہ سید محمود نے اپنا نام بہ صیغۂ بیرسٹری چیف جوڈیشل کورٹ لکھنؤ میں لکھا لیا ہے اور چند مقدمات شاید کثیر المالیت انھوں نے لیے ہیں جن کی وہ پیروی کرتے ہیں اور ابھی تک واپس نہیں آئے۔ کوئی ایسی ضروری اور خاص بات نہ تھی بعض امور متعلق مدرسہ کے آپ سے کہنے تھے اور کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور میں سمجھا کہ آپ کو تکلیف دینا فضول ہوگا اس لیے آپ کو تکلیف نہیں دی۔ کوئی کتاب چھاپی جاوے مگر پھر اُس کی لاگت کا وصول کرنا نہایت مشکل امر ہے۔ انڈین اپیل کا اگر ترجمہ ہو کر چھاپا جاوے میری رائے میں اُس کا بھی یہی حال ہوگا۔ اصل امر یہ ہے کہ ہر ایک عدالت میں کثرت سے انگریزی خواں ہو گئے ہیں۔ اور ہوتے جاتے ہیں اُن کو ترجمہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور جو ادنےٰ درجہ کے مختار اور منصفی کے وکیل ہیں اُن کو ایسی اعلیٰ درجہ کی کتابوں کی جیسے کہ انڈین اپیل ہے بہت ہی کم حاجت پڑتی ہے۔ اور اس سبب سے اس قسم کی کتابوں کی فروخت مشکل ہوتی ہے۔ طور حسین وارڈ کے اخراجات کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اگر اُس کا اہتمام اور زیادہ کیا جاوے گا جیسا کہ میرا خیال ہے تو کسی حالت میں دعاہ

ماہواری سے زیادہ نہیں ہی- اور اپنی خیریت سے ہمیشہ مطلع کرتے رہیے

والسّلام خاکسار سیّد احمد

علی گڑھ- ۱۹ مئی ۱۸۹۶ء

—— ۳۲۳ ——

مخدومی مکرمی منشی نیاز محمد خاں صاحب

آپ کو معلوم ہوگا کہ مسٹر ٹی ڈبلیو آرنلڈ صاحب مدرستہ العلوم علی گڑھ کے پروفیسر نے انگریزی زبان میں ایک کتاب لکھی ہی- جس کا نام پریچنگ آف اسلام" ہی اور اُس کا مقصد یہ ہی " اسلام بزور شمشیر شائع نہیں ہوا- بلکہ وعظ و نصیحت سے زیادہ تر شائع ہوا ہی"- عزیزی محمد عنایت اللہ بی- اے نے اُس کتاب کا ترجمہ اُردو میں کیا ہی اور میں خود اُس ترجمہ کا اصل کتاب سے مقابلہ کرتا ہوں اور اِس سبب سے مجھے اُس کتاب پر زیادہ غور کرنے کا موقع ملا ہی اور میں اُس کتاب کو مسلمانوں کے لیے نہایت مفید سمجھتا ہوں- میری اور میرے چند دوستوں کی یہ رائے ہی کہ مسلمان انگریزی خواں طالب علم جو گورنمنٹ کالجوں میں اور مشنری کالجوں میں پڑھتے ہیں- اُن کو یہ انگریزی کتاب بلاقیمت دیجاوے یعنی مسلمان ہر ایک مقام کے چند کاپیاں اُس کتاب کی خریدیں اور مسلمان طالبعلموں کو جو کالج کلاسوں میں پڑھتے ہوں- اُن کو بلاقیمت تقسیم کردیں- غرض یہ ہے کہ اس کتاب کا مسلمان انگریزی خواں طالب علموں میں شائع ہونا نہایت مفید ہی اور بہت سے تاریخی حالات متعلق اسلام اور اشاعت اسلام اور نیز بہت سے مفید امور اُن کو معلوم ہوں گے- پس میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ کچھ ایسے مسلمان پیدا کرسکتے ہیں جو اُس کتاب کو خرید کر لائق طالب علموں کو جو مشنری کالجوں اور گورنمنٹ کالجوں میں پڑھتے ہوں بلاقیمت

تقسیم کر دیں۔ دس روپیہ اُس کتاب کی قیمت [illegible] اگر آپ [illegible]

اطلاع فرماویں اور جس قدر کتابیں چاہیں آپ [illegible]

اس قسم کی تدبیریں انگریزی خواں طالب علموں [illegible]

منتشر کرنے کے لیے نہایت مفید ہیں [illegible] کی [illegible]

ہی۔ ممکن ہی کہ چند مسلمان آپس میں تھوڑا تھوڑا چندہ [illegible] کتابیں [illegible]

لائق مسلمان انگریزی خواں طالب علموں کو دیں۔ امید کہ اس باب میں آپ

کوشش فرمائیے اور اس عریضے کے جواب سے مجھ کو ممنون کیجیے۔ والسلام

خاکسار سید احمد

علی گڑھ [illegible]

---- ١٣٣ ----

مخدومی مکرمی منشی نیاز محمد خاں صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ [illegible] جولائی پہونچا۔ ممنون عنایت ہوا [illegible]

احمد کچھ بیمار ہو گیا۔ اس سبب سے وہ میرے پاس نہیں آیا تھا اور نہ چندہ کے

نہیں پہونچائے تھے۔ آج اُس نے پہونچا دیئے۔ اور آج ہی آپ کا منی آرڈر

پانچ روپیہ پہونچا۔ اور تین ماہ کا چندہ [illegible] آخر جون تک وصول ہو گیا۔ آپ کو

جو اس بات کا خیال ہی کہ تلافی نقصان کالج کے لیے کوئی تدبیر وہاں کریں میں

اس کا میں آپکا زیادہ ممنون ہوں۔ حقیقت یہ ہی کہ تمام دلی دوستوں کو جہاں تک

کہ ممکن ہو اس معاملہ میں کوشش کرنی چاہیے مگر دلی دوستوں کا ملنا نہایت

مشکل ہی۔ بہر حال خدا کی جو مرضی ہی اُسی طرح ہوگا۔ میں نے بجٹ کالج کا جو اس سال

کے لیے بنایا ہی آخر میں اُس نقصان کی کیفیت بھی شامل ہی جو بدبختی سے زمانہ

کالج میں ہو گیا آپ کے ملاحظہ کے لیے بھیجتا ہوں والسلام خاکسار سید احمد [illegible] جولائی [illegible]

۳۵

مخدومی مکرمی محبی و مشفقی منشی نیاز محمد خاں صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۵ اگست معہ چار قطعہ نصف نوٹ تعدادی
مانللعہ کے پہونچے جس میں سے مانعہ بابت چندہ تلافی نقصان کالج کے ہیں
اور صہ آپ کے چندہ کی بابت تعمیر مسجد ہیں حقیقت میں جو شکر گزاری
آپ کی اس چندہ اور عنایت کی بابت میرے دل میں ہی میری زبان میں
طاقت نہیں کہ میں اس کو بیان کرسکوں اور قلم کی زبان میں تو بالکل اس کے
ادا کرنے کی طاقت نہیں ہی حقیقت میں اس وقت میں جو کوئی مدد کرتا ہی میرے
دل پر اس کا بہت اثر ہوتا ہی - مجھ کو کالج کے اس نقصان کا بے انتہا رنج
ہی زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں ہی - خصوصاً مجھ سے شخص کی جو ایک حد تک
زندگی پہونچ گئی ہی چند روز یا چند برس اور باقی ہیں - میں چاہتا ہوں کہ میری
زندگی میں یہ نقصان کالج کا کم سے کم اوتنا ہی جتنا کہ بنک کا فاضل ہو گیا
ہی پورا ہو جاوے - پس ایسی حالت میں جس کی طرف سے جو مدد پہنچتی ہی وہ نہایت
غنیمت معلوم ہوتی ہی - پس جب کہ میرے دل اور طبیعت کا یہ
حال ہی تو آپ یقین کریں گے کہ جو آپ نے سعی اور مدد کی ہی اوس کا میں کسی طرح
شکر ادا نہیں کرسکتا - آپ مہربانی سے میرے اس ناچیز شکر کو قبول کیجیے
بعد پہونچنے اس خط کے نصف باقی نوٹ بھی روانہ کردیجیے اور میں اون بزرگوں
کے نام جنھوں نے چندہ دیا ہی معہ تعداد چندہ اخبار میں چھاپ دوں گا - حصار
میں بھی بعض دوستوں نے چندہ کیا اور ڈیڑھ سو کے قریب چندہ کرکے بھیجا - اگر اسی
طرح لوگ متوجہ ہوں تو رقم فاضلات جلد پوری ہو جاوے گی مگر سوائے اوس شخص کے
جس کو خاص میرے ساتھ محبت ہی یا کالج کے ساتھ پوری ہمدردی ہی - اور

کون اس کام کو کر سکتا ہے والسلام

خاکسار سید احمد

علی گڑھ ۲۸ اگست ۱۸۹۵ء

— ۳۶ —

مخدومی مکرمی منشی نیاز محمد خان صاحب۔

آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ آپ کی افسردہ دلی کا حال [illegible] افسوس ہوا
دنیا میں انسان پر ایسے واقعات ہوا ہی کرتے ہیں [illegible] آتے ہیں [illegible] کہ وہ
افسردہ خاطر ہو جاتا ہے۔ کبھی خوش رہتا ہے [illegible] افسردہ دل [illegible] خوشی و غم تو
بشریت ہے۔ جو بات انسان کی مرضی کے موافق ہوتی ہے اُس سے [illegible] خوش ہوتا
اور جو بات اُس کی مرضی کے خلاف ہوتی ہے اُس سے ناراض ہوتا ہے یہ ایک امر
طبعی انسان کا ہے خواہ جالندھر میں یا لاہور میں رہو مکہ میں جاؤ یا مدینہ میں سب
جگہ یہی امر موجود ہے۔ انسان کا یہ کام ہے کہ جو امر اُس کے خلاف مرضی ہو وہ اُسکی
اُس کی برداشت کرے اور خدا پر خیال رکھے۔ کیونکہ سوائے اُس کے اور
کوئی علاج و چارہ نہیں ہے۔ نیکی اور نیک دلی صرف انسانوں کی بھلائی میں کوشش
کرنے میں منحصر ہے۔ پس بعد ادائے فرائض انسان کے لئے قومی بھلائی میں
کوشش کرنے سے بہتر کوئی امر نہیں ہے نہ مکہ میں ہجرت کر جانے سے کچھ فائدہ
ہے نہ مدینہ منورہ میں جا کر رہنے سے جو مشکلات یا امور خلاف مرضی پیش آویں
اُن کو برداشت کرنا چاہیئے۔ میں آپ کے اُس خیال کو جو آپ نے اپنے خط میں
لکھا ہے ہرگز پسند نہیں کرتا۔ امید ہے کہ آپ کانفرنس میں ضرور تشریف لاویں گے
یا اُس سے پہلے اگر موقع ہو تو ملیں گے۔ اُس وقت میں بہت سے حالات جو
مجھ پر اور میرے اوپر گذرتے ہیں آپکے سامنے بیان کرونگا والسلام خاکسار سید احمد

علیگڈھ ۱۰ اکتوبر ۱۸۹۶ء

—— ۳۷ ——

مخدومی مکرمی منشی نیاز محمد خاں صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہونچا مجھے افسوس ہے کہ جو پروگرام تبدیل ہوگیا ہے یعنی یہ کہ غازی آباد میں ٹھہرا نہ جائے گا وہ اب تبدیل نہیں ہوسکتا۔ ایک مشکل یہ ہے کہ نواب عماد الملک مولوی سید حسین صاحب حیدرآباد سے تشریف لاتے ہیں اُن کے تار کا انتظار ہے اگر وہ ۲۵ کی میل ٹرین میں علی گڑھ پہونچے تو ہم اور وہ سب ساتھ ۲۵ دسمبر کے چار بجے بلا قیام غازی آباد میرٹھ پہونچ جاویں گے اور اگر بالفرض وہ اُس تاریخ روانہ نہ ہوسکے تو ۲۶ دسمبر کو ضرور انشاء اللہ گیارہ بجے یہاں سے روانہ ہوکر چار بجے میرٹھ پہونچ جاویں گے۔ سردار محمد حیات خاں بہادر پر جو کچھ صدمہ ہوا اُس کا بے انتہا رنج ہے مگر تقدیر الٰہی سے کچھ چارہ نہیں اور سردار صاحب نے بلا شبہ نہایت ہمت اور جرأت کی ہے کہ ایسے صدمے میں بھی کانفرنس میں تشریف لانے کے ارادہ کو ملتوی نہیں کیا۔ ہم تو صرف تشریف لانے ہی کو باعث عزت قومی اور عزت ذاتی سمجھتے ہیں۔ والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڑھ۔ ۲۳ دسمبر ۱۸۹۶ء

—— ۳۸ ——

مخدوم مکرم بندہ منشی نیاز محمد خاں صاحب

میں نے بوجہ اُس اشد ضرورت کے جس کا بیان میں نے اپنی تجویز میں کیا ہے آپ کو حسب دفعہ ۱۴ اختیار قواعد و قوانین ٹرسٹیان کے محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ کا بشرط آپ کی منظوری کے ٹرسٹی مقرر کیا ہے اس لیے کہ مجھ کو آپ سے امید ہے کہ آپ میری زندگی میں اور نیز میرے بعد کالج کی خیر خواہی اور اُس کی ترقی

اور اس کام میں دل و جان سے کوشش فرماتے۔ چنانچہ اس واسطے میں آپ کی
خدمت میں مجموعہ قواعد و قوانین ٹرسٹیان بھیجتا ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں
کہ اگر آپ کو عہدہ ٹرسٹی محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کا منظور ہو جیسا کہ میں نے آپ کو
حسب اختیار دفعہ مذکورہ بالا مقرر کیا ہے تو آپ اپنی مہربانی سے مجھ کو اپنی منظوری سے
مطلع فرماویں تاکہ آپ کا اسم مبارک فہرست ٹرسٹیان میں مندرج کیا جاوے۔

والسلام۔ خاکسار سید احمد

لیف آنریری سکریٹری ٹرسٹیان ایم۔ اے۔ او۔ کالج

علیگڈھ مورخہ ۱۶ جنوری ۱۸۹۰ء

٣٩

مشفقی مکرمی

آپ کا عنایت نامہ درد انگیز پہونچا۔ جو رنج آپ کو ہوا وہ بلاشبہ ہمدردی کے
لائق ہے۔ لیکن امرِ لاعلاج کا یہ علاج نہیں ہے کہ انسان اُسی میں غلطاں و پیچاں اور اور سب
کاموں کو جس کے لیے خدا نے اس کو پیدا کیا ہے چھوڑ بیٹھے۔ رضا بہ قضا جو اہل اللہ کا مقولہ
ہے نہایت عمدہ اور فلسفیانہ ہے۔ حتی المقدور انسان کو اس پر عمل کرنا چاہیے۔ تعارف جسم
سے متعلق نہیں ہے بلکہ روح سے متعلق ہے۔ پس بعد فنائے ظاہری اگر روح اپنی
جسم مثالی سے بھی ترقی کرے تو تعارف ساقط نہیں ہوتا۔ میری دانست میں آپ کو
اتباع والدہ صاحبہ جن کا حق جمیع امور پر مقدم ہے لازم ہے۔ آپ اُن کی صلاح کو مان لیں
اور شادی کرلیں۔ امید ہے کہ آپ کی حالت موجودہ اور آیندہ درست ہو جاویگی
ایک بیوی کی وفات کے بعد دوسری بیوی کرنی کس طرح اخلاق کے
برخلاف نہیں ہے۔ آں حضرت صلعم کو بھی حضرت خدیجۂ کبری سے نہایت محبت تھی
اس کے بعد آپ نے بھی نکاح فرمایا۔ کون شخص ہے جو کانشس یا اخلاق میں آں حضرت صلعم

سے زیادہ اپنے تئیں قرار دے سکتا ہی۔ تمام حالات و مشکلات جو آپنے لکھے ہیں وہ سب واردات حالیہ ہیں جو کبھی قائم نہیں رہتی۔ انسان کو چاہیے کہ اُن حالات حالیہ کو دل سے علاحدہ کرکے سوچے کہ اُس کو کیا کرنا چاہیے۔ میری سمجھ میں والدہ صاحبہ کی اطاعت اور اُن کو رنج کی حالت میں نہ رکھنا چاہیے تمام اخلاقوں اور عبادتوں اور کانشنس کے جذبوں سے افضل ہی۔ والسّلام

خاکسار سید احمد

علیگڑھ ۶ فروری ۱۸۹۷ء

۴۰

مخدوم مکرم بندہ منشی نیاز محمد خاں صاحب

دو برس کے لیے مسجد مدرستہ العلوم کی تعمیر کا جو چندہ لکھا گیا تھا اُس کے برابر وصول نہ ہونے سے تکلیف بہت ہوئی ہی اور راج مزدوروں کا روپیہ چڑھ گیا ہی اور ایک حبہ اُن کے دینے کے لیے موجود نہیں ہی آپ کے ذمہ مبلغ ۱۲۰ من ابتدائے جنوری لغایتہ اپریل ۱۸۹۷ء بابت چار ماہ باقی ہیں۔

امید ہی کہ آپ سے جس قدر جلد ممکن ہو یہ روپیہ عنایت فرماویں اور یہ آپ کو واضح ہو کہ ستمبر ۱۸۹۷ء میں دو برس کی میعاد ختم ہو جاوے گی اور اسی وقت دو برس کے لیے جو چندہ لکھا گیا تھا وہ بھی ختم ہو جاویگا۔ آیندہ کے لیے خدا مالک ہی۔ مسجد چھت تک بن گئی ہی اور نماز ہونے کو کافی جگہ ہو گئی ہی۔ صرف استر اور فرش اور برج باقی رہ گئے ہیں۔ اُس کے لیے بھی خدا کوئی تدبیر کر دیگا۔

والسّلام خاکسار

سید احمد

علیگڑھ ۸ مئی ۱۸۹۷ء

۴۱

مجی و مکرمی منشی نیاز محمد خاں صاحب

آپ کا عنایت نامہ اور [illegible] پہنچا [illegible]
ہوا۔ آپ کی علالت طبع سے افسوس ہوا اگر آپ [illegible] بہت
جلد صحت کامل عطا فرمائے گا۔ میں بھی دعا کرتا ہوں [illegible] ہمارے [illegible]
ایک بھائی تھے اُن کو نہایت درجہ کا مراق تھا [illegible]
کرکے چلایا کرتے تھے ایک نہایت بزرگ نے اُن سے کہا کہ میاں تم [illegible] روز
سورۂ یٰسین پڑھ کر اپنے پر دم کرلیا کرو اور دل پر چھاپ لیا کرو۔ اُنھوں نے
ایسا ہی کیا اور صحت کامل ہوگئی وہ ہمیشہ وہ سورہ پڑھ لیا کرتے تھے اور پھر
اُن کو کبھی مراق نہیں ہوا تم بھی ایسا ہی کرو خدا صحت دیگا۔ ہم اور تم دونوں
قیامت کے دن انشاء اللہ تعالیٰ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونگے
مسلمان کا خاتمہ یقینی لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ہوتا ہے۔ اُس کے دل پر اُس کا
نقش ہوتا ہے پس کسی مسلمان کو خاتمہ بخیر ہونے میں شک کرنا نہیں چاہئے۔
جب تم کو میرے ساتھ ایسی محبت ہے جس کے ہرگز میں لائق نہیں تو تصویر کیا
کروگے محبت ہی کافی ہے مگر تمہاری خواہش کے مطابق اپنی تصویر جو ایک دوست
کی فرمائش سے حال میں لی گئی ہے۔ مرسل خدمت ہے۔

والسلام علیکم و قلبی لدیکم خاکسار

سید احمد

علیگڑھ ۱۲ اگست ۱۸۹۶ء

۴۲

مجی و مکرمی منشی نیاز محمد خاں صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ از مقام کوہ مری پہونچا۔ ممنون عنایت ہوا اس کے دریافت ہونے سے کہ فضل الٰہی سے آپ کی طبیعت کو بہ نسبت سابق کے بہت افاقہ ہی خوشی ہوئی۔ خدائے تعالیٰ آپ کو بالکل صحیح و تندرست کر دیگا۔
اس بات کے دریافت ہونے سے بھی خوشی ہوئی کہ آپ سورۂ یٰسین ہر روز پڑھ لیا کرتے ہیں۔ ضرور ہر روز پڑھ لیا کیجیئے اور اس کی طرف سے خیال نہ ہٹایئے مارالجبن درحقیقت اس مرض کے لیے نہایت مفید ہی اور موسم بھی اُس کے استعمال کے لیے اب اچھا آگیا ہی۔ ضرور اس کا استعمال کیجیئے خدا فضل کرے گا
مسلمانوں نے جو نالائق حرکتیں اس زمانہ میں کی ہیں اور اخبارات میں لغو اور دور از کار تحریریں لکھی ہیں اگر انگریز اُس سے بدگمان ہوں تو کچھ تعجب نہیں ہی مگر یہ باتیں چند روزہ ہیں اور پھر تمام امور حسب معمول ہو جاوینگے۔ میں نے ان دنوں میں چند آرٹیکل سوسائٹی کے اخبار میں لکھے ہیں مجھے امید ہی کہ آپ نے اُن کو ملاحظہ کیا ہوگا۔ اور خصوصاً جو آرٹیکل ۱۱ ستمبر کے اخبار میں درباب خلافت لکھا ہی وہ غور سے پڑھنے کے لائق ہی۔ یہ خط میں آپ کو جالندھر کے پتہ سے بھیجتا ہوں جہاں آپ ہوں گے آپکو پہونچ جاویگا۔ جب آپ جالندھر پہونچیں تو آپ مجھ کو اپنی خیریت مزاج سے ضرور مطلع کریں۔ والسّلام

خاکسار

سید احمد

علیگڈھ۔ ۱۳ ستمبر ۱۸۹۷ء

۴۳

مخدومی مکرمی منشی سراج الدین احمد صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۳ دسمبر از مقام سیالکوٹ پہنچا۔ آپ کی یاد آوری کا ممنون ہوا۔ بہاولپور میں جو آپ کی طبیعت علیل ہوگئی تھی اس کے دریافت ہونے سے افسوس ہوا مگر خدا کا شکر ہے کہ سیالکوٹ میں جو پہنچ کر آپ کو بالکل صحت ہوگئی آپ کی صحت کا ہمیشہ خیال رہتا ہے۔ بالفعل میں نے کسی طرف واسطے فراہمی چندہ مدرسۃ العلوم کے جانیکا خیال نہیں کیا ہے۔ سب سے بڑی دوڑ ہماری بزرگان پنجاب کی طرف ہے۔ مگر جب تک جناب خان بہادر محمد برکت علی خاں صاحب کچھ تسلی اور توقع نہ دلاویں۔ اس وقت تک کوئی مصمم ارادہ نہیں کر سکتا۔ میری طبیعت بفضل الٰہی سے اچھی ہے مگر البتہ کمزوری روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ اب کی دفعہ سالانہ اجلاس ٹرسٹیوں کا ۳۰، ۳۱ جنوری ۱۸۹۰ء کو قرار پایا ہے۔ اگرچہ وہ زمانہ رمضان کا ہوگا۔ مگر کوئی ایسی مشکل ٹرسٹیوں کو آنے میں پیش نہیں آنے کی کیونکہ جاڑے کا رمضان ہے امید ہے کہ آپ ضرور تشریف لاوینگے

والسلام خاکسار

سید احمد

علیگڈھ۔ ۲۵ دسمبر ۱۸۸۹ء

شیخ میراں بخش صاحب کے نام

۱

مخدومی مکرمی شیخ میراں بخش صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۷ر اگست ۱۸۹۶ء پہنچا۔ آپ کی عنایت اور مہربانی کا ممنون ہوا آپ نے جو شبہ ارقام فرمایا ہی وہ بلاشبہ ہر ایک مسلمان کے دل میں آتا ہوگا اور میں خوش ہوا کہ آپ کے دل میں بھی شبہ گزرا۔ مگر ہر ایک مسلمان دل سے یہ یقین رکھتا ہی کہ اس کو خدا اور رسول کی اطاعت فرض ہی اور ہر ایک شخص سمجھتا ہی کہ خدا کی اطاعت تعمیل احکام قرآن مجید میں اور رسول کی اطاعت اس کے اقوال اور افعال کی پیروی میں جو حدیثوں میں پائی جاتی ہی منحصر ہی۔ قرآن مجید کی باللفظ خدا کا کلام ہونے اور واجب التعمیل ہونے میں کوئی کلام نہیں ہی پس قرآن مجید تو بموجب مذہب مسلمانوں کے ایک امر مسلم ہی جس میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔ باقی رہی حدیث اس باب میں تمام محدثین کا اتفاق ہی کہ احادیث قریباً کل کے بالمعنی روایت ہوئی ہیں نہ باللفظ یعنی اُن کے الفاظ بعینہ وہ نہیں جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے بلکہ جو کچھ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہی اس مضمون کو راویوں نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہی۔ پس احادیث میں دو امر کی تنقیح لازم آتی ہی اوّل یہ کہ جو کچھ حدیث میں بیان ہوا ہی وہ درحقیقت رسولِ خدا صلعم نے فرمایا تھا۔

دوم یہ کہ جو کہ الفاظ ان حدیثوں میں بیان کیے گئے ہیں وہ اس مضمون

اور مفہوم کو ادا کرتے ہیں جو رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا۔

تیسری ایک اور بات بھی ہے کہ جو قصص اور حکایات یہودیوں یا عیسائیوں یا اوروں کے مشہور تھے اور ان کو راویوں نے خواہ آں حضرت صلعم سے یا اور کسی سے سنا اور یہ سمجھ کر یہ اصلی فرمودہ رسول خدا صلعم کا ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا ہے یا نہیں غرضکہ احادیث خواہ بخاری کی ہوں خواہ مسلم کی قرآن مجید کے برابر نہیں ہیں اور ان سے بجز ظن کے کوئی امر یقینی پیدا نہیں ہوتا۔ پس ہر ایک مسلمان کا کام ہے کہ جہاں تک اس سے ہو سکے احادیث کو جانچنے کی کوشش کرے۔ محدثین کے حالات سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے حدیث کے جمع کرنے میں بے انتہا کوشش کی ہے۔ خداوند ان کو جزائے خیر دے مگر سب کا دار و مدار یہاں تک کہ بخاری اور مسلم کا بھی راویوں کے معتمد اور غیر معتمد سمجھنے پر رہا ہے جس راوی کو نامعتبر سمجھا اس کی حدیث کو معتبر نہ جانا۔ مگر یہ بات غور کرنے کی ہے کہ صحیح بخاری ہو یا موطا امام مالک کی۔ ان میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک تین تین چار چار راوی ہیں اور حضرت امام مالک نے یا محمد اسمٰعیل بخاری نے اس راوی کے سوا جس نے وہ حدیث نقل کی ہے اوپر کے راویوں کو نہیں دیکھا تھا۔ پس اس بات پر یقین کرنا کہ تمام راوی معتمد تھے اور نیز انہوں نے اس مضمون کے بیان کرنے میں کوئی غلطی نہیں کی نہایت مشکل ہے۔ علاوہ اس کے اسماء رجال کی جو کتابیں ہیں وہ اور مشکلات پیدا کر دیتی ہیں یعنی ایک کتاب میں ایک راوی کو معتبر لکھا ہے اور دوسری کتاب میں اس راوی کو نامعتبر۔ پس ہم کو اس بات کے کہدینے سے کہ راوی اس کے معتبر ہیں کوئی طمانیت اور یقین نہیں ہو سکتا حدیثوں کے جانچنے اور صحیح قرار دینے کے لیے ظاہرا یہی طریقے معلوم ہوتے ہیں۔

اگلے محدثین نے اختیار کیے ہیں مگر ایک اور طریقہ بھی ان سب سے اسلم ہے جس کا نام درائت ہی یعنی نفس حدیث پر غور کرنی اور سمجھنا کہ وہ شان نبوت کے مناسب ہی اور فی نفسہٖ صحیح بھی ہو سکتی ہی یا نہیں۔ جامعین حدیث نے راویوں کے معتبر اور غیر معتبر ہونے پر زیادہ تر خیال کیا ہی اور درایت پر بہت کم خیال کیا ہی بلکہ نہیں کیا۔ پس اگر ہم درایت کو چھوڑ دیں مثلاً بخاری و مسلم کی حدیثوں کو اس خیال سے کہ اس کے جمع کرنے والے نہایت بزرگ اور عالی درجہ تھے تسلیم کر لیں اور بلا درایت کے مان لیں تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ ہم بجائے ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی اور حنبل رحمہم اللہ کے امام بخاری اور امام مسلم کی تقلید کرتے ہیں۔ پس ہم کو اُن ائمہ کی تقلید میں کیا بُرائی تھی کہ اُن کو چھوڑ کر امام بخاری اور امام مسلم کی تقلید کرنے لگے۔ میں حدیث کا خصوصاً بخاری اور مسلم کی حدیثوں کا نہایت ادب کرتا ہوں مگر ان پر درایت سے کام لینے کو ضروری خیال کرتا ہوں۔

جو لوگ ایک ادنیٰ حدیث کی بھی تحقیر کرتے ہیں میں اُن کو نہایت نالائق سمجھتا ہوں۔ کیونکہ ممکن ہی کہ وہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو۔ حدیث کی تحقیر کرنا دوسری چیز ہی اور کسی حدیث کی نسبت یہ بات کہنا کہ ہمارے نزدیک ثابت نہیں دوسری چیز ہی اور لوگوں کو اختیار ہی ہماری بات کو مانیں یا نہ مانیں۔

علمائے حدیث نے بھی حدیث کی تنقیح کے لیے بہت سے اصول درایت کے قائم کیے ہیں۔ مگر ان کو صحاح ستہ کی حدیث پر کام میں نہیں لاتے۔ ان کے سوا اور حدیثوں پر کام میں لاتے ہیں۔ مگر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ انھیں اصولوں کو صحاح ستہ کی حدیثوں پر کیوں کام میں نہیں لاتے۔ آپ کا یہ تحریر کرنا کہ

میں بڑی بھاری رکن اسلام یعنی حدیث کو انکار کرنا چاہتا ہوں۔ بخلاف جیسا کہ یہ آپ کی غلطی ہے۔ احادیث کو مثل قرآن مجید کے بلاشبہ نہیں سمجھتا۔ محدثین رحمہم اللہ نے حدیث کے جمع کرنے میں جو کچھ محنت کی ہے تمام مسلمانوں کو ان کا شکرگزار ہونا واجب ہے۔ انہیں کی بدولت ہم اقوال و افعال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف ہوئے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم اس بات کی تحقیق کریں کہ درحقیقت وہ قول یا فعل رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یا نہیں اگر ہم کو یقین ہو کہ درحقیقت وہ قول و فعل رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تو بغیر چون و چرا کے اس کے آگے سر جھکا دیں۔

جس شخص میں محبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جاگزیں ہوگی۔ خواہ زید و بکر کی وہ تو اس بات سے انکار نہیں کرسکنے کا جو میں نے بیان کی۔

غرضکہ جو مسئلہ آپ نے پوچھا ہے وہ بہت عمیق اور غور طلب ہے۔ بہت زیادہ وسیع تقریر اس کے لیے چاہیے۔ ایسے مختصر خطوں میں اس کے لکھنے کی گنجائش نہیں ہے والسلام

سید احمد

علی گڑھ ۔ ۹ر اگست ۱۸۹۶ء

شیخ عمر بخش صاحب وکیل ہوشیارپور کے نام

۱

مخدومی

یاجوج و ماجوج کا ذکر اور اُن کی نسبت پیشین گوئیاں کتاب حزقیل نبی میں ہیں جو منجملہ مجموعہ کتب عہد عتیق ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔ ذوالقرنین کے لفظ کے ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ معہذا وہ ایک اشارہ دو حالتوں کا اُس شخص کی ہے جس نے دیوار بنائی۔ یہ آپ نے کیونکر کہہ دیا کہ مشرکین عرب اس قصے سے واقف نہ تھے؟

اول تو مشرکین عرب کی کتابیں کہاں ہیں اور مجوس کی کتابیں کہاں ہیں؟ بعض لوگ ذوالقرنین سے کیقباد مراد لیتے ہیں۔ بہر حال اس قصّہ کی بابت لوگوں میں ذکر ہونے کی نفی نہیں ہوسکتی۔ سوال کنندہ کی تخصیص کرنی بیجا ہے۔ کسی شخص یا اشخاص نے پوچھا ہوگا۔ تفسیروں میں جو یہودیوں کو سوال کرنے والا قرار دیا ہے۔ اُس سے میں مخالف ہوں۔ جیسا کہ رسالہ ترقیم فی قصّہ اصحاب الکہف والرقیم میں میں نے بیان کیا ہے۔ قرآن مجید میں جو کچھ لکھا ہے اُس کے صدق کے ثبوت کے لیے ہمکو اس بات پر بحث کرنی کہ سائل یہود تھے یا کون ضرورت نہیں ہے۔ کیا عجب ہے یہود ہوں۔ جن کی کتب میں یاجوج

ماجوج کی نسبت بہت لکھا ہو کیا عجب ہو کہ نہ صرف یونانیوں نے
ہاں بھی مطابق عہد عتیق کے اُن کا ذکر و قصہ ہو بلکہ لوگوں نے بھی دیکھ
مشاہدات یوحنا میں بھی اُن کا ذکر ہے۔ کیا عجب ہو کہ کفار عرب ہوں خوشا
سائل کے متعین کرنے کی نہ ہم کو ضرورت ہے نہ حاجت۔ صرف جواب کے
صحیح کرنے کی ضرورت ہے۔ سہو گزٹ میں پورا رسالہ نہیں چھپا۔ دونوں
رسالے یعنی ترقیم فی قصہ اصحاب الکہف والرقیم اور ازالۃ الغین عن قصہ
ذی القرنین علیحدہ پوری چھپ رہے ہیں والسلام۔

خاکسار

سید احمد

۲۰ جولائی سنہ ۱۸۹۰ء۔ علیگڑھ

مولوی سیّد شرف الدین صاحب بلخی (گیا صوبۂ بہار) کے نام

۱

مخدومی مکرمی سید شرف الدین صاحب بلخی

آپ کا نوازش نامہ پہونچا۔ ممنونِ عنایت ہوا۔ جو خیال آپ کا میری طرف ہی وہ صحیح نہیں ہی۔ اس کو دل سے دور کر دیجیے۔ میں صرف ایک گنہگار شرمسار آدمی ہوں۔ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی مجھ گنہگار سے ہزار درجہ بہتر ہی۔

آپ نے مجھ سے سوال کیا ہی اگر بعوض اس کے آپ مجھی سے مندرجۂ ذیل سوال فرماتے تو میں نہایت خوشی سے اس کا جواب دیتا۔

(۱) نمازِ پنجگانہ فرض ہی یا نہیں۔

(۲) ہر مسلمان کو عالم ہو یا جاہل، درویش ہو یا دنیا دار نمازِ پنجگانہ اُس کو فرض مذہبی سمجھ کر ادا کرنا فرض ہی یا نہیں۔

(۳) جو مسلمان اس کو فرض نہ سمجھے وہ کافر ہی یا نہیں، بلاشبہہ کافر ہی۔

(۴) نماز نہ پڑھنے یا قضا کر دینے سے مسلمان گنہگار رہوتا ہی اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہی یا نہیں۔

(۵) نماز قضا ہونے یا قضا کرنے پر اگر کوئی شخص نادم ہو اور اپنے تئیں گنہگار سمجھتا ہو، اور سخت گناہ کا مرتکب تسلیم کرتا ہو وہ کافر ہوتا ہی یا مسلمان

رہتا ہے۔

(۴) اس کے ساتھ یہ بھی سوال کہ جو لوگ [illegible] جاتے ہیں اور اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ لوگ ان کو نمازی اور نہایت پاک [illegible] ان کا کیا حال ہے۔

میں نے دیکھ جمع بین الصلوتین [illegible] آپ [illegible] نماز پڑھتا بھی ہوں قضا بھی ہو جاتی ہے [illegible] ہونی [illegible] اس کی ندامت ہوتی ہے۔ اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہوں خدا سے معافی چاہتا ہوں۔

جس شخص نے آپ سے کہا کہ میں نماز مغرب میں جو مسجد مدرسہ [illegible] میں ہوتی ہے شریک نہیں ہوا۔ سچ کہا ہے۔ کیونکہ جب تک میں مدرسہ سے واپس نہ آؤں اور کپڑے نہ تبدیل کروں وہ کپڑے نمازی نہیں ہوتے۔

بہرحال میری اندرونی تفتیش محض بیجا ہے۔ نہ میں مقدس ہوں نہ مقدس ہونے کا دعویٰ ہے۔ نہ کسی کا ہادی بننا چاہتا ہوں۔ ایک گنہگار آدمی کے حالات کی تفتیش کیا۔ البتہ مسلمانوں کی بھلائی اور ترقی کا خیال ہے اس میں کوشش کرتا ہوں۔ والسلام خاکسار

سید احمد علیگڑھ
۲؍ اگست ۱۸۹۳ء

— ۲ —

مخدومی مکرمی مولوی شرف الدین صاحب۔

آپ کا نوازش نامہ پہونچا۔ رسالہ جن و تحریر فی اصول التفسیر روانۂ خدمت ہو چکا۔ جس کتاب کی تحریر کی ضرورت آپ نے تحریر

فرمائی ہے بلاشبہ بہت ضروری ہے۔ کوئی شخص ایسا ہو جس کو جمیع مذاہب اسلامیہ سے نہ محبت ہو نہ عداوت۔ بلکہ سچے مورخ کی طرح اصلی حالات کو بیان کرے۔ خدا کسی کو ایسی توفیق دے۔ میں تو جب تک میری تفسیر ختم نہولے کوئی بڑا کام اختیار نہیں کرسکتا۔ میری نسبت تو بہ سبب میری تصنیفات کے فتوہائے کفر ہوچکے ہیں آپ میری تحریرات کو پسند فرماتے ہیں، آپ پر بھی فتوہائے کفر ہوجائینگے۔ رسالۂ استجابتِ دعا علیحدہ لکھا ہے، اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے۔ خطوط سب میرے نام ہوں۔ میں خود تعمیل کرونگا۔

والسّلام خاکسار

سید احمد

۸ر فروری ۱۸۹۳ء

۳

مخدومی مکرمی مولوی سید شرف الدین احمد صاحب بلخی

آپ کا نوازش نامہ مورخۂ ۱۱ر فروری میرے پاس پہونچا، آپ نے جو الفاظ اپنی عنایت سے میری نسبت لکھے ہیں اُنھوں نے مجھے تکلیف دی۔ برائے خدا مجھ کو امام نہ سمجھیئے بلکہ احدٌ منِ الانام کالانعام سمجھیئے۔ آپ نے لطیف بات لکھی ہے کہ علماء بتادیں کہ میں مہدی ہوں یا دجّال۔ میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ علمائے میرے دجّال ہونے پر فتویٰ دیا ہے۔ میں تلاش کرونگا اگر ملا تو اُس کی نقل آپ کے پاس بھیجدوں گا۔ والسّلام خاکسار

سید احمد

۱۵ر فروری ۱۸۹۳ء

۴

مخدومی مکرمی مولوی سید شرف الدین احمد صاحب بلخی۔

عنایت نامہ پہونچا۔ نسبت خواب کے ایک بہت بڑا مضمون تفسیر جلد پنجم میں بذکر خواب ہائے حضرت یوسف و فرعون وغیرہ مندرج ہو اُس کو ملاحظہ فرمائیے۔

بیعت کی رسوم ظاہری لغو و ہیچ کارہ ہیں۔ صرف ارادت رہبر مقصود ہو حقیقت بیعت پر میرا رسالہ ہو جو مجموعۂ تصانیف میں چھپا ہو۔ اس کو دیکھیے۔

بیعت مسنونہ جس کی تفصیل میرے رسالہ میں ہو دو شخصوں سے یا متعدد اشخاص سے کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہو۔

والسّلام خاکسار

سید احمد۔

علیگڑھ ۲۰ فروری ۱۸۹۳ع

۵

مخدومی مکرمی

تفسیر صرف سورۂ النحل تک چھپی۔ اس سے اگلی سورتوں کی تفسیر لکھی گئی ہو مگر ابھی تک چھپنے کی نوبت نہیں آئی اگر خدا نے چاہا تو عنقریب چھپنی شروع ہوگی۔

سید محمود نے جو اسپیچ الہ آباد کے تھیٹر میں کی تھی وہ صرف زبانی تھی وہ لکھی گئی اور نہ چھپی ہو۔ مجھے تو یہی یاد ہو۔ مگر حال میں سید محمود نے کانفرنس میں ایک بے نظیر لکچر دیا ہو انگریزی تعلیم پر اور دکھایا ہو کہ مسلمانوں نے اس سے کس قدر فائدہ اُٹھایا اور ہندوؤں نے کس قدر اور ڈگرام

بنا کر آنکھوں سے دکھایا ہی - وہ چھپ جائے گا تو ایک کاپی خدمتِ عالی میں بھیجوں گا -

دس قطع اشتہارات درباب اجرائے تہذیب الاخلاق مرسلِ خدمت ہیں از راہ مہربانی اُن کو دوستوں میں تقسیم فرما دیجیے -

والسّلام خاکسار

سید احمد

علیگڑھ ۲۰ فروری سنہ ۱۸۹۴ء

مولانا مولوی سیّد میر حسن صاحب پروفیسر علوم مشرقی

سکاچ مشن کالج سیالکوٹ کے نام

۱

مکرمی۔

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ پہلا عنایت نامہ مخلوط میں مل گیا ہے۔ اس وقت تلاش کیا پر نہیں ملا۔ جو کچھ آپ نے اس عنایت نامہ میں پوچھا ہے اس کا مفصل حال آپ کو تہذیب الاخلاق کے اخیر پرچہ ماہ رمضان سے واضح ہوگا۔

میری تصویر کمیٹی مدرسہ میں موجود ہے اور دو روپیہ قیمت کو فروخت ہوتی ہے۔

افسوس ہے کہ سوسائٹی کا اخبار جس کا میں خود ایڈیٹر ہوں وہاں نہیں جاتا۔ اس میں اکثر مضامین قابل دیکھنے کے ہوتے ہیں۔ پندرہ روپیہ سالانہ قیمت ہے اگر دو تین احباب مل کر منگوالیں تو چنداں مشکل نہیں ہے۔ الا قیمت پیشگی بھیجنی ہوگی فقط والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ۔ یکم نومبر ۱۸۷۶ء۔

— ۲ —

مخدوم مکرم بندہ

آپ کا عنایت نامہ پہونچا - آپ کی اہلِ خانہ کی خبر سے اور اس رنج و تردد پرورش اطفال کا حال سن کر جو آپ نے لکھا ہے سخت افسوس ہوا - خدا تعالیٰ آپ کا مددگار ہو - دنیا میں علی الخصوص تاہل میں اس قسم کے رنج والم پیش آجاتے ہیں دوست تسلی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صبر کرو - مگر ایسے واقعات پر صبر کرنا ہی مجبوری ہے صبر کرے تو کیا کرے

تفسیر کی نسبت جو آپ نے لکھا ہے درحقیقت مجھ کو بھی افسوس ہے تاخیر کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ کارخانۂ چھاپہ خانہ نہایت مختصر ہے - اخبار سے جب فرصت ہوتی ہے چھاپتے ہیں - میں بھی اس تاخیر کو غنیمت سمجھتا ہوں اس لیے کہ اجرت چھاپہ کا یکمشت زیادہ روپیہ میں نہیں دے سکتا - تفسیر فروخت بھی نہیں ہوتی - اس سبب سے جس قدر کہ میں اپنی جیب سے روپیہ خرچ کرسکتا ہوں اس سے زیادہ نہیں چھپوا سکتا - چند روز سے کام تفسیر کا بالکل بند ہوگیا تھا مگر آپ خوش ہوں گے کہ پھر جاری ہوگیا ہے - سورۂ انفال کی تفسیر چھپ رہی ہے اور بہت جلد اُس کے اوراق تقسیم ہونے شروع ہوں گے - میں ان دنوں میں بیمار ہوگیا تھا مگر بفضل الٰہی صحیح و تندرست ہوں اور آپ کی عنایتوں کا جو میرے حال پر ہیں شکر ادا کرتا ہوں والسلام خاکسار

سید احمد

علیگڑھ ۳۱ اگست ۱۸۸۶ء

۳

مخدومی مکرمی

آپ کے نوازش نامہ کا نہایت شکر ہے۔ پانچ روپیہ چندہ بھی پہنچے اس کا بھی شکر ہے۔ مجھے بھی نہایت افسوس ہے کہ تفسیر لکھنے میں ہرج پڑجاتا ہے مگر جب موقع ملتا ہے لکھتا ہوں۔ تفسیر سورہ یوسف بھی تمام ہوئی ہے اور چھپ رہی ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کیوں لوگ پیچھے پڑے ہیں اگر ان کے نزدیک ان کو الہام ہوتا ہے بہتر۔ ہم کو اس سے کیا فائدہ۔ نہ ہمارے دین کے کام کا ہے نہ دنیا کے۔ ان کا الہام اُن کو مبارک رہے اگر نہیں ہوتا اور صرف ان کے توہمات اور خلل دماغ کا نتیجہ ہے تو ہم کو اس سے کیا نقصان ہے وہ جو ہوں سو ہوں اپنے لیے ہیں۔ میں سنتا ہوں کہ آدمی نیک بخت اور نمازی پرہیزگار ہیں۔ یہی امر ان کی بزرگداشت کو کافی ہے۔

جھگڑا اور تکرار کس بات کا ہے۔ ان کی تصانیف میں نے دیکھیں وہ اُسی قسم کی ہیں جیسا اُن کا الہام یعنی نہ دین کے کام کی نہ دنیا کے کام کی۔

مولوی حکیم نور الدین صاحب کی کوئی تحریر میں نے آج تک نہیں دیکھی دینیات میں کسی کا الہام جب تک اس کو شارع نہ تسلیم کرلیا جائے کسی کام کا نہیں۔ تقدیر علم الٰہی کا دوسرا نام ہے ماکان و مایکون علم الٰہی میں موجود ہیں پس کسی الہام سے علم الٰہی میں یا یوں کہو تقدیر میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوسکتے۔ پس دنیا میں جو بھی ہونے والا ہے یعنی جو تقدیر میں ہے یعنی جو علم الٰہی میں ہے وہ ہوگا۔ پس کسی کے الہام سے کسی کو دنیا میں کیا

فائدہ ہو سکتا ہے۔ پس ایسی بے سود بات کہ بالفرض اگر سچ بھی ہو تو بھی کچھ فائدے کی نہیں اور اگر جھوٹ بھی ہو تو بھی ہمارے نقصان کی نہیں اس پر متوجہ ہونا اور اوقات ضائع کرنا ایک لغو کام ہے والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ - ۹ر دسمبر ۱۸۹۱ء

—— ۴ ——

مخدومی مکرمی سید میر حسن صاحب

آپ کا نوازش نامہ پہونچا۔ جلد ششم تفسیر القران خدمت عالی میں بیرنگ روانہ ہوئی ہے۔ آپ مطابق اپنی تحریر پندرہ روپیہ روانہ فرمائیگا۔ دس روپیہ بحساب تفسیر اور پانچ روپیہ بحساب چندہ کانفرنس جمع کرلونگا۔ جس طرح آپ کو آرام ہو روپیہ بھیجیے گا روپیہ بھیجنے میں کسی قسم کی تکلیف اپنے اوپر گوارا نہ فرمایئے گا

مدرسۃ العلوم کے زرجمع میں اکیاون ہزار روپیہ غبن المال ہوا علاوہ اس کے بیالیس تینتالیس ہزار روپیہ بینک کا فاضل ہوگیا۔ پس گیارہ برس کے عرصہ میں قریب ایک لاکھ روپیہ کے غبن ہوا ہے۔

مقدمات جعل و غبن فوجداری میں دائر ہوتے جاتے ہیں۔

شام بہاری لال مجرم حوالات میں ہے۔ بلاشبہ دوستوں کو اس نقصان سے صدمۂ عظیم ہوا ہوگا مگر جعل سازی کا کیا علاج ہے۔ مجرم کی جائداد پچیس تیس ہزار روپیہ سے زیادہ کی نہیں ہے آپ کی ہمدردی کا شکر کرتا ہوں والسلام خاکسار سید احمد علی گڑھ ۱۵ر اکتوبر ۱۸۹۵ء۔

۵

مخدومی مکرمی سید مہدی حسن صاحب۔

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۹ مارچ میرے پاس پہونچا ممنون عنایت ہوا۔ جن الفاظ سے آپ نے مجھ کو یاد کیا ہے۔ میں آپ کا دل سے شکر ادا کرتا ہوں اور دل و جان سے ممنون ہوں۔ مدرستہ العلوم کا کام میرے ذمہ اس قدر رکھا ہے کہ سبب فرصت نہیں ہوتی تھی اور تفسیر کے تمام کرنے پر متوجہ نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اب مدرسہ کا بہت سا کام سید محمود نے اپنے ذمے لے لیا ہے اور گویا وہی تمام کام انجام دیتے ہیں اور مجھ کو فرصت ہو گئی ہے۔ اب میں ہمہ تن تفسیر کے پورا کرنے پر متوجہ ہوں گا اور امید ہے کہ جلد ہفتم بہت جلد نکلے گی۔ لیکن ایک خوشخبری میں آپ کو سناتا ہوں کہ یکم ذی قعدہ کے پرچہ تہذیب الاخلاق میں ایسے عمدہ مضامین نکلیں گے جو نہ تفسیروں میں اور نہ آج تک پرچہ تہذیب الاخلاق میں چھپے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایسے اہم مضامین ہیں جن سے مسلمانوں کو فائدہ ہوگا اور ہر ایک مسلمان کو اس پر غور کرنی اور اُن کو سمجھنا ضرور ہے۔

تہذیب الاخلاق کو اگر مہینے میں دو دفعہ کیا جائے تو اس میں دو مشکلیں ہیں اول یہ کہ جو آمدنی تہذیب الاخلاق سے ہے وہ مہینے میں دو دفعہ کر دینے کو کافی نہیں ہوگی۔ اور جب مضمون موجود ہوتے ہیں تو تہذیب الاخلاق کو معمولی صفحات سے زیادہ کر دینے میں ہم کبھی دریغ نہیں کرتے اور غالباً یکم ذی قعدہ اور ذی الحج کے دونوں پرچے بہت بڑھ جائیں گے کیونکہ جو مضمون یکم ذی قعدہ کے پرچے میں

چھپے گا وہ ایک پرچہ میں نہیں آسکے گا اور دو پرچوں میں جب آویگا جب دونوں پرسپچے معمول سے بہت زیادہ بڑھا دیے جاویں گے۔ دوسری مشکل یہ ہی کہ اگر تہذیب الاخلاق مہینہ میں دو بار کردیا جاوے تو مجھ کو تفسیر پر متوجہ ہونے کی مطلق فرصت نہیں ہونے کی۔

والسلام خاکسار

سید احمد علی گڑھ ۵ مارچ ۱۸۹۶ء

—— ۶ ——

مخدومی مکرمی مولوی سید میر حسن صاحب

آپ کا مرسلہ منی آرڈر تعدادی اکیس روپیہ کا پہنچا۔ ممنون عنایت ہوا منجملہ اس کے چھ روپیہ تہذیب الاخلاق کے بابت سال آیندہ کے جمع کیے گئے اور پندرہ بقیہ کے نسبت آپ نے لکھا تھا کہ مدرسہ کو دیے گئے ہیں اور جس فنڈ میں آپ مناسب سمجھیں جمع کرلیں جو کہ بالفعل یہ تجویز ہوئی ہی کہ جو نقصان مدرسہ کے زرامانت میں جلی چکوں وغیرہ کے سبب سے ہوگیا ہی اس کے لیے کچھ چندہ کیا جائے چنانچہ میں نے اپنی ذات خاص سے پانسو روپیہ دیا ہی اور خان بہادر مولوی سید زین العابدین نے ایک ہزار روپیہ دیدیا ہی اور آنریبل حاجی محمد اسمٰعیل خاں اور سید محمود اور نواب محسن الملک بھی ایک ہزار روپیہ دیں گے اور مولوی حافظ نذیر احمد صاحب بھی ایک ہزار دے چکے ہیں اور اور دوستوں نے بھی دینا شروع کیا ہی اس لیے یہ پندرہ آپ کے مرسلہ بھی اسی فنڈ میں جمع کردیے گئے ہیں اطلاعاً آپ کو لکھا ہی۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ۹ مارچ ۱۸۹۶ء

۶

مخدومی مکرمی مولوی سید مہدی حسن صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۳ جون معہ فی آرڈر تعدادی ۱۷ کا پہونچا۔ آپ کا ممنون ہوا مبلغ دس روپیہ میں نے حساب تفسیر میں ثبت کر لیے اور سات روپیہ شیخ رحیم بخش صاحب کی طرف سے واسطے پورا کرنے نقصان کالج کے جمع کر لیے آپ میری طرف سے شیخ رحیم بخش صاحب کا بہت بہت شکریہ ادا کر دیجیے گا۔

پرنسپل صاحب بسبب تعطیل مدرسہ پہاڑ پر گئے ہیں اور اس سبب سے محمد سعید کی عرضی کا میں ان سے کچھ حال نہیں دریافت کر سکا۔ یکم جولائی کو وہ آویں گے تو میں ان سے دریافت کروں گا۔ یہ طالب علم صرف کالج میں داخل ہونا چاہتا ہی یا کچھ اعانت بھی چاہتا ہی اگر کچھ اعانت بھی چاہتا ہی تو میں اس کا جواب دے نہیں سکتا اس لیے کہ اوّل تو رقم اعانت قلیل ہی اور اس بات کی تجویز کہ وہ کس کس طالب علم کو دینی مناسب ہی پرنسپل صاحب کے متعلق ہی۔ رقم غبن شدہ کی تعداد نہایت کثیر ہی یعنی قریب ایک لاکھ روپیہ کے بجٹ سال بسال جو تیار ہوا ہی اس کی کیفیت میں مفصل حال لکھا گیا ہی وہ چھپ رہا ہی۔ اگر آپ چاہیں گے تو میں ایک کاپی اس کی آپ کے پاس بھیج دوں گا۔

اگرچہ بعض بیرسٹروں کی یہ رائے ہی کہ جن مہاجنوں نے جعلی چک خریدے ہیں ان پر مواخذہ ہو سکتا ہی مگر میری رائے میں تامل ہی اور یہ ایک پیچیدہ امر معلوم ہوتا ہی اس واسطے کوئی قانونی تدبیر غبن کے روپیہ کے وصول کی اب تک نہیں کی گئی۔ متوفی جعل ساز کی جائداد اس قدر بھی نہیں ہی کہ جس سے خرچہ بھی وصول ہو سکے اس واسطے محض اس کی جائداد سے مواخذہ کرنا بے فائدہ ہی۔ درحقیقت آپ سے ملاقات ہوئے بہت دن ہوئے۔ جب خدا کو منظور ہوگا تو پھر ملاقات ہوگی آپ کی عنایت اور مہربانی کا میں دل سے شکر گزار ہوں۔ اور آپ کی اس ہمدردی کا جو نقصان کالج کے

باب میں کرتے ہیں اور اس کے پورا کرنے کے لیے جس قدر چندہ دیتے ہیں یا لوگوں سے وصول کرتے ہیں اس کا میں زائدازحد شکر ادا کرتا ہوں۔ تفسیر جلد ہفتم کی نسبت ارادہ ہے کہ ڈھائی تین سو صفحہ کی ہو۔ سورہ کہف سے تین سورتوں تک تفسیر میں لکھ چکا ہوں اور بعض وجوہات سے اور زیادہ نہیں لکھی گئی۔ چھاپہ خانہ کا ٹائپ پرانا ہو گیا ہے اگر لوگ تفسیر جلد ہفتم کا روپیہ پیشگی بھیج دیں گے تو ارادہ ہے کہ ٹائپ خرید اجائے اور بقیہ تفسیر اسی نئے ٹائپ میں چھاپی جائے اور اسی سبب سے اس کے چھاپہ کے شروع ہونے میں التوا ہے والسلام

خاکسار سید احمد

علی گڈھ ۱۷ جون ۱۸۹۶ء۔

۸

مخدومی مکرمی مولوی سید میر حسن صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۳ دسمبر پہونچا ممنون یاد آوری ہوا۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ ۲۵ دسمبر کو سوا دو بجے دن کے یہاں سے روانہ ہوں گا اور رات کو بہ انتظار تشریف آوری سردار محمد حیات خاں بہادر و خان بہادر محمد برکت علی خاں صاحب و دیگر احباب پنجاب۔ غازی آباد میں قیام کروں گا اور ۲۶ دسمبر کو ۹ بجے صبح روانہ میرٹھ ہوں گا اور دس گیارہ بجے میرٹھ پہونچوں گا۔ ۲۷ دسمبر سے اجلاس شروع ہوگا لیکن ۳۰ دسمبر کو بعد دوپہر میں علی گڑھ کو روانہ ہو جاؤں گا۔ کیونکہ ۳۱ دسمبر کو سالانہ اجلاس ٹرسٹیوں کا ہے اور امید ہے کہ سردار محمد حیات خاں اور خان بہادر محمد برکت علیخاں اور مولوی محمد شاہ دین اسکوائر جو ٹرسٹیان ہیں مع دیگر احباب کے جو ٹرسٹی ہوں گے علی گڈھ تشریف لائیں گے۔

نسبت تہذیب الاخلاق کے جو آپ نے لکھا ہے اس کا میں بہت شکر ادا کرتا ہوں

مگر اس کی بابت کوئی تحریک کرنی مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ میرا دل نہایت سست ہوگیا ہے اور تہذیب الاخلاق میں کسی مضمون کے لکھنے کو دل نہیں چاہتا ہے اس کی طرف سے دل بالکل سرد ہوگیا ہے۔ سب سے بڑی فکر یہ کہ دن رات دل پر صدمہ رہتا ہے۔ وہ نقصان کالج کا خیال ہے جو کسی وقت دور نہیں ہوتا اور کم ہمتی کے سبب ترقی ضلالت جو بینک کی بدنصیبی سے ہوگیا ہے اس کی کوئی تدبیر نہ ہو جائے اس وقت تک میرا دل کسی کام پر نہیں لگیگا گزشتہ ماہ کے آخر پر تیس ہزار پانسو روپیہ کے قریب فاضلات کی رقم کا دینا باقی رکھا تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ کس طرح خدا اس کو پورا کریگا۔ تفسیر جلد ہفتم کی بابت صرف پانچ یا چھ شخصوں نے روپیہ بھیجا ہے وہ ابھی چھپنی شروع نہیں ہوئی۔ مگر وہ اس کا تیار ہے۔

والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڈھ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۶ء

۹

مخدومی مکرمی سید میر حسن صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۹ مارچ ۱۸۹۵ء پہنچا۔ ممنون عنایت ہوا۔ جو عنایت دلی اور محبت و اشفاق بزرگانہ مجھ ناچیز کے اوپر آپ مبذول فرماتے ہیں اس کا بدل دل سے شکر ادا کرتا ہوں۔ مگر میں حقیقت میں اس قدر عنایتوں کے لائق نہیں ہوں جس قدر کہ آپ فرماتے ہیں۔ بہرحال آپ کی عنایتوں کا شکر کرنا واجب ہے۔

تفسیر قرآن مجید کا تمام ہونا تو مشکل معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ اس کے چھاپے میں اس قدر خرچ پڑتا ہے کہ میں اس کا تحمل نہیں ہوسکتا اور یہ بھی ٹھیک نہیں ہوسکتا کہ میں مسودہ لکھ کر ڈھیر کرتا جاؤں اس امید پر کہ کبھی چھپ رہے گی۔ مگر میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ مقامات مشکلہ قرآن مجید کے اور جو شکایات بعض معترضین کی طرف سے مذہب اسلام پر وارد ہوتے ہیں

ان کے جواب میں چھوٹے چھوٹے رسالے لکھ ڈالوں۔ اگر خدا نے اس کام کو انجام کر دیا تو تمام مشکلات حل ہو جائیں گی۔ اور صرف قرآن کا ترجمہ باقی رہ جائے گا جس کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔

ان دنوں میں ایک بہت نازک اور بڑے امر پر ایک رسالہ لکھ رہا ہوں یعنی ازواج مطہرات رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بھی رسالہ چھپے گا تو مجھے امید ہے کہ کسی کے دل میں کوئی شبہ باقی نہیں رہنے کا۔ علاوہ تہذیب الاخلاق جو میں نے مختلف مضامین بطور آرٹیکل کے لکھے ہیں۔ ان کے چھپنے کی بابت بھی بعض دوست کچھ بندوبست کر رہے ہیں۔ شاید کچھ انجام ہو جاویں۔ ایک رسالہ تفسیر السمٰوات کا میں نے لکھا تھا جو پرانے تہذیب الاخلاق کے متعدد پرچوں میں چھپ گیا تھا۔ اب اس کو بھی بطور ایک مستقل رسالہ کے علیحدہ چھپوا لیا ہے۔ والسلام۔ دوبارہ آپ کی عنایتوں کا شکر ادا کرتا ہوں اور روئداد اجلاس کانفرنس آپ کی خدمت میں مرسل ہے۔ والسلام خاکسار

سید احمد

علی گڑھ۔ ۱۱ر مارچ ۱۸۹۶ء

داخلہ نمبر	
فن نمبر	
کتاب نمبر	

سید عبد الغنی صاحب برادرِ اصغر پروفیسر

مولانا سیّد میر حسن صاحب کے نام

۱

مخدومی مکرمی سید عبد الغنی صاحب آپ کا عنایت نامہ علی گڑھ ہو کر
الہ آباد میرے پاس پہونچا۔ آپ کی صحت و تندرستی سے نہایت خوشی ہوئی
انشاء اللہ دسمبر میں آپ سے ملاقات ہوگی۔ چندہ کانفرنس آپ کا مرسلہ پہنچا
مدرس منشی احمد علی صاحب شوق علی گڑھ سے آپ کے نام روانہ ہوگیا ہوگا۔

حضرت مرزا صاحب کی نسبت زیادہ کد وکاوش کرنی بے فائدہ ہے۔
ایک بزرگ زاہد نیک بخت آدمی ہیں جو کچھ خیالات ان کو ہوگئے ہوں ہوگئے
ہوں۔ بہت سے نیک آدمی ہیں جن کو اس قسم کے خیالات پیدا ہوچکے ہیں۔
ہم کو اُن سے نہ کچھ فائدہ ہے نہ کچھ نقصان۔ ان کی عزت اور ان کا ادب کرنا بسبب
ان کی بزرگی اور نیکی کے لازم ہے۔ ان کے خیالات کی صداقت وغیرِ صداقت سے
بحث محض بے فائدہ ہے۔ ہمارے مفید صرف ہمارے اعمال ہیں۔ ان کے اچھے
ہونے پر کوشش چاہیئے۔ فقط

خاکسار سید احمد از الہ آباد

۱۴ر نومبر ۱۸۹۲ء

تمام شد

انتخاب زریں
شعرائے اردو کا ایک تذکرہ ہے جس کو سید راس مسعود صاحب بی اے (آکسن)
۱۹۳۲ء میں ترتیب دیا تھا اس تذکرہ میں تقریباً ایک سو شعرائے ماضی و حال کے کلام کا
بہترین انتخاب اور ان کی مختصر سوانح عمری درج ہے۔ متوفی شعرا کو بہ ترتیب سلسلۂ وفات
اور زندہ شعرا کو بہ ترتیب سال ولادت جگہ دی گئی ہے۔ شروع میں مولف کا لکھا ہوا ایک دلچسپ
دیباچہ ہے۔ کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ تقطیع خوب صورت ۲۰×۳۰/۱۶۔ انگریزی کتابوں کی
شکل خوشنما جلد۔ آخر میں ناظرین کی آسانی کے لیے بطور ضمیمہ حروف تہجی کی ترتیب سے شعرا
اور غزلیات کی فہرستیں بھی دے دی گئی ہیں۔ قیمت صرف دو روپیہ آٹھ آنہ صرف محصول
ڈاک علاوہ
ملنے کا پتہ
یو۔ پی